تفسیر الفرقان

مؤلف ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

جلد ششم

سورہ آل عمران آیت ۱۴۴ تا ۲۰۰ (مکمل)

سورہ النساء آیت ۱ تا ۲۳

تفسیر الفرقان

مؤلف ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

جلد ششم

سورہ آل عمران آیت ۱۴۴ تا ۲۰۰ (مکمل)

سورہ النساء آیت ۱ تا ۲۳

جملہ حقوق طباعت واشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب========= تفسیرالفرقان

نام مصنف===== == ==محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

صفحات ========= ۵۰۴

قیمت ========= 0

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

موبائل نمبر

03477172726 , 03030144460

ایڈریس

چک قاسمکا تحصیل وضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست

عنوانات	نمبر شمار
شان نزول: (آیت) "وما محمد الا رسول"	14
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اور آپ کی نماز جنازہ کا بیان	17
نیت اور اخلاص کا بیان	32
کفار سے قتال میں ثابت قدمی	38
ثابت قدمی کی دعاء	40
شان نزول	47
ابوسفیان کا مرعوب ہونا	48
شان نزول	51
جبل رماۃ پر پچاس تیر اندازوں کا تعین	56
میدان احد میں افراتفری	58
اختلاف کی وجہ سے رحمت زحمت میں بدل گئی	60

صحابہؓ کا خوف زدہ ہو کر دوڑنا	70
صحابہ کرامؓ کی آزمائش	72
شان نزول: (آیت) "انزل علیکم من بعد"	75
احد کے دن سکینہ نازل ہونا	78
شان نزول	82
رسول اللہ ﷺ کی آواز پر واپس لوٹنا	84
اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت دنیاوی سامان سے بہتر ہے	92
دوزخ سے نجات اور جنت کی طلب میں احادیث	95
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عفوودرگزر اور حسن اخلاق کے متعلق احادیث	100
سراقہ بن مالک کو معاف کر دینا	100
عمیر بن وہب کو معاف کر دینا	102
عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا	104
فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو معاف کر دینا	107
فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کر دینا	108

فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو معاف کر دینا	110
عفو اور درگزر کے متعلق احادیث	114
اللہ تعالیٰ مدد فرمائے تو کوئی غالب نہیں آ سکتا	121
شان نزول	124
مال غنیمت میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید	125
سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلائل اور مومنین پر وجوہ احسان	136
تلاوت' تزکیہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم	146
شان نزول: (آیت) "او لما اصابتکم"	149
احد میں شہداء کی تعداد ستر تھی	151
منافقین غزوہ احد سے واپس آ گئے	157
شان نزول: (آیت) "قتلوا فی سبیل اللہ امواتا"	160
حیات شہداء کے متعلق احادیث	160
شہادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث	164
حکمی شہداء کے متعلق احادیث و آثار	167

غسل شہداء کے متعلق مذہب فقہاء	175
شہدا کی نماز جنازہ کے متعلق مذاہب فقہاء	176
شہداء کے رزق کا بیان	183
روحیں سبز پرندوں کے پیوٹوں میں	185
اپنی کامیابی سے زیادہ اپنے بھائی کی کامیابی پر خوش ہونا	190
حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ	191
سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے افراد	194
شہید کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ جنت میں ٹھکانا پانا	196
شہید کا ہر گناہ معاف سوائے قرضہ کے	197
شان نزول: الذین استجابوا للہ والرسول“	203
صحابہ کرامؓ کا جذبہ ایمانی	208
احد سے واپسی پر مشرکین کا تعاقب	210
شان نزول	214
صحابہ کرامؓ کی قوت ایمانی کا ذکر	216

فجر کے بعد دس کلمات کہنے کی برکات	220
شان نزول	225
شان نزول	233
اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مومن اور طیب ہونے پر دلیل	234
بخل کا لغوی معنی	241
بخل کی مذمت کے متعلق احادیث اور آثار	242
شان نزول: (آیت) "لقد سمع اللہ"	249
حضرت ابوبکرؓ کی تصدیق معراج کا صلہ	251
شان نزول	254
ہر نبیؑ کو معجزہ دیا گیا	258
یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب	258
شان نزول: (آیت) "ولتسمعن من الذین"	274
علم سیکھانے کا حکم	282
شان نزول: (آیت) "لا تحسبن الذین یفرحون"	285

نیکی پر تعریف چاہنے پر عذاب کی وعید	287
خیبر کے یہود کی شرارت	289
شان نزول: (آیت) "ان فی خلق السموت والارض"	292
کثرت ذکر کرنے کے متعلق احادیث	295
ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا	299
پکارنے والے سے کون مراد ہے	304
صالحین کے قرب وجوار میں مدفون ہونے کی کوشش کرنا	306
قیامت کے دن کی شرمندگی	308
شان نزول: (آیت) "فاستجاب لھم"	313
حضرت بلالؓ کے جوتوں کی آواز جنت میں	316
شان نزول	318
کفار کے لیے دنیا میں عیش اور مسلمانوں کے لیے تنگی کے متعلق احادیث	319
شان نزول: (آیت) "وان من اھل الکتب"	328
غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	329

سورۃ النساء۔ ۴	339
سورہ النساء کا زمانہ نزول اور وجہ تسمیہ	340
سورہ النساء کے فضائل	341
ایک رکعت میں سات لمبی سورتوں کی تلاوت	342
مضامین کا خلاصہ	342
شان نزول: آیت "واتوا الیتمی اموالھم"	354
یتیم کے مال میں ردو بدل کرنا بڑا گناہ ہے	357
شان نزول	359
غیر کفو میں نکاح کے جواز پر احادیث	360
یتیم بچی پر ظلم کرنا بڑا عظیم گناہ ہے	372
غلام دو شادیاں کرسکتا ہے	375
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا بیان	377
تعداد ازواج رض کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہونا	378
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ازدواج کی تفصیل وار حکمتیں	380

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے مہر کا بیان	386
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مہر کا بیان	388
مہر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	390
یہاں سفہاء سے کون مراد ہیں	397
شان نزول: آیت "وابتلوا الیتمی"	404
یتیم کا مال کھانے میں مذاہب فقہاء	406
شان نزول: (آیت) "للرجال نصیب"	411
زمانہ جاہلیت میں بچوں اور عورتوں کو وارث نہ بنانا	413
غیر وارث رشتہ دار کو کچھ دے دیا جائے	418
ظلماً یتیموں کا مال کھانے والوں کے متعلق احادیث	426
شان نزول: (آیت) "یوصیکم اللہ"	430
وراثت کے تفصیلی احکام	432
اولاد کے وراثت کے احوال	432
مرد کو عورت سے دگنا حصہ دینے کی وجوہات	434

والدین کے وراثت کے احوال	435
قرض کو وصیت پر مقدم کرنے کے دلائل	436
شان نزول: آیت "ولکم نصف ماترک ازواجکم"	440
شوہر اور بیوی کے وراثت کے احوال	440
کلالہ کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق	441
وادی اور نانی کا چھٹا حصہ ہے	448
میراث میں عول کا قاعدہ	450
وصیت ایک تہائی مال تک ہوسکتی ہے	452
حق میراث دبانے والا جنت سے محروم ہوگا	456
اغلام کی حرمت پر احادیث اور آثار	465
ابتدائے اسلام میں زنا کی سزا	469
موت کا فرشتہ نظر آنے تک توبہ ہوسکتی ہے	472
شان نزول: (آیت) "یایھا الذین امنوالایحل"	477
زمانہ جاہلیت کے مظالم سے عورتوں کو نجات دلانا	478

بیوہ عورت کو زبردستی روکنا جائز نہیں	480
طلاق کے بعد دوسرے خاوند سے روکنا گناہ ہے	482
خاوند و بیوی کے حقوق	483
قنطار کا معنی	489
شان نزول: (آیت) "ولا تنکحوا"	495
باپ کی منکوحہ سے بیٹے کے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء	496
باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے کی سزا	498
شان نزول: (آیت) "وحلآئل ابنآئکم"	500
نسبی محرمات کی تفصیل	500
رضاعی محرمات کی تفصیل	501

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ﴾

اور نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مگر (اللہ تعالیٰ کے) رسول ہیں ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے، اور جو الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا، اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔

شان نزول: (آیت) "وما محمد الا رسول"

ابن منذرؒ نے حضرت عمر فاروق سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے علیحدہ ہو گئے میں اچانک پہاڑ پر چڑھا، ایک یہودی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیے گئے، میں نے یہ عزم کیا کہ جس کسی کو بھی یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیے گئے تو اس کی گردن اڑا دوں گا، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ کرامؓ تشریف لا رہے ہیں اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(آیت) ”وما محمد الا رسول“۔(الخ)

اور ابن ابی حاتم ؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ احد میں جب مسلمان شہید اور زخمی ہوئے تو انھوں نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تلاش شروع کی تو کچھ بدبخت بولے کہ آپ شہید کردیے گئے، اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نبی ہیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کوئی شہید نہیں کرسکتا اور بعض لوگوں نے کہا کہ جس چیز پر تمہارے نبی نے جہاد کیا، اسی پر تم جہاد کرو یہاں تک کہ تمہیں فتح حاصل ہو یا یہ کہ تم شہید ہو جاؤ، اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

اور بیہقی ؒ نے دلائل میں ابو نجیح ؓ سے روایت کیا ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص ایک انصاری کے پاس سے گزرا اور وہ اپنے بدن سے خون صاف کررہے تھے، مہاجر کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کردیے گئے، انصاری نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو اپنے مقام اصلی پر پہنچ گئے تم اپنے دین کی حمایت میں لڑتے رہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ابن راہویہ ؒ نے مسند میں زہری ؒ سے روایت کیا کہ شیطان نے احد کے دن بلند آواز سے چیخ ماری کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کردیے گئے، کعب بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے میدان جنگ میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دور پہچانا، میں نے آپ کی آنکھوں کو خود نیچے سے دیکھا، دیکھتے ہی خوشی و مسرت میں بلند آواز کے ساتھ میں نے پکارا کہ اے صحابہ

کرامؓ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [1]

امام ابن جریر طبریؒ روایت کرتے ہیں:

ایک مہاجر ایک انصاری کے پاس سے گزرا اس وقت وہ خون میں لتھڑا ہوا تھا اس نے کہا اے فلاں شخص کیا تمہیں معلوم ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے' انصاریؓ نے کہا اگر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے ہیں تو آپ تبلیغ فرما چکے ہیں' اب تم ان کے دین کی طرف سے قتال کرو۔

ضحاکؒ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کو شکست ہوگئی تو ایک منادی نے ندا کی سنو! محمد تو قتل کر دیئے گئے اب تم اپنے پچھلے دین کی طرف لوٹ جاؤ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں۔اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح آپ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا تا کہ وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی دعوت دیں' اور جب ان کی مدت پوری ہوگئی تو وہ فوت ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی طرف اٹھا لیا' سو اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اپنی مدت پوری ہونے کے بعد وفات پا جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان بعض لوگوں پر اظہار ناراضگی فرمایا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شہادت کی خبر سن کر یہ سوچنے لگے تھے کہ اب کافروں سے صلح کر لینی چاہیئے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن لوگوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے پتھروں کی پوجا کی کرنے) والوں میں سے بعض نے کہا کہ کاش ہمارا کوئی قاصد ہوتا جو عبداللہ بن ابی کے پاس جا کر ہمارے لیے ابوسفیان سے امان لیتا اے قوم! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے اب تم اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ پہلے اس سے کہ وہ تمہارے پاس آئیں اور تم کو قتل کر دیں انس بن نضرؓ کہا اے قوم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے تو بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رب تو قتل نہیں ہوا سو تم لڑو اس دین پر جس پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لڑے (پھر فرمایا) اے اللہ! بلاشبہ میں معذرت کرتا ہوں تیری طرف ان باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں اور جو کچھ انھوں نے کیا میں اس سے بری ہوتا ہوں آپ کی طرف پھر تلوار کو پکڑا اور لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتار الفظ آیت "وما محمد الا رسول"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اور آپ کی نماز جنازہ کا بیان

ان آیتوں میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وفات پانے کا ذکر کیا گیا ہے' اس لیے ان آیتوں کی تفسیر میں مفسرین کرامؒ نے آپ کی نماز جنازہ کا بیان کیا ہے اور ایک یہ مسئلہ اٹھایا ہے کہ آپ کی تدفین میں تاخیر کیوں کی گئی' اس کا ایک سبب یہ تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جانشین اور مسلمانوں کا ایک امیر مقرر کرنا ضروری تھا' جو مسلمانوں کے تمام معاملات کا والی' اسلامی سرحدوں کا محافظ' نمازوں کا قائم کرنے والا اور حدود کو جاری کرنے والا ہو' اگر بالفرض اس وقت کوئی دشمن ملک پر حملہ کر دیتا تو مسلمانوں کا کوئی امیر ہونا چاہیے تھا۔ جو مسلمانوں کی حفاظت کرتا' دوسری وجہ یہ تھی کہ تمام مسلمانوں پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حق تھا کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی

کی نماز جنازہ پڑھتے' آپ کے حجرہ میں زیادہ لوگوں کی گنجائش نہیں تھی اس لیے باری باری تمام مسلمانوں نے جا کر آپ کی نماز جنازہ پڑھی' اور چونکہ ولی شرعی کے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد جنازہ تکرار جائز نہیں ہے اس لیے پہلے خلیفہ المسلمین اور آپ کے ولی شرعی کو منتخب کیا گیا وہ حضرت ابوبکرؓ تھے اور سب مسلمانوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اس کے بعد آپ کو دفن کر دیا گیا' اس تمام کارروائی میں تین دن لگے۔

امام ابن ماجہؒ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روح قبض کی گئی اس وقت حضرت ابوبکرؓ مدینہ کے بالائی حصہ میں اپنی بیوی بنت خارجہؓ کے پاس تھے' مسلمان کہنے لگے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فوت نہیں ہوئے۔آپ پر وہ کیفیت طاری ہے جو نزول وحی کے وقت ہوتی ہے' حضرت ابوبکرؓ آئے آپ کا چہرہ مبارک کھولا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا' اور کہا آپ اللہ کے نزدیک اس سے مکرم ہیں کہ آپ پر وہ دو موتیں طاری کرے' بیشک' خدا کی قسم' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فوت ہو گئے ہیں' ادھر حضرت عمرؓ مسجد کی ایک جانب یہ کہہ رہے تھے' خدا کی قسم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فوت نہیں ہوئے' جب تک آپ تمام منافقوں کے ہاتھ اور پیر نہیں کاٹ دیں گے اس وقت تک آپ فوت نہیں ہوں گے۔حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا: جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس کو موت نہیں آئے گی' اور جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبادت کرتا ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے شک فوت ہو گئے ہیں' (آیت) "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین"۔

حضرت عمرؓ نے کہا مجھے ایسا لگا جیسے میں نے اس دن سے پہلے یہ آیت نہیں پڑھی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف ایک آدمی بھیجا جو اہل مکہ کی طرف (شق) قبر بناتے تھے' اور ایک آدمی حضرت ابوطلحہؓ کی طرف بھیجا جو اہل مدینہ کی طرف لحد (بغلی قبر) بناتے تھے' اور یہ دعا کی اے اللہ! اپنے رسول کے لیے ان میں سے کسی ایک کو منتخب کرلے' تو مسلمانوں کو حضرت ابوطلحہؓ مل گئے' ان کو بلایا گیا اور حضرت ابوعبیدہؓ (وقت پر) نہیں ملے' سو انھوں نے لحد بنائی' منگل کے دن انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جنازہ تیار کرلیا (غسل دے کر کفن پہنا دیا) پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حجرہ میں آپ کو ایک تخت پر رکھا گیا' پھر باری باری مسلمان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آتے اور نماز جنازہ پڑھتے حتی کہ جب مرد فارغ ہوگئے تو پھر عورتیں آئیں اور کسی شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نماز جنازہ کی امامت نہیں کی۔ مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہوا تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر کس جگہ بنائی جائے بعض مسلمانوں نے کہا آپ کو آپ کے اصحابؓ کے ساتھ دفن کیا جائے حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سنا ہے کہ جس جگہ نبی کی روح قبض کی جاتی ہے اس کو وہی دفن کیا جاتا ہے پھر جس بستر پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فوت ہوئے تھے' انھوں نے اس بستر کو اٹھایا اور وہیں آپ کی قبر کھودی پھر بدھ کی رات جب آدھی ہوگئی تو آپ کو دفن کردیا گیا' حضرت علی بن ابی طالبؓ' حضرت فضل بن عباسؓ اور ان کے بھائی حضرت قثمؓ' اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آزاد کردہ غلام شقرانؓ آپ کی قبر میں اترے' حضرت اوس بن خولیؓ نے حضرت علیؓ سے کہا میں تم کو اللہ کی اور رسول

اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہمارے تعلق کی قسم دیتا ہوں، حضرت علیؓ نے ان سے کہا تم بھی اترو، حضرت شقرانؓ نے اس چادر کو لیا جس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہنتے تھے، اور اس کو قبر میں رکھ دیا اور کہا خدا کی قسم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد اس چادر کو کوئی نہیں پہنے گا۔ [۱]

امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں: حضرت سالم بن عبید اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر آپ کے مرض میں بے ہوشی طاری ہوگئی، آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا نماز کا وقت ہوگیا؟ صحابہؓ نے عرض کی ہاں، آپ نے فرمایا بلال سے کہو اذان کہیں اور ابوبکرؓ سے کہو مسلمانوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہؓ نے کہا میرے والد رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کردیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں گے اگر آپ کسی اور کو حکم دے دیں! آپ پر پھر بے ہوشی طاری ہوگئی، جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا بلالؓ سے اذان کے لیے کہو اور ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تم تو یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو، حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا، انھوں نے اذان دی، اور حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا انھوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آرام محسوس کیا، آپ نے فرمایا دیکھو میں کس کے سہارے چلوں۔

پھر حضرت بریرہؓ اور ایک اور شخص آئے، آپ ان کے سہارے سے چلے، جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹ گئے، آپ نے اشارہ کیا وہ اسی جگہ کھڑے رہیں حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز پوری

۱۔ (سنن ابن ماجہ، باب: ٦٥، ذکر وفاتہ ودفنہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت میں ایک راوی حسین بن عبید اللہ ہاشمی ہے۔ امام احمد، علی بن مدینی، اور امام نسائی نے اس کو متروک قرار دیا، امام بخاری نے کہا اس پر زندقہ کی تہمت ہے، اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ لہٰذا اس سے چادر والا جملہ ثابت نہیں ہوتا۔

کر لی، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روح قبض کر لی گئی، حضرت عمرؓ نے کہا بہ خدا میں نے جس شخص کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روح قبض کی گئی ہے میں اس تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا، اور وہ لوگ ان پڑھ تھے ان میں اس سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا تھا، لوگ رک گئے، لوگوں نے کہا اے سالم جاؤ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صاحب کو بلا کر لاؤ، میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے میں روتا ہوا گیا، جب حضرت ابوبکرؓ نے میری یہ کیفیت دیکھی تو پوچھا کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روح قبض کر لی گئی ہے میں نے کہا حضرت عمرؓ یہ کہتے ہیں کہ میں نے جس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روح قبض کر لی گئی ہے تو میں اس کو اپنی اس تلوار سے مار دوں گا۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا چلو، میں ان کے ساتھ گیا، حضرت ابوبکرؓ آئے اس وقت لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جا رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے کہا میرے لیے جگہ چھوڑو، ان کے لیے کشادگی کی گئی، وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جھکے، آپ کو چھوا، اور پڑھا " انک میت وانھم میتون " بے آپ پر موت آنی ہے اور بیشک انھوں نے بھی مرنا ہے۔" (الزمر: ۳۰) صحابہ نے پوچھا اے رسول اللہ کے صاحب! کیا ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہاں! صحابہ نے پوچھا کس طرح؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ایک قوم جائے تکبیر پڑھے۔ دعا کرے اور درود پڑھے۔ پھر دوسری قوم جائے، تکبیر پڑھے درود پڑھے اور دعا کرے پھر باہر آ جائے، حتی کہ تمام لوگ اسی طرح داخل ہوں، صحابہؓ نے پوچھا: اے رسول اللہ کے صاحب! کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دفن کیا جائے گا فرمایا: ہاں! پوچھا کہاں؟ فرمایا جس جگہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) کی روح قبض کی گئی تھی! کیونکہ اللہ نے آپ کی روح صرف پاک جگہ پر ہی قبض کی ہے، تب صحابہ نے جان لیا کہ آپ نے سچ کہا ہے، پھر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ کے عم زاد آپ کو غسل دیں گے اور مہاجرین باہم مشورہ کرنے لگے، صحابہ نے کہا انصار کو بلاؤ تا کہ اس معاملہ (خلافت) میں ہم ان سے مشورہ کریں، انصار نے کہا ایک امیر ہم سے ہو جائے، ایک امیر تم سے ہو جائے، حضرت عمرؓ نے کہا اس شخص کی مثل کون ہوگا جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) "ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا"۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ پھیلایا اور حضرت عمرؓ نے بیعت کی پھر سب لوگوں نے بیعت کر لی۔ (۱)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فوت ہو گئے تو لوگ حجرہ میں داخل ہوئے اور باری باری آپ پر نماز جنازہ پڑھی، جب مرد فارغ ہو گئے تو پھر عورتوں نے نماز جنازہ پڑھی، پھر بچوں نے نماز پڑھی، پھر غلاموں نے نماز پڑھی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نماز کی کسی نے امامت نہیں کی۔ (۲)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تھی صرف صلوۃ وسلام عرض کیا گیا تھا، بعض روایات اس کی موید بھی ہیں لیکن جمہور کے نزدیک آپ کی نماز جنازہ پڑھی

۱۔(الشمائل المحمدیہ ص ۳۳۸-۳۳۷، رقم الحدیث: ۳۹۷، یہ حدیث صحیح ہے، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۳۴، مطبوعہ المکتبہ التجاریہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ)

۲۔(سنن کبری ج ۷ ص ۲۵۰، مطبوعہ نشر السنہ ملتان) علامہ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔(الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

گئی تھی جیسا کہ شمائل ترمذی میں تصریح ہے کہ آپ پر نماز جنازہ میں تکبیرات پڑھی جائیں اور صلوۃ پڑھی جائے اور دعا کی جائے۔

جنازہ اقدس پر نماز کے باب میں علماء مختلف ہیں ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر آتے اور صلوۃ وسلام عرض کرتے' بعض احادیث بھی اس کی موید ہیں' اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض مالکیؒ نے اس کی تصحیح فرمائی' جیسا کہ زرقانی شرح الموطا میں ہے' سیدنا صدیق اکبرؓ تسکین فتن وانتظام امت میں مشغول' جب تک ان کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی' لوگ فوج فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے' جب بیعت ہوئی ولی شرعی صدیق ہوئے انھوں نے جنازہ اقدس پر نماز پڑھی' پھر کسی نے نہ پڑھی' کہ بعد صلوۃ ولی پھر اعادہ نماز جنازہ کا اختیار نہیں۔

صرف آپ پر صلوۃ وسلام عرض کیا گیا تھا وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں:

حافظ الہیثمیؒ متوفی ۸۰۷ ھ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر مرض کا غلبہ ہوا تو ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ پر نماز کون پڑھے گا؟ حضور روئے' ہم بھی روئے' آپ نے فرمایا' ٹھہرو' اللہ تمہاری مغفرت کرے اور تمہارے نبی کی طرف سے تم کو اچھی جزا دے' جب تم مجھے غسل دے چکو' اور مجھ پر خوشبو لگا چکو' اور مجھے کفن پہنا چکو تو مجھے میری قبر کے کنارے رکھ دینا' پھر ایک ساعت کے لیے میرے پاس سے چلے جانا' کیونکہ پہلے مجھ پر میرے دوست اور میرے ہم نشیں جبرائیل اور میکائیل نماز پڑھیں گے' پھر اسرافیل' پھر ملک الموت اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھیں گے' پھر تمام فرشتے آ کر نماز پڑھیں گے' پھر تم لوگ فوج در فوج آ کر داخل ہونا اور

مجھ پر صلوۃ وسلام پڑھنا۔

اس حدیث کو امام بزارؒ نے روایت کیا ہے لین الحدیث ہیں۔اس کی اسانید منقطع ہیں، عبدالرحمن نے مرہ سے سماع نہیں کیا، اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں کئی ضعیف راوی ہیں ان میں سے ایک اشعث بن طابق ہے ازدی نے کہا اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ ۔۔۔۔ (۱)

اس حدیث کو امام حاکمؒ نے بھی اپنی سند سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالملک بن عبدالرحمن مجہول ہے ہم کو اس کی عدالت یا جرح کا علم نہیں ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ (۲)

علامہ ذہبیؒ، امام حاکمؒ پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں، عبدالملک مجہول نہیں ہے، بلکہ اس کو فلاس نے کذاب قرار دیا ہے، اور انھوں نے کہا اس کے باقی رواۃ ثقہ ہیں، تو ہر موضوع حدیث اسی طرح ہوتی ہے، جس میں ایک کے سوا باقی راوی ثقہ ہوتے ہیں اگر حاکم احتیاط کرتے تو اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج نہ کرتے۔ (۳)

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ (جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات ہوئی تو) سیدنا ابوبکرؓ اپنے گھر سے جو "السنح" میں تھے، گھوڑے پر تشریف لائے، وہ گھوڑے سے اتر کر مسجد میں آ گئے، لوگوں سے انھوں نے کوئی بات نہ کی، بلکہ سیدھے میرے ہاں چلے آئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ)

۲۔(المستدرک ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ)

۳۔(تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۰)

وسلم) کا قصد کیا۔اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دھاری دار حِبَری کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔صدیق اکبرؓ نے آپ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور وہ آپ پر جھک گئے،آپ بوسہ دیا اور روتے ہوئے کہنے لگے،میرے ماں باپ آپ پر قربان !اللہ کی قسم !اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا،جو موت آپ کے لیے لکھ دی گئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔ [1]

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکرؓ جب تشریف لائے تو سیدنا عمرؓ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے،چنانچہ انھوں نے فرمایا،عمرؓ بیٹھ جاؤ۔سیدنا عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا تو لوگ سیدنا عمرؓ کو چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔انھوں نے فرمایا،اما بعد!جو شخص (اللہ کے پیغمبر) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو (وہ جان لے کہ) بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پا گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ کی ذات گرامی زندہ ہے،جسے کبھی فنا نہیں،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ) [آل عمران:١٤٤] سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم !معلوم یہ ہوتا تھا کہ لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے جو سیدنا ابو بکرؓ نے تلاوت فرمائی۔لوگوں نے سیدنا ابو بکرؓ سے اس آیت کو حاصل کیا اور جس جس نے بھی اس آیت کو سنا تو بے ساختہ اس کی تلاوت شروع کر دی۔

سیدنا سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ سیدنا عمرؓ نے فرمایا،اللہ کی قسم !میں نے سیدنا ابو بکرؓ سے جب اس آیت کی تلاوت سنی تو میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا،میرے پاؤں مجھے اٹھا نہیں رہے تھے،یہاں تک

١۔[بخاری،کتاب الجنائز،باب الدخول علی المیت:١٢٤١،١٢٤٢]

کہ میں گر گیا۔ [1]

﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾ ﴾

اور کسی شخص کے لیے اللہ کے اذن (حکم) کے بغیر مرنا ممکن نہیں ہے (سب کی موت لکھی ہوئی ہے۔ اور جو دنیا کا صلہ چاہے گا ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا اجر چاہے گا ہم اسے اس میں سے دیں گے اور ہم عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے۔

اذن سے مراد اللہ کا امر یا اس کی قضاء اور قدر ہے' اس آیت کی پہلی آیت سے مناسبت یہ ہے کہ منافقوں نے مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے یہ خبر اڑا دی تھی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ قتل موت کی مثل ہے اور موت اللہ تعالیٰ کے مقدر کیے ہوئے وقت پر آتی ہے تو جس طرح نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اپنے گھر میں موت آتی تو وہ آپ کے دین کے فساد کی موجب نہ ہوتی سو اسی طرح اگر بفرض محال آپ کو شہید کر دیا جائے تو وہ آپ کے دین کے فساد کا کس

---

[1]۔[بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ووفاتہ: ٤٤٥٤]

طرح موجب ہوگا! دوسری وجہ یہ ہے کہ سابقہ آیتوں میں بھی مسلمانوں کو جہاد پر برانگیختہ کیا گیا تھا اور اس آیت میں بھی ان کو جہاد پر آمادہ کیا گیا ہے کہ موت کے ڈر سے جہاد کو نہ چھوڑو' کیونکہ اللہ کے امر اور اس کی قضاء اور قدر کے بغیر موت نہیں آسکتی خواہ تم اپنے گھر میں ہو یا میدان جہاد میں اور اس میں منافقین کے ایک طعنہ کا جواب بھی ہے کیونکہ جب مسلمان جنگ احد سے فارغ ہو کر شہر میں پہنچے تو ان سے منافقوں نے کہا اگر تم ہمارے ساتھ رہتے تو تمہارے ساتھی جو جنگ احد میں قتل کر دیئے جاتے' اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا ہر شخص کی موت ایک وقت معین میں مقرر ہے' اس وقت پر جو شخص جہاں ہوگا مر جائے گا خواہ وہ اپنے گھر میں ہو یا میدان جنگ میں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سب کی) اجل لکھی ہوئی ہے۔ (آل عمران: ۱٤٥)

درایت اور روایت سے لوح محفوظ میں تمام امور کے لکھے جانے بیان: کتاب موجل سے مراد ہے وہ کتاب جس میں سب کی اجل لکھی ہوئی ہے اور وہ لوح محفوظ ہے۔ آیت کے اس حصہ میں بھی ان لوگوں کا رد ہے جنہوں نے سیدنا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شہید ہو جانے کی افواہ اڑائی تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی موت کا وقت لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور کوئی شخص اس وقت کے آنے سے پہلے نہیں مر سکتا تو سیدنا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ان کے وقت سے پہلے موت کیسے آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمام حوادث اور کوائف کا علم ہے اور تمام مخلوق' اس کا رزق' اس کی اجل' اس کی سعادت یا شقاوت لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کا خلاف ہونا محال ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے جہل کو مستلزم ہے' اور کفر' فسق' ایمان اور اطاعت ان سب کی نسبت بندوں کی طرف کی جاتی ہے وہ ان میں سے جس چیز کو اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے وہی چیز پیدا کر دیتا ہے اور ان کے اسی اختیار کی

بناء پران کو جزاء یا سزا دی جاتی ہے لیکن ازل میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بندوں نے اپنے اختیار سے کوئی کام کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اور اس نے اس علم کے مطابق لوح محفوظ میں لکھا دیا ہے اسی علم کو قضاء و قدر سے تعبیر کیا جاتا ہے لہٰذا لوح محفوظ میں وہی لکھا ہے جو بعد میں بندوں نے اپنے اختیار سے کرنا تھا اس لیے یہ وہم نہ کیا جائے کہ بندے تقدیر کی وجہ سے مجبور ہیں۔لوح محفوظ میں تمام امور کے لکھے جانے پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

امام طبرانیؒ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا وہ قلم اور مچھلی ہے، قلم نے پوچھا میں کیا لکھوں ؟فرمایا جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھو، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (آیت) "ن والقلم" "ن" سے مراد مچھلی ہے اور قلم سے مراد قلم ہے۔حافظ الہیثمیؒ نے لکھا ہے اس حدیث میں ایک راوی مومل ثقہ اور کثیر الخطاء ہے، ابن معینؒ وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے، اور امام بخاریؒ وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے، اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ (۱)

نیز امام طبرانیؒ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا تو اس سے فرمایا لکھو تو اس نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو لکھ دیا۔حافظ الہیثمیؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (۲)

امام ابو یعلیؒ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو سب سے پہلے پیدا کیا وہ قلم ہے، پھر اس کو لکھنے کا حکم دیا تو اس نے

۱۔(مجمع الزوائد: ج ۷ ص ۱۲۸)

۲۔(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۹۰)

ہر چیز کو لکھ دیا۔ حافظ الہیثمیؒ نے اس حدیث کو امام بزارؒ کے حوالے سے لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (۱)

امام ابن جریرؒ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ (۲)

امام بیہقیؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (۳)

حافظ سیوطیؒ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بیشک اللہ نے لوح محفوظ کو موتی سے پیدا کیا اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں، اس کا قلم نور ہے، اللہ تعالیٰ ہر روز اس میں تین سو ساٹھ بار نظر فرماتا ہے، پیدا کرتا ہے اور رزق دیتا ہے، اور مارتا ہے اور جلاتا ہے، اور عزت دیتا ہے اور ذلت دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (۵)

حافظ الہیثمیؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اس سند کے راوی ثقہ ہیں۔ (۶)

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

۱۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۹۰)

۲۔ (جامع البیان ج ۲۹ ص ۱۱)

۳۔ (کتاب الاسماء والصفات ص ۲۷۱)

۴۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۲۴۹)

۵۔ (المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۵۷ مطبوعہ بیروت)

۶۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱)

میں جوان مرد ہوں‘ مجھے اپنے نفس پر بدکاری کا خوف ہے‘ اور میں عورتوں سے نکاح کرنے کی (مالی) قدرت نہیں رکھتا‘ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاموش رہے‘ میں نے پھر یہی گزارش کی آپ پھر خاموش رہے میں نے سہ بارہ عرض کیا آپ پھر خاموش رہے‘ میں نے پھر کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے ابوہریرہؓ‘ تمہارے ساتھ جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے‘ اب تم خصی ہو جاؤ یا نہ ہو۔ [1]

اس حدیث میں آپ نے خصی ہونے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ امر بہ طور تہدید ہے۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہو جائے گا تم خصی ہو یا نہ ہو خلاصہ یہ ہے کہ تمام امور ازل میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے متعلق ہو چکے ہیں اس لیے خصی ہونا نہ ہونا برابر ہے‘ کیونکہ جو کچھ مقدر ہو چکا وہ ہو کر رہے گا‘ اس حدیث میں آپ نے خصی ہونے کی اجازت نہیں دی‘ بلکہ اشارۃ اس سے منع فرمایا ہے گویا کہ آپ نے فرمایا جب ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے متعلق ہے تو خصی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں‘ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے آپ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تھی تو آپ نے اس سے صراحۃ منع فرما دیا تھا‘ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب تک کسی شخص کے لیے ممکن ہو وہ جائز اسباب کو حاصل کرے اس کے بعد اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دے اور جب جائز اسباب کو حاصل کرنا اس کی قدرت میں نہ ہو تو پھر اللہ پر توکل کرے اور ان اسباب کے پیچھے نہ پڑے جو اس کی قدرت میں نہیں ہیں‘ اسی لیے جب حضرت ابوہریرہؓ نکاح کرنے کے مالی وسائل نہیں رکھتے تھے تو گناہ سے بچنے کے لیے ان کو آپ نے خصی ہونے کا حکم نہیں دیا‘ حضرت ابوہریرہؓ کو آپ نے روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا جیسا کہ دوسرے

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۰۔۷۵۹‘ مطبوعہ کراچی)

صحابہ کو دیا تھا کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ میں سے تھے اور بہ کثرت روزے رکھتے تھے۔ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انسان تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہے' ہاں واقعی مجبور ہے لیکن تقدیر میں وہی کچھ لکھا گیا ہے جو انسان نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا' اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس کو ازل سے علم تھا کہ انسان پیدا ہونے کے بعد کیا کرے گا اور جو کچھ انسان نے اپنے اختیار سے کرنا تھا وہ اس نے لکھ دیا' اسی علم کا نام تقدیر اور لکھے ہوئے کا نام لوح محفوظ ہے۔

(آیت) "وکل شیء فعلوہ فی الزبر۔ وکل صغیر وکبیر مستطر۔ (القمر: ٥٢۔ ٥١) ترجمہ: اور جو کچھ انھوں نے کیا وہ سب صحیفوں میں لکھا ہوا ہے' ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ٢٦١ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کی تقدیریں لکھیں اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ [١]

اس حدیث میں پچاس ہزار سال کے عدد سے وقت کی اتنی مقدار تقدیر کا مراد ہے' حقیقۃ پچاس ہزار سال کا وقت مراد نہیں ہے کیونکہ وقت تو حرکات فلک اور سورج کی رفتار سے بنتا ہے اور سورج کے طلوع اور غروب سے دن رات بنتے ہیں اور دن رات سے مہینے اور سال بنتے ہیں اور جب افلاک اور سورج نہیں پیدا کئے گئے تھے تو اس متعارف معنی میں وقت بھی نہیں تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو دنیا کا صلہ چاہے گا ہم اسے اس میں دیں گے اور جو آخرت کا صلہ چاہے گا ہم اسے اس میں سے دیں گے اور ہم عنقریب شکر کرنے والوں کو جزاء دیں گے۔ (آل عمران: ١٤٥)

١۔ (صحیح مسلم بشرح الابی ج ٩ ص ٢٦' مطبوعہ بیروت' ١٤١٥ ھ)

نیت اور اخلاص کا بیان

جنگ احد میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے ان میں سے نومسلموں کی نیت غنیمت اور متاع دنیوی تھی اکثر راسخ العقیدہ مسلمان صرف دین کی سربلندی کے لیے اس جنگ میں شریک ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم ہر شخص کو اس کی نیت کے اعتبار سے حصہ دیں گے جو دنیا چاہتا ہو اس کو دنیا ملے گی اور جو عقبیٰ چاہتا ہو اس کو عقبیٰ ملے گی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا ہے کہ اعمال کا مدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے' سو جس شخص کی ہجرت دنیا پانے کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی شے کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔ [۱]

امام ترمذی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں: شفی الاصبحی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جب مدینہ میں آئے تو ایک شخص کے گرد لوگ جمع تھے' انھوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں' میں ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا وہ لوگوں میں حدیث بیان کر رہے تھے' جب وہ خاموش ہوئے اور تنہا رہ گئے تو میں نے کہا آپ مجھے ایسی حدیث سنایئے جس کو آپ نے خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بہ غور سنا ہو اور اس کو سمجھا ہو' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم کو ایسی حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے بغور سنا اور سمجھا ہے پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے' پھر تھوڑی دیر بعد وہ ہوش میں آئے اور کہنے لگے میں تم کو ضرور ایسی حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے اس گھر میں سنائی تھی۔

۱۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس وقت میرے اور آپ کے سوا اس گھر میں اور کوئی نہیں تھا' پھر حضرت ابو ہریرہؓ دوبارہ بے ہوش ہو گئے پھر تھوڑی دیر بعد چہرہ ملتے ہوئے ہوش میں آئے' اور کہا میں تم کو ضرور ایسی حدیث سناؤں گا جو اس گھر میں آپ نے مجھے سنائی اور میرے اور آپ کے سوا اس گھر میں اور کوئی نہیں تھا' پھر حضرت ابو ہریرہؓ تیسری بار بے ہوش ہو گئے پھر تیسری بار چہرہ ملتے ہوئے ہوش میں آئے اور کہا میں تم کو ضرور ایسی حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس گھر میں تنہائی میں مجھے سنائی تھی پھر چوتھی بار کافی دیر بے ہوش رہے' پھر لڑکھڑاتے ہوئے اٹھے' میں نے ان کو سہارا دیا پھر جب ہوش میں آئے تو بیان کرنے لگے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا' تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلے کرے گا اور سب لوگ گھٹنوں کے بل ہوں گے سب سے پہلے اس شخص کو بلایا جائے گا جس نے قرآن یاد کیا اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جو شخص بہت مالدار تھا' اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو اس کتاب کا علم نہیں دیا جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی؟ وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے اس علم پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں دن رات قرآن مجید پڑھتا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا! فرشتے بھی کہیں تم نے جھوٹ بولا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تم نے جھوٹ بولا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص قاری ہے! یہ کہا گیا' پھر اس مالدار شخص کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو وسعت نہیں دی تھی حتی کہ تجھے کسی کا محتاج نہیں رکھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو میں نے تم کو جو کچھ دیا تھا تم نے اس میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتا تھا اور صدقہ کرتا تھا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا' تم جھوٹ بولتے ہو' فرشتے بھی اس سے

کہیں گے تم جھوٹ بولتے ہو' اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص جواد / سخی ہے' سو یہ کیا گیا' پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا تھا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تم کو کس چیز میں قتل کیا گیا! وہ کہے گا مجھے تیرے راستہ میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا' سو میں نے قتال کیا حتیٰ کہ میں قتل کر دیا گیا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تم جھوٹ بولتے ہو' فرشتے بھی اس سے کہیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو' اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہت بہادر ہے' سو یہ کہا گیا' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوہریرہ قیامت کے دن اللہ کی مخلوق میں سے یہ پہلے تین شخص ہوں گے جن سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی' شفی نے یہ حدیث حضرت معاویہؓ کو سنائی تو حضرت معاویہؓ نے کہا ان لوگوں کو یہ سزا دی گئی ہے تو باقی لوگوں کو کیا حال ہوگا! پھر حضرت معاویہؓ اتنی دیر تک روتے رہے کہ ہم نے گمان کیا وہ ہلاک ہو جائیں گے' کچھ دیر بعد حضرت معاویہؓ کی حالت سنبھلی تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے پھر یہ آیات پڑھیں:

(آیت) "من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون۔ اولئک الذین لیس فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وبطل ما کانوا یعملون"۔ (ھود: ۱۶۔ ۱۵) ترجمہ: جو لوگ (صرف) دنیا اور اس کی زینت کے طالب ہیں ہم انھیں دنیا میں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے اور اس میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی' یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں' اور دنیا میں انھوں نے جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور انھوں نے جو عمل کیے وہ رائیگاں چلے گئے۔ [۱]

۱۔ (الجامع الصحیح کتاب الزھد: ۳۷' باب: ۴۸' ماجاء فی الریاء والسمعۃ)

سیدنا سہل بن حنیفؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص صدق دل سے اللہ سے شہادت طلب کرے تو اللہ اس کو شہداء کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے، اگر چہ وہ اپنے بستر ہی پر کیوں نہ فوت ہو۔"[۱]

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص صدق دل سے شہادت طلب کرے تو اسے رتبہ شہادت مل جائے گا، اگر چہ وہ شہید نہ ہوا ہو۔"[۲]

﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٦﴾ ﴾

اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، تو نہ تو وہ پست ہمت ہوئے اس مصیبت کی وجہ سے جو اللہ کے راستے میں انھیں پہنچی اور نہ انھوں نے کمزوری دکھائی اور نہ دشمنوں کے آگے گھٹنے ٹیکے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ربط آیات: سابقہ آیات میں غزوہ احد میں پیش آنے والی بعض کوتاہیوں پر مسلمانوں کو تنبیہ اور ملامت

۱۔[مسلم، کتاب الإمارة، باب استحباب طلب الشھادة: ۱۹۰۹]

۲۔[مسلم، کتاب الإمارة، باب استحباب طلب الشھادة: ۱۹۰۸]

تھی، ان آیات میں بھی اس کا تکملہ پچھلی امتوں کے بعض حالات وواقعات کی طرف اشارہ کر کے کیا گیا ہے کہ وہ کس طرح میدان جنگ میں ثابت قدم استقلال کے ساتھ رہے، تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔

سعید بن منصور وعبد بن حمیدؒ نے ابو عبیدہؒ کے طریق سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے یوں پڑھا لفظ آیت " وکاین من نبی قتل معہ ربیون" اور وہ کہتے تھے کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ فرماتے ہیں لفظ آیت "فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ"۔

سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن المنذرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کوئی نبی جنگ کے دوران شہید کیا گیا ہو۔

سعید بن منصور وعبد بن حمیدؒ نے حسن اور ابراہیم رحمۃ اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ یوں پڑھتے تھے لفظ آیت "قتل معہ"۔

عبد بن حمیدؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ لفظ آیت " وکاین من نبی قتل معہ ربیون" بغیر الف کے پڑھتے تھے۔

زرؒ کے طریق سے ابن مسعودؓ سے اسی کی مثل روایت کیا کہ وہ بھی بغیر الف کے پڑھتے تھے۔

عبد بن حمیدؒ نے عطیہؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ بھی لفظ آیت " وکاین من نبی قتل معہ ربیون" بغیر ال کے پڑھتے تھے۔

" ربیون کثیر"۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، مجاہدؒ، اور قتادہؒ، فرماتے ہیں اس سے مجمع کثیر مراد ہے، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہزاروں کی جماعت، کلبیؒ، فرماتے ہیں کہ ایک " ربی" کہتے ہیں دس ہزار کو۔ ضحاکؒ، فرماتے ہیں ایک ربیہ ایک ہزار کو کہتے ہیں۔ حسن بصریؒ، فرماتے ہیں کہ اس کا معنی فقہاء اور علماء

ہے۔

الفریابی وعبد بن حمیدؒ، ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وطبرانیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ربیون" سے مراد ہے ہزار ہے۔

سعید بن منصورؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ربیون" میں ایک "ربہ" سے ایک ہزار مراد ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذرؒ نے علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "ربیون" سے مراد ہے جماعتیں۔

سعید بن منصورؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ربیون" کے بارے میں فقہا وعلماء اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے کثیر جماعتیں مراد ہیں۔

ابن الانباریؒ نے الوقف والابتداء میں والطستیؒ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرقؒ نے ان سے لفظ آیت "ربیون" کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے جماعتیں مراد ہے (پھر) انھوں نے پوچھا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے حضرت حسانؓ کا قول نہیں سنا؟ واذا معشر تجافوا القصد املنا علیہم ربیا ترجمہ: اور جب لوگ اعتدال سے دور ہو گئے ہم نے ان پر جماعتوں کو موڑ دیا۔

ابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ربیون کثیر" سے مراد ہے علماء کثیر۔

عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ربیون کثیر" سے مراد ہے کہ کثیر

جماعتیں ہیں۔

عبد بن حمیدؒ، ابن المنذرؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ربیون" سے مراد ہے کثیر علماء۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الربیون" سے مراد رعایا اور "ربانیون" سے مراد ہے حکام۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وکاین من نبی قتل" سے مراد وہ قوم ہے جب نبی نے جہاد کیا نہ کمزور ہوئے اور نہ ہی عار محسوس کی کیونکہ ان کے نبی نے قتال کیا تھا۔

ابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ" سے مراد ہے کہ اپنے انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ان کو اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں آئیں اس میں انھوں نے کمزوری نہ دکھائی۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ" یعنی وہ اپنے دشمن سے عاجز نہیں ہوئے۔

کفار سے قتال میں ثابت قدمی

عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فما وھنوا" سے مراد ہے کہ وہ لوگ عاجز نہیں ہوئے اور نہ کمزور ہوئے اپنے نبی کے قتال کی وجہ سے (اور) لفظ آیت "وما استکانوا" یعنی نہ وہ اپنی بصیرت سے پھرے اور نہ اپنے دین سے پھرے کہ وہ قتال کریں اس دین پر جس پر اللہ کے نبی نے قتال کیا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملتے ہیں۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرو ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " وما استکانوا " سے مراد ہے نہ انھوں نے عاجزی کی۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " وما استکانوا " سے مراد ہے کہ وہ ذلیل اور عاجز نہیں ہوئے۔

سدیؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ " وما استکانوا " سے مراد ہے کہ وہ لوگ اپنے دشمن کے لیے ذلیل اور عاجز نہیں ہوئے۔

سیدنا خباب بن ارتؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے تو آپ کعبہ کے سائے میں چادر لپیٹے تشریف فرما تھے، ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور ہمارے لیے دعا کیجیے اور مدد کی درخواست کیجیے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے کا رنگ بدل گیا، آپ نے فرمایا: "تم سے پہلے ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر اس کو اس میں گاڑ دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اسے اس کے سر کے وسط میں رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور مصیبت کا یہ پہاڑ بھی اس کو توحید سے برگشتہ نہ کر سکتا، ایسا بھی ہوتا کہ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، مگر اہل توحید پھر بھی دین نہ چھوڑتے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا کرے گا، حتیٰ کہ یہ وقت بھی آئے گا کہ کوئی سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا تو اسے سوائے اللہ کے کسی کا ڈر نہیں ہوگا، یا اسے اپنی بھیڑوں پر بھیڑیے کا خطرہ ہوگا، لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ تم جلدی کر رہے ہو۔"[۱]

۱۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام: ۳۶۱۲]

﴿ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
وَإِسْرَافَنَا فِيٓ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكَٰفِرِينَ ﴿١٤٧﴾ فَـَٔاتَىٰهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ
الْءَاخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤٨﴾ ﴾

اوران کا قول اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ انھوں نے یوں کہا کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہوں کو، اور ہمارے کاموں میں حد سے آگے بڑھ جانے کو اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔(۱۴۷) آخر کار اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت میں بھی عطا کیا۔ اور اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔(۱۴۸)

اور ان مومنین کی تو اپنے نبی کے شہید ہوجانے کے بعد بارگاہ الٰہی میں یہ دعا تھی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو معاف فرما نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی فتح وغنیمت دی اور آخرت میں بھی جنت عطا کی اور اللہ تعالیٰ ایسے مومنین کو جو جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں پسند فرماتے ہیں۔

ثابت قدمی کی دعاء

اسرافنا: (ہمارا اسراف۔ ہمارا حد سے نکل جانا۔ ہماری زیادتی)۔

ثبت: (تو ثابت رکھ۔ تو قائم رکھ۔ تثبیت سے امر)۔

ثواب: (ثواب۔ اجر۔ انعام۔ نیکی کا بدلہ۔ لغوی اعتبار سے اس کا استعمال اچھے یا برے اعمال کی جزا کے لیے ہوتا ہے مگر عرف عام میں اس سے جزائے خیر مراد لی جاتی ہے۔

ان آیتوں میں اس امت کو بتایا گیا ہے کہ جس طرح آزمائشوں اور مصائب پر صبر کرنے والے نہایت انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ جو کچھ گناہ ان سے سرزد ہو گئے ہیں اور دین کی خدمت میں ان سے جو کوتاہیوں ہوگئی ہیں ان کو معاف کر دے اور آئندہ کافروں کے مقابلہ میں ثابت قدمی عطا فرما کر فتح و کامرانی سے ہمکنار کر دے، تم بھی اسی طرح مصائب برداشت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کرو۔ کسی کو اپنے نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں بڑی سے بڑی جدوجہد پر بھی ناز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کے نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل کا نتیجہ ہیں۔ لہٰذا اسے ہر وقت اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور نیکی پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

پھر اللہ والوں کو دنیا و آخرت دونوں میں اچھا بدلہ دینے کا ذکر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی عمدہ بدلہ دیا یعنی فتح و نصرت، مال غنیمت، ملک اور نیک نامی وغیرہ اور آخرت میں بھی ان کو اچھا بدلہ دے گا یعنی جنت، مرتبہ قرب اور اپنی خوشنودی وغیرہ، جو کچھ ان کو آخرت میں ملے گا دنیا میں اس کا تصور بھی محال ہے کیونکہ جنت کی نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک گزرا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جنت کی نعمتیں فانی نہیں باقی رہنے والی

ہیں۔[1]

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل احسان کو محبوب رکھتا ہے اور احسان کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے عبادت کرنا یعنی عبادت کے وقت ہر طرح کی غفلت دور کر کے دل کو حاضر رکھنا۔ لہٰذا احسان کا تقاضا ہے کہ یہ یقین رکھا جائے کہ رنج و راحت اور دکھ سکھ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کریم و رحیم ہے اس لیے جب تک انسان اپنی اطاعت میں کوئی کمی نہ کرے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت نہیں بدلی جاتی۔ جب بندے کی طرف سے اطاعت میں کمی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمت بدل دیتا ہے اور اس کی جگہ کچھ تکلیف بھیج دیتا ہے تا کہ انسان کی غفلت دور ہو اور وہ معافی طلب کرنے لگے اور دنیاوی سزا بھگت کر پاک وصاف ہو جائے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ”واسرافنا فی امرنا“ سے مراد ہے کہ ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اور جو ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اسے بھی معاف فرما دے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”واسرافنا فی امرنا“ سے مراد ہے کہ ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اور جو ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اسے بھی معاف فرما دے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”واسرافنا فی امرنا“ سے مراد ہے بڑے گناہ (بھی معاف کر دے)۔

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اے لوگو!

ا۔(تفسیر حقانی ۲/۹۷)

دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی تمنا نہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کیا کرو اور اگر مڈبھیڑ ہو ہی جائے تو ثابت قدم رہا کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ [۱]

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”فاتھم اللہ ثواب الدنیا“ سے مراد ہے مدد اور مال غنیمت اور ”وحسن ثواب الاخرۃ“ سے مراد ہے اللہ کی رضامندی اور اس کی رحمت۔

عبد بن حمید وابن المنذر ابن ابی حاتم ؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”فاتھم اللہ ثواب الدنیا“ سے مراد ہے کامیابی غلبہ اور قدرت اور دنیا میں اپنے دشمنوں پر فتح (اور) ”وحسن ثواب الاخرۃ“ سے مراد ہے جنت۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ ﴾

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم ان لوگوں کی بات مانو گے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو وہ تمہاری ایڑیوں پر (الٹے پاؤں) پھیر دیں گے پھر تم نقصان پانے والے ہو جاؤ گے۔

ربط آیت: اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین (علیہم السلام) کے متبعین کے آثار صالحہ پر چلنے کی تلقین فرمائی تھی اور اس آیت میں مشرکین عرب اور کفار کی پیروی کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ جب جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شہادت کی خبر پھیل گئی تو

۱۔[بخاری، کتاب الجھاد، باب لاتمنوا لقاء العدو:۳۰۲۵۔ مسلم، کتاب الجھاد، باب کراھۃ تمنی لقاء العدو:۱۷۴۲]

منافقوں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اب جا کر ابوسفیان سے امان حاصل کرنی چاہیے اور بعض نے کہا اب تم اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جاؤ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد اور مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کا کہا مان لیا تو وہ تم کو الٹے پاؤں لوٹا دیں گے اور تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے' ہر چند کہ یہ آیت خاص موقع اور خاص سبب کے متعلق نازل ہوئی اور ان کا مورد جنگ احد کے خاص واقعات ہیں لیکن اس کا حکم عام ہے' اور مسلمانوں کو اپنے دین اور اپنے مذہبی معمولات کے خلاف کفار کی کسی بات کو نہیں ماننا چاہیے اور اپنے دین اور مذہب کے خلاف ان کی اطاعت کرنا دین اور دنیا کا فساد مول لینا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حسن ؒ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں جب مسلمان دشمن سے شکست کھا گئے تو وہ وادی میں بگٹٹ بھاگتے ہوئے جا رہے تھے۔

قتادہؒ بیان کرتے ہیں جنگ احد کے دن مسلمان وادی میں بھاگے جا رہے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے اللہ کے بندو میری طرف آؤ اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔

سدی ؒ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن جب مشرکوں نے مسلمانوں پر شدت سے دباؤ ڈالا اور ان کو شکست دے دی تو بعض مسلمان مدینہ چلے گئے' اور بعض پہاڑ پر چڑھ کر ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے اللہ کے بندو میری طرف آؤ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے پہاڑ پر چڑھنے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ان کو بلانے کا ذکر کیا ہے۔

جس طرح کسی بڑی مصیبت کو دیکھ کر چھوٹی مصیبت کا غم جاتا رہتا ہے، اسی مسلمان مال غنیمت سے محرومی اور شکست پر غم زدہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے غم میں مبتلا کیا تاکہ اس بڑے غم کے مقابلہ میں یہ چھوٹا غم جاتا رہے اس بڑے غم کی کئی تفسیرین کی گئی ہیں، امام ابن جریر طبریؒ روایت کرتے ہیں:

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ اس دن سب سے بڑا غم یہ تھا کہ یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیئے گئے اور دوسرا غم یہ تھا کہ ستر صحابہ شہید ہو گئے تھے۔ ٦٦ انصار اور ٤ مہاجرین اور بہت سارے صحابہ زخمی ہو گئے تھے۔

مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک غم یہ تھا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شہادت کی خبر پھیل گئی تھی اور دوسرا غم یہ تھا کہ کافروں نے پلٹ کر حملہ کیا اور مسلمان اس اچانک یلغار سے گھبرا کر بھاگ پڑے۔[١]

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا" سے مراد ہے کہ تم یہود نصاریٰ کی نصیحت قبول نہ کرو اپنے دین کے بارے میں اور نہ تم ان کی تصدیق کرو کسی چیز کے بارے میں اپنے دین میں۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا" سے مراد ہے کہ اگر تم ابوسفیان بن ابی طالبؓ سے روایت کیا کہ ان سے اس آیت کے بارے میں "یایھا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم" کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس سے مراد عربوں کے عادات و فضائل اختیار کرنا ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد کھیتی ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ میں تم کو اپنی ایڑی پر پلٹ جانے والے کے

١۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٨٩۔٨٨ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ١٤٠٩ھ)

بارے میں نہ بتاؤں جو عطیہ لیتا ہے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے پھر اس کو چھوڑ دیتا ہے اور جزیہ اور رزق کے بدلے زمین کو لے لیتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اپنی ایڑی کے بل پلٹ جاتا ہے۔

﴿ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝۱۵۰ ﴾

بلکہ اللہ ہی تمہارا مالک ہے اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہتر ہے۔

مولیٰ کا معنی مالک، مددگار، دوست وغیرہ ہے، یعنی تم کفار کی اطاعت تو اس لیے کرو گے کہ وہ تمہاری کچھ مدد کریں، مگر یہ سراسر جہالت ہے۔ تمہارا مالک، حامی و ناصر تو اللہ تعالیٰ ہے، اس پر بھروسا رکھو گے تو دنیا کی کوئی طاقت تمہارا بال بیکا نہیں کرسکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىِٕكُمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا) [النساء: ٤٥] "اور اللہ تمہارے دشمنوں کو زیادہ جاننے والا ہے اور اللہ کافی دوست ہے اور اللہ کافی مددگار ہے۔" اور فرمایا: (اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ) [آل عمران: ١٦٠] "اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔

کفار کی باتوں پر کان دھرنے کی بجائے اپنے رب پر بھروسہ کرو وہی تمہارا کارساز اور سب سے بہتر مددگار ہے کیونکہ وہی سب قوتوں کا مالک ہے۔ چنانچہ احد میں صحابہ کرام ؓ نے منافقین کی باتیں ماننے کی بجائے ان آیات پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں احد میں دوبارہ اپنے رسول کے گرد جمع کر دیا۔ تب کفار کے دل میں رعب ڈال دیا گیا جیسا کہ اگلی آیت مبارک میں آرہا ہے۔

بل اللہ مولکم، کے تحت مروی ہے کہ میدان احد میں ابوسفیان نے جو کفار کا سربراہ تھا، کہا: لنا عزی ولا عزی لکم عزی، ہمارا خدا ہے اور تمہارا کوئی عزی نہیں۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اسے جواب دو:

اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں، چنانچہ اسی موقع پر یہ آیت مبارکہ بھی اتری: ذلک بان اللہ مولی الذین امنوا وان الکفرین لا مولیٰ لھم، (محمد:۱۱ﷺ) اور یہ بھی فرمایا گیا: بل اللہ مولاکم۔ [1]

﴿ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۖ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ﴿١٥١﴾ ﴾

ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ انھوں نے ایسی چیز کو اللہ کا شریک بنایا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ ظلم کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔

شان نزول

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوسفیان اور مشرک احد کے دن مکہ کو جانے لگے اور

۱۔(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ احد حدیث ۴۰۴۳)

روانہ ہو گئے تو کچھ راستہ طے کرنے کے بعد ان کو پشیمانی ہوئی اور کہنے لگے ہم نے برا کیا کہ ہم نے ان کو قتل کیا پھر جب چند بھاگے ہوئے لوگوں کے سوا ہمارے مقابلہ میں کوئی باقی نہ رہا تو ہم ان کو چھوڑ آئے اس لیے مناسب ہے کہ ابھی لوٹ چلو اور ان کی جڑیں کاٹ دو (کافروں نے یہ ارادہ کیا ہی تھا) کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ واپس مکہ کی طرف جانے لگے (راستے میں) ایک دیہاتی سے یہ لوگ ملے اس سے انعام کا وعدہ کیا اس کو انھوں نے اس بات پر مقرر کیا اور اس سے کہا اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ملے تو ان کو یہ خبر دے دینا کہ ہم نے ان کے لیے کیا کچھ جنگ کا سامان تیار رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس کی خبر دے دی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ حمراؤالاسد تک پہنچے اس پر اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ابو سفیان کا جب اس نے دوبارہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف لوٹ کر جانے کا ارادہ کیا اور جو اس کے دل میں رعب ڈال دیا گیا اسی کو فرمایا لفظ آیت ”سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب“۔

ابو سفیان کا مرعوب ہونا

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو سفیان کے دل میں رعب ڈال دیا تو وہ مکہ کی طرف لوٹ گیا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ابو سفیان نے تم سے ایک حصہ پایا اور وہ لوٹ چکا (لیکن) اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا۔

مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔

احمد وترمذی ؒ (نے اس کو صحیح کہا) ابن المنذر وابن مردویہ اور بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں ابوامامہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھے انبیاء پر چار چیزوں کی فضیلت دی گئی مجھے سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا میرے لیے اور میری امت کے لیے ساری زمین کو سجدہ کرنے کی جگہ کو پاک بنادیا گیا پس جہاں بھی کوئی آدمی میری امت میں سے نماز (کے وقت) کو پالے تو اس کے پاس کی جگہ اس کی مسجد بھی ہے اور اس کے پاس پاک جگہ ہے اور میں مدد کیا گیا رعب کے ساتھ ایک ماہ کی مسافت تک کہ (اللہ تعالیٰ) اس کو میرے دشمن کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور میرے لیے غنیمت (کے مالوں) کو حلال کردیا گیا ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: 1 مہینے بھر کی مسافت سے دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ 2 میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک بنادی گئی ہے، جس آدمی کو جہاں نماز کا وقت پالے وہ وہیں نماز پڑھ لے۔ 3 میرے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا ہے۔ 4 مجھ سے پہلے ہر نبی کو بطور خاص صرف ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور 5 مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔" [۱]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ آپ کی امت یعنی مسلمانوں کا رعب بھی مشرکوں پر ڈال دیا گیا ہے اور اس کی وجہ ان کا شرک ہے۔ گویا شرک کرنے والوں کا دل دوسروں کی ہیبت سے ڈرتا اور لرزتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں کی بڑی تعداد مشرکانہ عقائد و اعمال

۱۔[بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب قول النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): جعلت لی الأرض مسجدًا وطهورًا: ۴۳۸۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ: ۵۲۱]

میں گرفتار ہوئی۔ تقریباً ہر شہر اور محلہ میں پختہ قبریں اور غیر اللہ کے آستانے بن گئے اور غیر اللہ سے استغاثہ اور مدد مانگنا شروع ہو گئے، تو اس شرک کی وجہ سے شرک کرنے والے مسلمانوں کا رعب جاتا رہا۔ ہاں توحید والے اس رعب سے محفوظ ہیں اور قیامت تک کفار سے جہاد جاری رکھیں گے اور ان کا رعب کفار کے دلوں میں کفار کے مشرکانہ عقائد و اعمال کی وجہ سے رہے گا۔

﴿ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے کافروں کو کاٹ رہے تھے یہاں تک کہ تم نے جب پست ہمتی اختیار کی اور کام میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی اس کے بعد اس نے تمہاری پسند کی چیز تمہیں دکھا دی بعض تم میں وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں ایسے تھے جو آخرت چاہتے تھے۔۔ پھر اس نے تمہیں ان سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمائے اور یقیناً اس نے تمہاری لغزش سے

درگزر فرمایا اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

شان نزول

البیہقیؒ نے دلائل میں عروہ رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا تھا اگر وہ صبر اور تقویٰ اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائیں گے پانچ ہزار فرشتوں سے نشان لگائے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا بھی مگر جب انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی اور انھوں نے اپنی صف بندی کو چھوڑ دیا اور تیر اندازوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اپنے عہد کو چھوڑ دیا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور انھوں نے دنیا کا ارادہ کر لیا تو ان سے فرشتوں کی مدد اٹھا لی گئی اور اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت "ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونہم باذنہ" اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اپنا وعدہ اور ان کو فتح دکھا دی جب انھوں نے نافرمانی کی تو ان کو مصیبت کے ذریعہ سزا دی۔
ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولقد صدقکم اللہ وعدہ" سے مراد ہے کہ ابو سفیان شوال کی تین راتیں گزر چکی تھیں آیا یہاں تک کہ احد کے میدان میں اترا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر تشریف لائے اور لوگوں میں منادی کی تو (سب لوگ) اکٹھے ہو گئے زبیر بن عوامؓ کو گھڑ سوار دستے کا امیر مقرر کیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قریش میں سے ایک آدمی مصعب بن عمیرؓ کو جھنڈا عطا فرمایا اور حمزہ بن عبدالمطلبؓ بھی لشکر کے ساتھ نکلے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حمزہؓ کو آگے بھیجا اور خالد بن ولید مشرکین کے گھڑ سوار دستے کے ساتھ آگے بڑھے اور ان کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت زبیرؓ کو بھیجا اور فرمایا خالد بن ولید کی طرف جاؤ اور اس کے سامنے رہو یہاں تک کہ تجھ کو اجازت دی

جائے اور فرمایا تم سامنے نہ آنا جب تک کہ میں تم کو اجازت نہ دوں اور ابوسفیان اپنے لات اور عزیٰ کو اٹھائے ہوئے تھا اور دوسرے گھڑسواروں کو حکم فرمایا کہ وہ دوسری جانب میں ہو جائیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زبیرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ حملہ کردیں انھوں نے خالد بن ولید پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی اور اس کو بھی جو اس کے ساتھ تھا اسی پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونہم باذنہ" اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کی مدد کریں گے اور بیشک وہ ان کے ساتھ ہیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں میں سے بعض کو بھیجا کہ یہ صحابہ کے پیچھے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں سے فرمایا کہ تم یہاں رہو جو ہم سے بھاگے اس کو واپس لوٹاؤ اور ہماری پشت کی جانب سے ہماری حفاظت کرنا جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہ جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے جب انھوں نے قوم کو شکست دی تو ان کے بعض لوگوں نے بعض لوگوں سے کہا جب انھوں نے عورتوں کو پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھا اور غنیمتوں کو دیکھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف چلو اور غنیمت کے مال کو پاؤ پہلے اس سے کہ تم سے چلی جائے دوسری جماعت نے کہا بلکہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کریں گے اور اپنی جگہ پر ثابت قدم رہیں گے اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "منکم من یرید الدنیا" تم میں سے کچھ وہ ہیں جو دنیا کے طالب ہیں آپ لوگوں کے لیے جنہوں نے غنیمت کا ارادہ کیا (اور فرمایا) لفظ آیت "ومنکم من یرید الاخرۃ" تم میں سے کچھ وہ ہیں جو آخرت کا ارادہ کرتے ہیں جنہوں نے یہ کہا تھا ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کریں گے اور اپنی جگہ پر جمے رہیں گے تو وہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آگئے اور وہ بزدل ہو گئے جب انھوں نے آپس میں تنازعہ کیا

اسی کو فرمایا لفظ آیت "وعصیتم من بعد ما ارکم ما تحبون" (یعنی تم نے نافرمانی کی بعد اس کے جب تم نے اس چیز کو دیکھا جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی جب تم نے فتح کو اور غنیمت (کے مال) کو دیکھا۔

احمد و ابن ابی حاتمؒ نے طبرانی اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد نہیں فرمائی کسی جگہ میں جیسے کہ احد کے دن مدد فرمائی مگر لوگوں نے اس تعبیر کا انکار کیا ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میرے اور اس آدمی کے درمیان جو انکار کرتا ہے فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ احد کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں لفظ آیت "ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونہم باذنہ حتی اذا فشلتم" سے لے کر "ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المومنین" تک آیت میں ان تیر اندازوں کا ذکر ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو ایک جگہ پر ٹھہرایا پھر فرمایا ہمارے پیچھے سے ہماری حفاظت کرنا اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہم قتل کیے جا رہے ہیں تو ہماری مدد نہ کرنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم غنیمت لوٹ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو غنیمت (کا مال) مل گیا اور صحابہ نے مشرکین کے لشکر کو صباح جاتا دیکھا تو سب تیر انداز (اپنی جگہ سے) ہٹ گئے اور لشکر میں داخل ہو کر مال غنیمت لوٹنے لگے مسلمانوں کے صفیں یوں ایک دوسرے میں مل گئیں اور وہ اس طرح ہو گئے تھے آپ نے انگلیوں کا جال بنایا جب تیر اندازوں نے اس درہ کو خالی کر دیا جس میں وہ تھے تو اسی جگہ سے صحابہ کرامؓ پر گھوڑ سوار دستہ داخل ہو گیا اور ان کے بعض نے بعض کو مارنا شروع کر دیا اور معاملہ مشتبہ ہو گیا مسلمانوں کے بہت سے لوگ قتل کر دیئے گئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہ نے دن کے شروع میں مشرکین کے جھنڈے والے سات یا نو آدمیوں کو قتل کر دیا اور مسلمان پہاڑ کی طرف گھوم گئے ابھی وہ پہاڑ پر نہ پہنچے

تھے جہاں لوگ کہہ رہے تھے الغاب (بد بودار گوشت) اور وہ مہر اس کو لینے والے پتھر کے نیچے تھے شیطان نے چیختے ہوئے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے اور کسی کو شک نہیں تھا اس کے حق ہونے میں۔ہم اسی حال پر تھے کہ ہم نے آپ کے قتل ہو جانے پر شک نہیں کیا یہاں تک کہ آپ دو پہاڑوں کے درمیان سے نمودار ہوئے جب آپ چلتے تو ہم آپ کی چال سے آپ کو پہچان لیتے ہم بہت خوش ہوئے یہاں تک کہ گویا ہم کو یہ تکلیف نہیں پہنچی پس آپ ہماری طرف چڑھے اور آپ یہ دعا فرمارہے تھے اللہ کا عذاب سخت ہو گیا ایسی قوم پر جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا اے اللہ ان کو یہ طاقت نہ دے کہ وہ ہم پر چڑھ آئیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کچھ دیر ٹھہرے رہے اچانک ابوسفیان پہاڑ کے نیچے سے چیخا اعل ھبل، اعل ھبل (یعنی ہمارا بت اونچا ہو گیا) ابن ابی کشبہ کہاں ہے ابن ابی قحافہ کہاں ہے؟ ابن الخطاب کہاں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا میں اس کا جواب دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں (جواب دو) جب اس نے کہا اعل ھبل تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ اعل واجل پھر اس نے دوسری بار کہا ابن ابی کبشہ کہاں ہے ابن ابی قحافہ کہاں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یہ ابوبکرؓ ہیں اور میں عمرؓ ہوں اس نے کہا آج کا دن بدر کے بدلہ میں ہے دن گھومتے رہتے ہیں اور لڑائی میں کبھی ایک کو غلبہ ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کو حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم برابر نہیں ہیں ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں اس نے کہا تم اسی طرح گمان کرتے ہو پھر تو ہم نامراد ہوئے اور ہم نے نقصان اٹھایا پھر اس کو جاہلیت کی غیرت نے پکڑ لیا اور کہنے لگا اگر ایسا ہی ہے (جیسے تم کہتے ہو) اور ہم اس کو پسند نہیں کرتے۔

ابن ابی شیبہؒ نے واحمد ابن المنذرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ عورتیں احد کے دن مسلمانوں کے پیچھے تھیں جو مشرکین کے زخمیوں کا کام کرتی تھیں اگر میں اس بات پر قسم کھاؤں تو میں امید کرتا ہوں کہ میں (اپنی قسم سے) بری ہو جاؤں گا کہ ہم میں سے کوئی ایک بھی دنیا کا ارادہ کرنے والا نہیں تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت "منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ" (یعنی جو شخص تم میں سے دنیا کا ارادہ کرتا ہے اور جو شخص تم میں سے آخرت کا ارادہ کرتا ہے جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہؓ نے خلاف کیا اور نافرمانی کی اس کام کی جس کا وہ حکم دیئے گئے تھے) تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صحابہ کے ساتھ ایک طرف ہو گئے سات انصار میں سے اور دو قریش میں سے جبکہ آپ دسویں تھے جب وہ لوگ (یعنی دشمن) آپ کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ایسے آدمی پر جو ان (کافروں) کو ہم سے ہٹا دے تو ایک آدمی انصار میں سے اٹھا اور کچھ دیر کافروں سے لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا پھر جب انھوں نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو ان کو ہم سے ہٹا دے آپ برابر (یہ بات) فرماتے رہے یہاں تک کہ ساتوں قتل کر دیئے گئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے دو ساتھیوں سے فرمایا ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا ابو سفیان آیا اور کہنے لگا اعل ھبل (ایک بت کا نام ہے) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم کہو اللہ بہت بلند اور بڑے مرتبے والا ہے (پھر) ابو سفیان نے کہا ہمارے لیے عزی (ایک بت کا نام) ہے اور تمہارے لیے کوئی عزی نہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم (جواب میں) کہو اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے اور کافروں کے لیے کوئی مولیٰ نہیں پھر ابو سفیان نے کہا ہمارا اگلا مقابلہ بدر کے میدان میں ہوا۔ یک دن تمہارے حق میں ہے اور

ایک دن ہمارے حق میں ہے ایک دن نساء کا اور ایک نشر کا (ہمارے بت) کا ہے حنظلہ بدلے حنظلہ کے ہے اور فلاں بدلہ فلاں کے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (دونوں فریقین) برابر نہیں ہیں کیونکہ ہمارے مقتول زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور تمہارا مقتول آگ میں ہیں عذاب دیئے جاتے ہیں ابوسفیان نے کہا بعض مقتولوں کے اعضاء کاٹ دیئے گئے اگرچہ وہ ہماری وضاحت (یعنی ہمارے حکم) کے بغیر ہوا نہ میں نے حکم دیا نہ میں نے منع کیا نہ میں اس کو پسند کرتا ہوں اور نہ میں اس کو برا جانتا ہوں نہ یہ کام مجھے برا لگا اور نہ میں خوش ہوا راوی نے کہا پھر جب انھوں نے دیکھا تو حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر دیا گیا تھا اور ہندہ عورت نے اس کے کلیجے کو نکال کر چبایا مگر اس کو نہ کھا سکی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا کیا کوئی چیز اس نے کھائی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے ہیں کہ وہ حمزہؓ (کے عضو میں سے) کسی چیز کو آگ میں داخل کریں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے حمزہؓ رکھے گئے آپ نے ان پر نماز پڑھی اور ایک اور آدمی انصار سے لائے گئے اور ان کے پہلو میں رکھے گئے آپ نے ان پر بھی نماز پڑھائی انصاری کو اٹھا لیا گیا اور حمزہؓ کو چھوڑ دیا گیا پھر ایک اور آدمی کو لایا گیا اور اس کو بھی حمزہؓ کے پہلو کی طرف رکھا گیا۔ آپ نے اس پر نماز پڑھائی پھر اس کو اٹھا لیا گیا اور حمزہ کو چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ ان پر ستر بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔

جبل رماۃ پر پچاس تیراندازوں کا تعین

احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن جریر و ابن المنذر و البیہقیؒ نے دلائل میں براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے احد کے دن پچاس تیراندازوں کو ایک جگہ مقرر فرمایا جن

میں عبداللہ بن جبیرؓ کو امیر مقرر کیا اوران سے فرمایا اگر تم لوگ ہم کو دیکھو کہ ہم کو پرندے اچک رہے تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا یہاں تک کہ میں تمہاری طرف پیغام بھیجوں صحابہؓ نے کافروں کوشکست دے دی عبداللہ بن جبیرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑوں پر بھاگ رہی ہیں اوران کی پنڈلیان اوران کے پازیب ظاہر ہو چکی ہیں اورانھوں نے اپنے کپڑوں کواوپر اٹھایا ہوا ہے عبداللہ کے ساتھیوں نے کہا غنیمت کا مال سمیٹو تمہارے ساتھ غالب آچکے ہیں کیا تم نہیں دیکھ رہے؟ عبداللہ بن جبیرؓ نے فرمایا کیا تم بھول گئے تم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کیا فرمایا تھا ان لوگوں نے جواب دیا اللہ کی قسم ہم ضرور ساتھیوں کے پاس جائیں گے اور ہم ضرور اپنا حصہ غنیمت میں سے لیں گے جب یہ لوگ (اپنی جگہ اتر کر) ان کے پاس آئے تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے اور وہ شکست خوردہ ہو کر آئے یہ وہ موقعہ تھا (کہ صحابہ شکست کھا کر بھاگ رہے تھے) اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ سوائے بارہ آدمیوں کے کوئی باقی نہ رہا ہمارے ستر ساتھی شہید ہوئے اور بدر کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہ نے مشرکین میں سے ایک سو چالیس آدمیوں کو قابو کر لیا تھا جن میں سے ستر کو قیدی بنایا تھا اور ستر کو قتل کیا تھا۔ ابوسفیان (قریش کے سردار) نے کہا کیا (مسلمانوں کی) قوم میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) موجود ہیں؟ تین مرتبہ کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو جواب دینے سے منع فرمایا پھر اس نے کہا کیا تم میں ابن ابی قحافہ موجود ہیں؟ دو مرتبہ کہا کیا تم میں ابن الخطاب موجود ہیں؟ دو مرتبہ کہا پھر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے یہ لوگ قتل کر دیئے گئے ہیں تحقیق تم ان سے بدلہ لے چکے ہو حضرت عمرؓ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور (فورا) کہا تو نے جھوٹ کہا اللہ کی قسم! اے اللہ کے دشمن جن

لوگوں کا تو نے نام لیا وہ سب زندہ ہیں جو چیز تجھے دکھ میں ڈالنے والی ہے وہ زندہ ہے ابوسفیان نے کہا اگلی جنگ بدر کے میدان میں ہوگی اور لڑائی میں کبھی ایک کو غلبہ ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کو اور تم (اپنی) قوم میں مثلہ کو پاؤ گے یعنی ایسے مقتول کو جس کے اعضاء کاٹ دیئے گئے ہیں میں نے اس کا حکم نہیں دیا اور اس بارے میں تم مجھے برا نہ کہو پھر رجز پڑھنے لگا اعل ھبل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا تم اس کا جواب نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کیا کہیں آپ نے فرمایا تم کہو لفظ آیت "اللہ اعلی واجل" یعنی اللہ بہت بلند اور بڑے مرتبہ والا ہے پھر اس نے کہا ہمارے لیے عزیٰ (بت) ہے اور تمہارا کوئی عزی نہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا تم اس کو جواب نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کیا کہیں آپ نے فرمایا تم کہو اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارے لیے کوئی مولیٰ نہیں۔

میدان احد میں افراتفری

بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت جابرؓ سے روایت کیا کہ احد کے دن لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بھاگ گئے اور آپ کے ساتھ انصار میں سے صرف گیارہ صحابہؓ باقی رہے اور طلحہ بن عبید اللہؓ بھی تھے اور آپ پہاڑ پر اوپر چڑھ رہے تھے مشرکوں نے ان سب کو گھیر لیا تھا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا ان (مشرکین سے مقابلہ کرنے کے لیے) کوئی ہے؟ طلحہؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا اے طلحہ جو کر سکتے ہو کرو تو انصار میں سے ایک آدمی نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! تو اس نے آپ کی طرف سے (مشرکین سے) قتال کیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہ پہاڑی کے اوپر چڑھتے گئے پھر وہ انصاری

شہید کر دیئے گئے اور وہ مشرک ساتھ آ ملے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (پھر) فرمایا کیا کوئی آدمی ہے ان (مشرکوں کے مقابلہ) کے لیے طلحہؓ نے پہلے کی طرح پھر کہا (میں حاضر ہوں) اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پھر اسی طرح فرمایا (کہ کون ہے مقابلہ کے لیے) تو انصار میں سے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں اور آپ کے صحابہ پہاڑی پر چڑھ رہے تھے پھر وہ انصاری بھی شہید کر دیئے گئے اور مشرک آپ تک پہنچ گئے پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہلے کی طرح فرما رہے تھے اور طلحہؓ کہتے رہے میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو روکتے رہے (اس کے بعد) ایک آدمی نے انصار میں سے کافروں سے لڑنے کی اجازت تو آپ نے اس کو اجازت دے دی۔

یہ آدمی بھی اپنے سے پہلے لوگوں کی طرح کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے یہاں کہ آپ کے ساتھ طلحہؓ کے سوا کوئی باقی نہ رہا کافروں نے ان دونوں حضرات کو گھیر لیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان (کافروں سے مقابلہ) کے لیے کون ہے؟ طلحہؓ نے عرض کیا میں حاضر ہوں تو انھوں نے بھی پہلے لوگوں کی طرح قتال کیا یہاں تک کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں تو انھوں نے کہا "حس" یعنی اف (یہ وہ کلمہ ہے جو عرب کے لوگ دفعتہ کوئی تکلیف پہنچنے پر کہتے ہیں) آپ نے فرمایا اگر تو بسم اللہ کہتا یا اللہ تعالیٰ کے نام کو یاد کرتا تو تجھ کو فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ تیری طرف دیکھتے آسمان کی فضا میں پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے صحابہ کی طرف پہاڑی پر چڑھ گئے اور وہ وہاں اکٹھے ہو چکے تھے۔

ابن جریر و ابن المنذرؒ نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اذ تحسونہم باذنہ" "الحس" سے قتل مراد ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اذ تحسونہم" سے مراد ہے کہ تم ان کو قتل کرر ہے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرقؒ نے ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "تحسونہم" کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے لفظ آیت "تقتلو ہم" یعنی تم ان کو قتل کرتے ہو نافع نے عرض کیا کیا عرب کے لوگ اس معنی کو جانتے ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا قول نہیں سنا:

ومنا الذی لاقی بسیف محمد فحسن بہ الاعداء عرض العسا کر ترجمہ: اور ہم میں سے ایسا جوان بھی ہے جو بھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تلوار کے ساتھ دشمن سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے ساتھ دشمنوں کے لشکر کے ایک حصہ کو قتل کر دیتا ہے۔

طبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ان سے نافع بن ازرقؒ نے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "اذ تحسونہم باذنہ" کے بارے میں بتایئے تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے لفظ آیت "تقتلونہم" یعنی تم ان کو قتل کرتے ہو عرض کیا گیا عرب کے لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کتاب نازل ہونے سے پہلے اس معنی سے واقف تھے فرمایا ہاں کیا تو نے عتبہ اللیثی کا یہ قول نہیں سنا ؟: نحسھم بالبیض حتی کاننا نفلق منہم بالجماجم حنظلا ترجمہ: ہم ان کو قتل کرتے ہیں سفید تلواروں سے گویا کہ ہم ان کی کھوپڑیوں کو حنظل کے ساتھ ہی ٹکڑے ٹکڑے کرر ہے تھے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "حتی اذا فشلتم وتنازعتم" سے بزدلی مراد ہے۔

اختلاف کی وجہ سے رحمت زحمت میں بدل گئی

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "حتی اذا فشلتم" سے مراد ہے کہ تم نے بزدلی دکھائی اپنے دشمن کے مقابلہ سے اور لفظ آیت "وتنازعتم فی الامر" سے مراد ہے کہ تم نے اختلاف کیا اور تم نے نافرمانی کی لفظ آیت "من بعد ما ارکم ماتحبون" اور یہ احد کے دن تھا ان سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ بلاشبہ تم عنقریب غالب ہوں گے لیکن ہرگز طلب نہ کرنا غنیمت کے مال کو کچھ بھی یہاں تک کہ تم جنگ سے فارغ ہو جاؤ (پھر) انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کو چھوڑ دیا اور ان کی نافرمانی کی اور غنیمت کے مال کو جمع کرنے لگے۔ اور اس عہد کو بھول گئے وہ جو آپ نے ان سے عہد لیا تھا۔ اور مخالفت کی انھوں نے اس کام کی جس کا ان کو حکم کیا گیا تھا پس (اللہ تعالیٰ نے) ان کے خلاف ان کے دشمنوں کی مدد کی، بعد اس کے کہ اللہ نے ان کو وہ چیز دکھائی تھی جس کو وہ پسند کرتے تھے۔ (یعنی مال غنیمت)۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے سعید بن عبدالرحمن بن ابزیؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "حتی اذا فشلتم" کے بارے میں روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اصحاب میں پچاس آدمیوں کو مقرر فرمایا اور ان پر عبیداللہ بن اخواتؓ کو امیر بنایا پھر ان کو خالد بن ولید کے سامنے ٹھہرایا جو مشرکین کے گھوڑ سوار دستے کا امیر تھا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کافروں کو شکست دے دی تو ان پچاس میں سے آدھے لوگوں نے کہا چلو یہاں تک کہ ہم اپنے لوگوں کے ساتھ مل جائیں۔ اور ہم غنیمت کے مال کو اکٹھا کرنے میں شریک ہو جائیں اور ان میں سے دوسرے لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم کو حکم فرمائیں۔ (اکثر لوگوں نے جگہ چھوڑ دی) تو جب

خالد بن ولید نے دیکھا ان پر (یعنی مسلمانوں پر) چڑھ دوڑے اور (زبردست) حملہ کر دیا۔ان افراد نے خالد بن ولید سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ (مسلمانوں کی) ایک جماعت شہید ہوگئی۔تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت "ولقد صدقکم اللہ وعدہ" سے لے کر "وعصیتم" تک۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جگہ چھوڑنے والوں کو نافرمان قرار دیا۔

ابن المنذر نے براء بن عازبؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "من بعد ما ارکم ما تحبون" میں "ما تحبون" سے مراد ہے غنیمت اور مشرک قوم کا شکست کھانا۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "من بعد ما ارکم ما تحبون" سے مراد ہے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی مدد فرمائی مشرکین کی عورتیں سخت اور نرم سب جگہوں پر بھاگ رہی تھیں۔ پھر ان پر مشرکین کو غلبہ دے دیا گیا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی وجہ سے۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے احد کے دن مسلمانوں میں سے ایک جماعت کو حکم فرمایا تم لوگوں کے لیے پہرہ دار بن جاؤ۔یعنی ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ پر رہیں۔اور ان کو حکم فرمایا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں یہاں تک کہ تم کو اجازت دی جائے جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) احد کے دن ابوسفیان سے اور جو لوگ ان کے ساتھ مشرکین میں سے جنگ کی تو ان کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شکست دی۔ جب ان پہرے داروں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دے دی ہے تو بعض لوگ غنیمت غنیمت کی آواز لگاتے ہوئے چل دیئے کہ تم مال غنیمت اکٹھا کرو تم سے نہ رہ جائے لیکن بعض اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے اور انھوں نے کہا ہم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ ہم کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اجازت نہ فرمائیں اس بارے میں یہ آیت نازل

ہوئی لفظ آیت "منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ" ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے میرا خیال نہیں تھا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے کوئی ایک بھی دنیا اور اس کے سامان کا ارادہ رکھتا ہے یہاں تک کہ غزوہ احد کا موقعہ آیا۔

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی تو تیر اندازوں نے کہا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور لوگوں کے پاس چلو کہ وہ لوگ ہم سے مال غنیمت اکٹھا کرنے میں سبقت نہ کر جائیں اور سارا مال ان کا نہ ہو جائے لیکن بعض لوگوں نے کہا کہ ہم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ ہم کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اجازت عطا نہ فرمائیں تو (اس بارے میں یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ" ابن جریج ؒ نے کہا کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے ہم سے ایک کو بھی نہیں جانا کہ وہ دنیا اور اس کے سامان کا ارادہ کرتا تھا یہاں تک کہ غزوہ احد کا دن آیا۔

احمدؒ، ابن ابی شیبہؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم ؒ نے طبرانی اوسط میں بیہقی ؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ہمارا خیال نہیں تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا ہو یہاں تک کہ احد کے دن ہمارے بارے میں (یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ"۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے اس کے بارے میں روایت کیا ہے کہ پھر تم کو ان سے پھیر دیا تو مسلمانوں میں سے اتنی تعداد میں لوگ شہید ہو گئے جتنے بدر کے دن (مشرک) قید ہوئے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کے چچا شہید ہوئے اور آپ کے آگے کے دانت مبارک شہید ہوئے اور آپ کے چہرہ مبارک میں زخم آیا صحابہؓ نے کہا کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم سے مدد کا وعدہ نہیں کیا تھا ؟ تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت " ولقد صدقکم اللہ وعدہ " سے لے کر " ولقد عفا عنکم " ۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت " ولقد عفا عنکم " کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تحقیق میں نے تم کو معاف کر دیا اگرچہ تم نے میری نافرمانی کی کہ میں نے تم کو جڑ سے نہیں اکھیڑا (یعنی تم کو دنیا سے ملیا میٹ نہیں کیا) پھر حسنؒ نے فرمایا یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں تھے اللہ کے لیے (دشمن سے) سخت غصہ کرنے والے تھے اور اللہ کے دشمنوں سے قتال کرنے والے تھے جس چیز سے منع کیا گیا تھا انھوں نے اس کو ضائع کر دیا اللہ کی قسم ! ان لوگوں نے (رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کو) چھوڑا یہاں تک کہ اس غم میں مبتلا کیا گیا ان میں سے ستر شہید کر دیئے گئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا شہید ہوئے اور آپ کے اگلے دانت مبارک بھی شہید ہو گئے اور آپ کے چہرے مبارک بھی زخمی ہوا آج سب سے بڑا فاسق کبیرہ گناہ پر جرات کرتا ہے ہر بدکاری کرتا ہے گھٹیا ہے اس پر اپنے کپڑوں کو اور گمان کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں پس عنقریب وہ اپنا انجام دیکھ لے گا۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " ولقد عفا عنکم " سے مراد ہے کیونکہ اس نے تم کو (رسول اللہ کی نافرمانی پر) مکمل طور پر ہلاک نہیں کیا (بلکہ معاف کر دیا گیا)۔

بخاریؒ نے عثمان بن موھبؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں آپ سے ایک چیز کے بارے میں سوال کرتا ہوں مجھ کو بتایئے کہ میں تم کو اس گھر کی عزت کی قسم دیتا ہوں کیا

آپ جانتے ہیں کہ عثمان بن عفان ؓ احد کے دن بھاگ گئے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں پھر اس نے کہا آپ جانتے ہیں کہ وہ غزوہ بدر سے بھی غائب تھے اور اس میں حاضر نہ ہوئے انھوں نے فرمایا ہاں! پھر اس نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بیت رضوان سے بھی پیچھے رہ گئے تھے اس میں حاضر نہ ہوئے انھوں نے فرمایا ہاں بات اسی طرح سے ہے پھر اس نے تکبیر کہی ابن عمر ؓ نے فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں اور میں تجھ کو بیان کرتا ہوں ان سب باتوں کے بارے میں جس کے بارے میں تو نے مجھ سے سوال کیا ان کا احد کے دن فرار ہونا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تھا اور بدر کے دن سے غائب ہونا اس وجہ سے تھا کہ ان کے نکاح میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی تھی اور وہ بیمار تھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لیے فرمایا کہ تیرے لیے ایک آدمی کا ثواب بھی ہے اور اس کا (مال غنیمت کا حصہ) بھی ہے اور ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا (اس وجہ سے تھا) کہ اگر وادی مکہ میں حضرت عثمان ؓ کے علاوہ کوئی زیادہ عزت والا ہوتا تو ان کی جگہ اس کو بھیجتے چنانچہ حضرت عثمان ؓ کو بھیجا گیا اور بیعت رضوان ان کے مکہ کی طرف چلے جانے کے بعد ہوئی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے داہنے ہاتھ مبارک کے بارے میں فرمایا اور اس کو بائیں ہاتھ پر مارا تھا کہ یہ حضرت عثمان ؓ کا ہاتھ ہے (پھر ابن عمر ؓ نے اس آدمی سے فرمایا) اب تو اپنے ساتھ ان باتوں کو بھی لے کر چلا جا۔

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ : یعنی غلبہ عطا کرنے کے بعد پھر تمہیں شکست دے کر ان کافروں سے پھیر دیا، تاکہ تمہیں آزمائے۔ سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں، جب احد کا دن ہوا اور مشرکین شکست کھا کر بھاگے تو ابلیس لعین چلایا، اے اللہ کے بندو! پیچھے کی خبر لو، (اس سے ایمان والے یہ سمجھے

کہ کافروں نے پیچھے سے حملہ کر دیا ہے، لہٰذا) آگے والے پیچھے کی طرف مڑے اور اپنے ہی آدمیوں سے لڑنے لگے (اور آپس میں ایسے گتھم گتھا ہوئے کہ ایک دوسرے کو شناخت کرنا مشکل ہو گیا۔ اسی عالم میں انھوں نے حذیفہؓ کے باپ یمانؓ پر حملہ کر دیا) حذیفہؓ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے باپ پر حملہ کر رہے ہیں تو انھوں نے کہا، اے اللہ کے بندو! میرے باپ، میرے والد گرامی۔ لیکن کسی نے کچھ نہ سنا اور یمانؓ کو قتل کر دیا، حذیفہؓ نے کہا، اللہ تمہیں معاف کرے۔ [۱]

سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا انس بن نضرؓ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، جس کا انھیں شدید غم تھا، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ پہلے ہی غزوے میں شریک نہ ہو سکا، اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ (کسی جنگ میں) شرکت کا موقع عطا فرمایا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کس طرح لڑتا ہوں۔ پھر انھیں غزوہ احد میں شرکت کا موقع مل گیا۔ تو جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں افراتفری پیدا ہو گئی ہے تو کہنے لگے، اے اللہ! ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے، میں اس کی معذرت کرتا ہوں اور مشرکوں نے جو کچھ کیا ہے، میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر وہ اپنی تلوار پکڑ کر دشمنوں کی طرف بڑھے۔ اسی اثنا میں ان کی سعد بن معاذؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہنے لگے، سعدؓ کہاں جا رہے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھے تو احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ پھر آپ دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور جام شہادت نوش فرما گئے، حتیٰ کہ ان کی میت پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ ان کی بہن نے انھیں ایک تل کے نشان سے یا انگلیوں کے پوروں سے پہچانا، ان کے جسم پر تیروں، تلواروں، نیزوں اور بھالوں کے اسی (۸۰)

۱۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب (إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا): ٤٠٦٥]

سے زائد زخم تھے۔ (۱)

﴿ اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوۡلُ يَدۡعُوۡكُمۡ فِىۡۤ اُخۡرٰٮكُمۡ فَاَثَابَكُمۡ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّـكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾ ﴾

(وہ وقت یاد کرو) جب تم چڑھتے (بھاگتے) چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے حالانکہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں پیچھے سے پکار رہے تھے۔ سو اللہ نے تمہیں غم پر غم دیا تا کہ تم اس چیز پر غم نہ کرو جو ہاتھ سے جاتی رہے اور نہ اس مصیبت پر جو تم پر آپڑے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو سب خبر ہے۔

ربط آیات:۔

یہ آیات بھی غزوہ احد کے واقعہ مذکورہ سے متعلق ہیں، پہلی آیت میں اس غم کے ازالہ کا بیان ہے، تیسری آیت میں مکرر اس کا اظہار ہے کہ اس میں جو شکست پیش آئی وہ بھی کوئی سزا نہیں، بلکہ مومنین مخلصین اور منافقین میں تفرقہ کرنے کے لیے ایک آزمائش تھی اور پھر مکرر صحابہ کرام کی لغزش کی معافی کا اعلان ہے۔

جنگ احد میں کفار کے یکبارگی اچانک حملے سے مسلمانوں میں جو بھگدڑ مچی اور مسلمانوں کی اکثریت نے جو راہ فرار اختیار کی۔ یہ اس کا نقشہ بیان کیا جا رہا ہے کہ بعض مدینہ کی طرف بھاگے اور بعض پہاڑوں

۱۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد: ٤٠٤٨۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشھید: ١٩٠٣]

کی طرف، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں کو بلانے لگے کہ اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ آگے فرمایا کہ راہ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے انھیں مال غنیمت فوت ہوجانے کا غم، شکست کا غم، بہتوں کے زخمی ہونے کا غم، بہتوں کے قتل ہونے کا غم اور پھر یہ غم اٹھانا پڑا کہ شیطان نے یہ بات پھیلا دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل ہوگئے ہیں اور یہ سب اس لیے ہوا کہ انھیں مصیبتوں پر صبر کرنے کی عادت پڑے اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ فتح و نصرت اور حصول مال غنیمت سب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک پیدل دستہ پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ لوگ (میدان چھوڑ کر) بھاگے۔ یہی وہ وقت تھا جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیچھے کھڑے ان کو آواز دے رہے تھے۔ [۱]

قیس بن ابو حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ شل ہو چکا تھا، کیونکہ اپنے اس ہاتھ کے ساتھ انھوں نے احد کے دن نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دفاع کیا تھا۔ [۲]

ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان ایام میں سے جن میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جہاد کیا تھا، احد کے دن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی بھی نہ تھا۔ [۳]

---

[۱]۔[بخاری، کتاب المغازی، باب (إذ تصعدون ولا تلون علی أحد۔ الخ): ٤٠٦٧]

[۲]۔[بخاری، کتاب المغازی، باب (إذ ہمت طائفتن منکم أن تفشلا واللہ ولیہما): ٤٠٦٣]

[۳]۔[بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، باب ذکر طلحۃ بن عبید اللہ: ٣٧٢٢، ٣٧٢٣۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص: ٢٤١٤]

سعید بن مسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابی وقاصؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے احد کے دن اپنے ترکش میں سے میرے لیے تیر نکالے اور فرمایا: ”تیر پھینکو! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔“ (۱)

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے احد کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دائیں اور بائیں دو آدمیوں کو دیکھا جنھوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ آپ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں نے ان کو اس سے پہلے یا بعد میں کبھی نہیں دیکھا، وہ جبرائیل اور میکائیل (علیہ السلام) تھے۔ (۲)

سیدنا سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ان سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو غزوہ احد کے دن پہنچنے والے زخم کے بارے میں پوچھا گیا (جس کے جواب میں) انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرہ مبارک پر زخم آیا تھا، آپ کا دانت مبارک شہید ہو گیا تھا اور خود سر مبارک میں پیوست ہو گیا تھا۔ فاطمہؓ خون دھو رہی تھیں، جب انھوں نے دیکھا کہ پانی کے ساتھ خون بہنے میں اضافہ ہو گیا ہے تو انھوں نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ کو زخم پر رکھ دیا، چنانچہ اس سے خون بہنا رک گیا۔ (۳)

ابن جریرؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت ”اذ تصعدون“ تا اور

۱۔[بخاری، کتاب المغازی، باب (إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا واللہ ولیهما):٤٠٥٥]

۲۔[بخاری، کتاب المغازی، باب (إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا واللہ ولیهما):٤٠٥٤۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إكرامه (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بقتال الملائكة معه (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم):٢٣٠٦]

۳۔[بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب لبس البیضة:٢٩١١۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة أحد:١٧٩٠]

عین کی فتح کے ساتھ۔

عبد بن حمیدؒ نے عاصمؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت "اذ تصعدون" تا کے رفع اور عین کی کسرہ کے ساتھ۔

ابن جریرؒ نے ہارونؒ سے روایت کیا ہے کہ ابی بن کعبؓ سے روایت میں یوں ہے لفظ آیت "اذ تصعدون فی الوادی"۔

ابن جریر و ابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اذ تصعدون" سے مراد ہے کہ صحابہؓ غزوہ احد میں پہاڑوں میں بھاگے جا رہے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پیچھے سے یوں پکار رہے تھے اللہ کے بندو! میری طرف لوٹ آؤ اللہ کے بندو! میری طرف لوٹ آؤ۔

ابن المنذرؒ نے عطیہ عوفیؒ سے روایت کیا ہے کہ جب احد کا دن تھا تو لوگ (یعنی صحابہؓ شکست کھا گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پیچھے سے ان کو آواز دے رہے تھے اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "اذ تصعدون ولا تلون علی احد والرسول یدعوکم فی اخرکم"۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ ان سے لفظ آیت "اذ تصعدون" کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا (صحابہ کرامؓ) شکست کھا کر بھاگ گئے گھاٹیوں میں اور کسی کی طرف مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پیچھے سے ان کو پکار رہے تھے میری طرف (آ جاؤ) اللہ کے بندو! میری طرف آ جاؤ اللہ کے بندو! اور کوئی بھی آپ کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔

صحابہؓ کا خوف زدہ ہو کر دوڑنا

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "اذ تصعدون" سے مراد ہے کہ احد کا دن تھا یہ لوگ وادی میں اوپر (پہاڑ پر) چڑھ رہے تھے (جنگ سے) بھاگتے ہوئے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پیچھے سے ان کو پکار رہے تھے میری طرف آجاؤ اللہ کے بندو میری طرف آجاؤ اللہ کے بندو۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "اذ تصعدون ولا تلون علی احد والرسول یدعوکم فی اخرکم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ (صحابہ کرامؓ) لوٹ آئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم ضرور ان (دشمنوں) کے پاس آئیں گے پھر ضرور ان کو قتل کریں گے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ٹھہرو بلاشبہ تم کو یہ تکلیف پہنچی ہے اس وجہ سے تم نے میری نافرمانی کی اسی درمیان کہ یہ لوگ اسی حال میں تھے کہ اچانک ان کے پاس صحابہ کرامؓ کی جماعت اس حال میں آئی کہ وہ غمگین تھے اور انھوں نے اپنی تلواریں سونتی ہوئی تھیں اسی کو فرمایا لفظ آیت "فاثابکم غما بغم" اور ان کو شکست کا غم تھا اور اسی غم میں یہ لوگ ان کے پاس آئے (پھر فرمایا) لفظ آیت "لکیلا تحزنوا علی مافاتکم" چیز پر جو ان کو نہ مل سکی (یعنی) غنیمت کا مال (جو ان کو نہ مل سکا) اور لفظ آیت "ولا ما اصابکم" یعنی جو کچھ ابن کو تکلیف پہنچی (ساتھیوں کے) قتل ہونے اور زخمی ہونے سے۔

ابن مردویہؒ نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فاثابکم غما بغم" سے مراد ہے کہ پہلا غم شکست کے سبب سے اور دوسرا غم جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شہید ہوجانے کے بارے میں کہا گیا اور یہ واقعہ ان کے نزدیک شکست سے زیادہ برا تھا۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "فاثابکم غما بغم" کے بارے

میں روایت کیا کہ پہلی دفعہ بھاگنے کے بعد وہ دوبارہ بھاگے انھوں نے یہ آواز سنی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیئے تو کفار لوٹ آئے اور ان کے پیچھے سے ان کو مارا یہاں تک کہ ان کے ستر آدمی شہید ہو گئے پھر صحابہؓ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سمٹ گئے اور انھوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فاثابکم غما بغم" سے مراد ہے کہ پہلا غم زخمی اور قتل ہونے کا اور دوسرا غم جب انھوں نے سنا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیئے گئے تو ان کو اس دوسرے غم نے اس تکلیف کو بھلا دیا جو ان کو (ساتھیوں کے) زخمی ہونے اور قتل ہونے سے پہنچی تھی اور وہ جو غنیمت کے مال کی امید رکھتے تھے اسی کو فرمایا لفظ آیت "لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم"۔

صحابہ کرامؓ کی آزمائش

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس دن چلے لوگوں کو بلا رہے تھے یہاں تک کہ چٹان والوں کے پاس پہنچ گئے (جو چٹان پر چڑھتے ہوئے تھے) جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو (نا سمجھی) میں ایک آدمی نے اپنی کمان میں تیر رکھا اور اس کو پھینکنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں تو وہ لوگ خوش ہو گئے جب انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو زندہ پایا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی خوش ہو گئے جب آپ نے دیکھا کہ آپ کی حفاظت کرنے والے صحابہ موجود ہیں تو آپ بھی بہت خوش ہوئے جب سب صحابہؓ جمع ہو گئے اور ان میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی موجود تھے تو ان سے غم چلا گیا تو وہ لوگ

فتح کو اور اس چیز کو جوان سے چلی گئی یاد کرنے لگے اور ان کے ساتھیوں کو یاد کرنے لگے جو شہید کر دیئے گئے تو (اس درمیان) ابوسفیان آگے بڑھا اور ان کے قریب پہنچ گیا جب ان لوگوں نے اس کو دیکھا تو اس پریشانی کو بھول گئے جس میں مبتلا تھے اور ابوسفیان نے ان پر (حملہ کرنے کا) ارادہ کیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان کو (یعنی کافروں کو) یہ لائق نہیں کہ وہ ہم پر چڑھ آئیں اے اللہ! اگر یہ جماعت قتل ہوگئی تیری عبادت نہیں ہوگی (زمین پر) پھر آپ نے صحابہؓ کو بلایا اور انھوں نے اس پر پتھر پھینکے یہاں تک کہ وہ نیچے اتر گئے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے لفظ آیت "فاثابکم غما بغم" یعنی پہلا غم اس چیز کا جو غنیمت کا مال ان کو نہ مل سکا اور نہ فتح حاصل ہوئی اور دوسرا غم ان پر دشمن کا اوپر چڑھ آنا پھر فرمایا لفظ آیت "لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم" (تا کہ نہ غم کرو تم اس چیز کا جو تم کو نہ مل سکی) غنیمت میں سے "ولا ما اصابکم" اور جو کچھ تمہیں تکلیف پہنچی قتل ہونے سے جبکہ ان باتوں کو تم یاد کر رہے تھے اور ابو سفیان نے تم کو اس چیز سے غافل کر دیا۔

ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کو رنج اور غم پہنچا اپنے ساتھیوں پر جو شہید کر دیئے گئے جب وہ لوگ داخل ہو گئے گھاٹی میں اور ابوسفیان اور اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے گھاٹی کے دروازے پر تو ایمان والوں نے گمان کیا کہ بلاشبہ وہ عنقریب ان پر حملہ آور ہو کر ان کو بھی قتل کر دیں گے پس اس وجہ سے صحابہؓ کو اور غم پہنچا کہ جس نے ان کو اپنے ساتھیوں (کے شہید ہو جانے) کے غم کو بھلا دیا اور اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "فاثابکم غما بغم" کا یہی مطلب ہے۔

فاثابکم غماً بغم ۔۔ ما اصابکم: یعنی راہ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے انھیں مال غنیمت فوت ہو جانے کا غم، شکست کا غم، بہتوں کے زخمی و قتل ہونے کا غم اور پھر سب سے بڑا غم یہ کہ شیطان نے یہ بات پھیلا دی کہ

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں اور یہ سب اس لیے ہوا کہ انھیں مصیبتوں پر صبر کرنے کی عادت پڑے، اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ فتح ونصرت اور حصول مال غنیمت سب اللہ کی جانب سے ہے، ان کی قدرت وطاقت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

﴿ ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآٮِٕفَةً مِّنۡكُمۡ‌ ۙ وَطَآٮِٕفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ يَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَـقِّ ظَنَّ الۡجَـاهِلِيَّةِ‌ؕ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَىۡءٍ‌ؕ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ‌ؕ يُخۡفُوۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا يُبۡدُوۡنَ لَكَ‌ؕ يَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ كَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا‌ؕ قُلۡ لَّوۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ لَبَرَزَ الَّذِيۡنَ كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمۡ‌ۚ وَلِيَبۡتَلِىَ اللّٰهُ مَا فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۱۵۴﴾ ﴾

پھر اللہ نے غم کے بعد تم پر امن کو نازل فرمادیا جو اونگھ کی صورت میں تھی جو تم میں

سے ایک جماعت پر چھائی ہوئی تھی اور ایک جماعت ایسی تھی جن کو اپنی ہی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی یہ لوگ اللہ کے بارے میں حق کے خلاف جاہلیت والا خیال کر رہے تھے۔ یوں کہہ رہے تھے کیا ہمارے ہاتھ میں بھی کچھ اختیار ہے۔ آپ فرما دیجیے کہ بلاشبہ سب اختیار اللہ ہی کو ہے۔ یہ لوگ اپنے نفسوں میں ایسی بات چھپا رہے ہیں جسے آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا کچھ بھی اختیار چلتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، آپ فرما دیجیے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی بلاشبہ وہ لوگ جن کے بارے میں قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا اپنی ان جگہوں کے لیے نکل کھڑے ہوتے جہاں جہاں وہ قتل ہو کر گرے اور تاکہ اللہ آزمائے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ اس کو صاف کرے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔

شانِ نزول: (آیت) "انزل علیکم من بعد"

ابن راھویہؒ نے حضرت زبیرؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ احد کے دن جب ہم پر دشمنوں کا خوف ہوا سمجھے دیکھتے کہ ہم میں سے ہر ایک پر ایک قسم کی اونگھ طاری ہوگئی اور میں خواب دیکھنے کی طرح معتب بن قشیر کا یہ قول سن رہا تھا کہ اگر ہمارا کچھ اور اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے، میں نے اس کے

اس قول کو یاد کرلیا، اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ نے (آیت) "ثم انزل"۔ سے "۔علیم بذات الصدور"۔ تک یہ آیات نازل فرمائیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریرؒ طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

سدیؒ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب مشرکین واپس جانے لگے تو انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا ہم اگلے سال بدر میں مقابلہ کریں گے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا دیکھو کہ یہ اپنے گھوڑوں پر بیٹھ گئے ہیں اور ساز و سامان ایک طرف رکھ دیا ہے تو پھر مدینہ پر چڑھائی کے لیے آرہے ہیں، تب تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو اور جنگ کی تیاری کرو، جب اس قاصد نے یہ دیکھا کہ وہ لوگ اپنے ساز و سامان پر بیٹھ گئے ہیں تو وہ تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے ان کے جانے کی خبر دی، جب مسلمانوں کو اس خبر کا علم ہوا تو انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کی اور وہ بے فکر ہو کر سو گئے اور منافق جاگتے رہے انھیں یہ خطرہ تھا کہ کفار پھر آکر حملہ کردیں گے، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ خبر دے دی تھی کہ جب وہ اپنے ساز و سامان پر سوار ہوں گے تو واپس چلے جائیں اس لیے مسلمان بے فکر ہو کر سو گئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر (اللہ نے) پریشانی کے بعد تم پر سکون نازل کیا (جس کے نتیجہ میں) تمہاری ایک جماعت پر اونگھ طاری ہوگئی۔

حضرت ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن پر اونگھ طاری ہوگئی تھی میرے ہاتھ سے تلوار بار بار گر جاتی تھی۔

حضرت ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ہر شخص اپنی ڈھال کے

نیچے نیند سے جھونٹے کھا رہا تھا نیز حضرت ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر اونگھ طاری ہو رہی تھی میرے ایک ہاتھ سے تلوار گر جاتی تو میں دوسرے ہاتھ میں اٹھا لیتا' ادھر منافقین کو اپنی جانوں کا خطرہ لگا ہوا تھا وہ زمانہ جاہلیت کیطرح اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں کر رہے تھے۔ [1]

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دن امن عطا فرمایا اونگھ کے ساتھ جس نے ان کو ڈھانک لیا اور بلاشبہ اونگھ اس کو آتی ہے جو امن والا ہوتا ہے۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ، طبرانی اور بیہقیؒ نے دلائل میں مسعود بن مخرمہؒ سے روایت کیا ہے میں نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا" کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم پر احد کے دن نیند کو ڈال دیا گیا۔

ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمیدؒ، بخاری و ترمذی و نسائی و ابن جریر ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے و ابن حبان و طبرانی و ابوشیخ و ابن مردویہؒ، ابونعیم و بیہقیؒ نے دلائل میں انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ احد کے دن نیند نے ہم کو ڈھانک لیا اور ہم صف باندھنے کی جگہ میں تھے اور انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو اس دن اونگھ نے لپیٹ لیا انھوں نے فرمایا کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے گر رہی تھی اور میں اس کو پکڑ رہا تھا اور وہ گر جاتی تھی اور میں اس کو پھر اٹھا لیتا تھا اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا لفظ آیت "ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا یغشی طائفۃ منکم" اور دوسری جماعت وہ منافقوں کی تھی جن کو اپنی فکر پڑی ہوئی تھی ایک قوم (یعنی مشرکوں) نے وہ بزدل اور مرعوب ہو گئے

۱۔(جامع البیان ج ٤ ص ۹۳۔۹۲ 'مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱٤۰۹ھ)

تھے۔ان پر اللہ تعالیٰ نے رعب طاری کر دیا تھا اور حق سے ان کو دور کر دیا تھا اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ ایسا گمان کر رہے تھے جو حق نہیں تھا اور جو جاہلیت والا گمان تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو جھٹلایا یہی لوگ شک وشبہ میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں۔

احد کے دن سکینہ نازل ہونا

ابن سعدؒ، ابن ابی شیبہؒ نے عبد بن حمیدؒ، ترمذی اور حاکم ؒ نے اس کو صحیح کہا اور ابن مردویہ وابن جریرو طبرانی وابونعیم وبیہقی ؒ نے اپنے دلائل میں زبیر بن عوامؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے احد کا دن اپنا سر اٹھایا اور میں نے دیکھنا شروع کیا تو ان میں سے ہر ایک جھک رہا تھا اپنی ڈھال کے نیچے اونگھ سے اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا" اور یہ آیت بھی تلاوت فرمائی لفظ آیت "ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا"۔

زبیر بن عوامؓ سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور میں نے دیکھنا شروع کیا تو ہر ایک ان میں سے جھک رہا تھا اپنی ڈھال کے نیچے اونگھ کی وجہ سے اور یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت "ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا"

زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جب ہم پر خوف زیادہ ہوا تو ہم پر اللہ تعالیٰ نے نیند کو بھیج دیا ہم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں تھا کہ اس کی ٹھوڑی اس کے سینے میں نہ (لگ رہی) ہو (نیند کی وجہ سے) اللہ کی قسم! بلاشبہ میں معتب بن قشیرؓ کی بات سن رہا تھا اور میں نے اس کو نہیں سنا مگر خواب کی طرح لفظ آیت "لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ہہنا" تو میں نے اس سے اس کو یاد کر لیا اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت "ثم انزل علیکم من

بعد الغم امنۃ نعاسا“ سے لے کر لفظ آیت ”ماقتلنا ہہنا“ تک معتب بن قشیرؓ کے قول کو۔

ابراہیمؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے آل عمران میں اس کو یوں پڑھا لفظ آیت ”امنۃ نعاسا تغشی“ تا کے ساتھ۔

ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ”النعاس“ سے مراد ہے کہ قتال کے وقت اونگھ امن ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور نماز میں اونگھ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ منافقین نے عبداللہ بن ابی کو کہا جو منافقین کا سردار تھا اپنے لوگوں کو آج کے دن بنوخزرج والے مارے گئے اس نے کہا کیا ہمارے بھی اس معاملہ میں کوئی اختیار ہے؟ تو (منافقین نے کہا) اللہ کی قسم! لفظ آیت ”قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتل الی مضاجعہم“۔

ابن جریرؒ نے قتادہ اور ربیعؒ دونوں سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ظن الجاہلیۃ“ سے مراد ہے کہ انھوں نے اہل مشرک والوں کا گمان رکھا۔

ابن اسحاق و ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ معتبؓ نے کہا وہ جو اس نے احد کے دن کہا تھا لفظ آیت ”لو کان من الامر شیء ماقتلنا ہہنا“ یعنی اگر ہمارے لیے کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول میں سے یہ (آیت) اتاری لفظ آیت ”وطائفۃ قد اہمتہم انفسہم یظنون باللہ“ قصہ کے آخر تک۔

ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے لفظ آیت ”یخفون فی انفسہم مالا یبدون لک“ تک کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان باتوں میں سے جن سے وہ اپنے دلوں میں ڈرتے تھے انھوں نے یہ کہا لفظ آیت ”لوکان

لنا من الامر شی ء ما قتلنا ہہنا" یعنی اگر ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ کرامؓ میں سے شہید کیے گئے تو وہ لوگ عبداللہ بن ابی کے پاس آئے اور انھوں نے اس سے کہا تیرا کیا خیال ہے (اس بارے میں) تو اس نے کہا اللہ کی قسم! ہم سے کوئی پوچھتا ہی نہیں لفظ آیت "لو کان لنا من الامر شی ء ما قتلنا ہہنا"۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ جب ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتل الی مضاجعہم" کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اللہ کے راستہ میں قتال کریں اور ہر وہ شخص جو قتال کرتا ہے وہ قتل نہیں ہوتا لیکن وہ شخص قتل ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے قتل ہونا لکھ دیا ہو۔

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ: اس سے مراد منافقین ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں ان کو تو اپنی جانوں ہی کی فکر تھی۔

سیدنا ابو طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ دوسرا گروہ منافقین کا تھا، انھیں اپنی جانوں کے علاوہ اور کوئی دوسری فکر نہ تھی، وہ قوم میں سب سے زیادہ بزدل، سب سے زیادہ مرعوب اور حق کی حمایت سے سب سے زیادہ گریز کرنے والے تھے۔ [1]

يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ: یعنی وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ دین اسلام اور اس کے حاملین بس اب تباہ و برباد ہو گئے۔ اب مسلمانوں کی کبھی مدد نہیں ہو گی اور نہ ہی یہ دعوت حق پروان

۱۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورہ آل عمران: ۳۰۰۸]

چڑھے گی وغیرہ وغیرہ، ارشاد فرمایا: (بَلۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ یَّنۡقَلِبَ الرَّسُوۡلُ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِلٰۤی اَهۡلِیۡهِمۡ اَبَدًا) [الفتح: ۱۲] "بلکہ تم نے گمان کیا کہ رسول اور ایمان والے کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہیں آئیں گے۔"

یَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ کَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا: منافقین نے اپنے سوئے ظن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگوں کی تو بات چلتی نہیں، اگر ہماری بات مانی جاتی تو آج یہ حال نہ ہوتا۔ یہ عبداللہ بن ابی کی طرف اشارہ ہے۔ غزوہ احد کے لیے مدینہ سے نکلنے سے پہلے اس نے یہی مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر رہ کر ہی دفاع کیا جائے، اس لیے جب اسے خبر ملی کہ خزرج کے بہت سے لوگ قتل ہو گئے، تو اس نے مسلمانوں میں بدظنی پھیلانے کے لیے کہا کہ ہماری بات تو چلتی نہیں، اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری بات مانی ہوتی تو اتنے لوگ قتل نہ ہوتے۔

قُلۡ لَّوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ لَبَرَزَ الَّذِیۡنَ کُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمۡ: یعنی موت کہیں پیچھا نہیں چھوڑتی، وہ مقررہ جگہ اور مقررہ وقت پر آ کر رہتی ہے، اس لیے اگر تم سب اس بات پر اتفاق کر لیتے کہ تم اور وہ تمام لوگ جو قتل ہو گئے اپنے گھروں سے نہ نکلو گے، تو لوح محفوظ میں جنھیں قتل ہو جانا لکھا تھا، وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر اپنی قتل گاہوں تک ضرور پہنچ جاتے۔ ارشاد فرمایا: (قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِیۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیۡکُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ) [الجمعة: ۸] "کہہ دے بلاشبہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، سو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: (اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ

كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ)[النساء: ۷۸] ”تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پالے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔“

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ : یعنی جنگ احد میں جو کچھ ہوا اور جن حالات سے مسلمان دو چار ہوئے اس سے کئی اور حکمتوں کے ساتھ یہ بھی مقصود تھا کہ تمہارے دلوں کی حالت ظاہر ہو جائے اور تمہارے دل وساوس سے پاک ہو جائیں یا یہ کہ منافقین کے دلوں کا نفاق باہر نکل آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، احد کی لڑائی بگڑنے سے سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ﴾

تم میں سے جو لوگ مقابلہ سے پیٹھ پھیر گئے تھے ان کی اس لغزش کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ اللہ نے انھیں معاف کر دیا، اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔

شان نزول

امام محمد ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد جنگ احد کے دن قتال سے بھاگنے والے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) کے بعد اصحاب ہیں، وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور یہ عمل شیطان کے بہکانے اور اس کے ڈرانے کی وجہ سے ہوا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگذر فرمایا اور ان کو معاف کر دیا۔

دوسرا قول یہ ہے اس آیت سے خاص لوگ مراد ہیں جو جنگ احد میں پیٹھ موڑ کر بھاگ گئے تھے‘ امام ابن جریرؒ روایت کرتے ہیں:

عکرمہؒ بیان کرتے ہیں یہ آیت رافع بن معلیٰؓ‘ دیگر انصارؓ‘ ابوحذیفہ بن عتبہؓ اور ایک اور شخصؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

ابن اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ‘ حضرت عقبہ بن عثمانؓ‘ حضرت سعد بن عثمانؓ اور دو انصاری جنگ احد کے دن بھاگ گئے حتیٰ کہ وہ مدینہ کی ایک جانب جلعب نامی پہاڑ کے پاس پہنچ گئے‘ پھر تین دن کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے آپ نے ان سے فرمایا تم بہت دور چلے گئے تھے۔

ابن جریجؒ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا کیونکہ ان کو کوئی سزا نہیں دی۔ [۱]

ابن جریرؒ نے کلیبؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور آل عمران کی تلاوت کی خطبہ کے وقت اس سورہ کی تلاوت آپ کو اچھی لگتی تھی جب آپ اس آیت (یعنی) لفظ آیت ”ان الذین تولو منکم یوم التقی الجمعن“ تک پہنچے تو فرمایا جب احد کا دن تھا تو ہم بھاگ گئے اور میں بھاگا یہاں تک کہ پہاڑ پر چڑھ گیا اور البتہ تحقیق میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کود رہا ہوں گویا میں پہاڑی بکرا

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٩٦‘ مطبوعہ بیروت)

ہوں اور لوگ کہہ رہے تھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیئے گئے میں نے کہا اگر میں پاؤں گا یہ کہتے ہوئے کسی کو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید کر دیئے گئے تو میں اس کو قتل کر دوں گا یہاں تک کہ ہم پہاڑ پر جمع ہوئے۔ تو یہ (آیت) "ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن" نازل ہوئی۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن" سے وہ تین آدمی مراد ہیں ایک مہاجرین میں اور دو انصار میں سے۔

ابن مندہؒ، معرفۃ الصحابہ میں حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان رافع بن المعلی اور حارثہ بن زیدؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؓ سے لفظ آیت "ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن" کے بارے میں روایت کیا یہ آیت رافع بن المعلیؓ اور دوسرے انصار ابو حذیفہ بن عتبہؓ اور دوسرے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت "ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن" عثمانؓ، ولید بن عقبہؓ، خارجہ بن زید اور زمامہ بن معلیٰؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

عبد بن حمیدؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے وہ لوگ جو اس دن پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے وہ عثمان بن عفان، سعد بن عثمان، عقبہ بن عثمان اور دو بھائی انصاریؓ تھے بنو زریق میں سے۔

رسول اللہ ﷺ کی آواز پر واپس لوٹنا

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ آیت "ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن" کے

بارے میں کہ یہ احد کا دن تھا جو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ میں سے تھے جنگ سے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ کر بھاگ گئے اس دن یہ سب کچھ شیطان کے کام اور اس کے ڈرانے کی وجہ سے تھا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری جس کو تم سنتے ہو کہ اللہ نے ان صحابہؓ سے ایسی بات کو درگزر فرما دیا اور ان کو معاف فرما دیا۔

احمد وابن المنذرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان الذین تولوا منکم" یعنی تم لڑائی سے بھاگ گئے شکست کھا کر "یوم التقی الجمعن" یعنی احد کے دن جب دونوں جماعتیں ملیں مسلمان اور مشرک جمع ہوئے اور مسلمان نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ گئے صرف اٹھارہ آدمی باقی رہے لفظ آیت "انما استزلھم الشیطن ببعض ما کسبوا" یعنی جب انھوں نے مرکز کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کی نافرمانی کی جب آپ نے تیر اندازوں کو فرمایا تھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا لیکن بعض تیر اندازوں نے اسی جگہ کو چھوڑ دیا لفظ آیت "ولقد عفا اللہ عنھم" یعنی جب ان کو سزا نہیں دی اور سب کو نیست ونابود نہ کیا (لیکن) "ان اللہ غفور حلیم" یعنی بدر کی لڑائی کے بعد احد کے دن جو بھاگ گئے ان کے لیے آگ (عذاب) کو مقرر نہیں فرمایا جیسے بدر کے دن (بھاگ جانے والوں) کے لیے مقرر فرمایا تو یہ رخصت ہے سختی کے بعد۔

جنگ احد میں بھاگنے کی وجہ سے حضرت عثمان پر طعن کا جواب:

امام ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۰ھ روایت کرتے ہیں:

غیلان بن جریرؒ بیان کرتے ہے حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے درمیان بحث ہوئی، حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا تم مجھے برا کہتے ہو، حالانکہ میں جنگ بدر میں حاضر ہوا اور تم حاضر

نہیں ہوئے اور میں نے درخت کے نیچے بیعت (رضوان) کی اور تم نے نہیں کی اور تم جنگ احد کے دن لوگوں کے ساتھ بھاگ گئے تھے حضرت عثمانؓ نے فرمایا جنگ بدر میں حاضر نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ میں کسی غزوہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے غائب نہیں رہا' البتہ غزوہ بدر کے موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صاحبزادی بیمار تھیں' اور میں ان کی تیمارداری میں مشغول تھا' اور رسول اللہ نے بدر کے مال غنیمت سے مجھے بھی اتنا ہی حصہ دیا تھا جتنا آپ نے دوسرے مسلمانوں کو حصہ دیا تھا اور رہا درخت کے نیچے بیعت کا معاملہ تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے مکہ میں مشرکین سے بات کرنے کے لیے بھیجا تھا' اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا دایاں ہاتھ میرے اپنے دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں سے بہتر ہے اور رہا جنگ احد میں بھاگنے کا سوال تو اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: بیشک جس دن دو فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئی تھیں اس دن جو لوگ تم میں سے پھر گئے تھے ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان ہی نے ان کو لغزش دی تھی' بیشک اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ ١

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

عثمان بن موہبؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حج بیت اللہ کرنے کے لیے آیا۔ اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا اس نے پوچھا یہ کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں' پوچھا یہ بوڑھا آدمی کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت ابن عمرؓ ہیں' اس نے کہا میں آپ سے سوال کرتا ہوں کیا آپ مجھے اس کا جواب دیں گے؟ میں آپ کو اس بیت اللہ کی حرمت کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا آپ کو معلوم

١۔ (تفسیر سمرقندی ج١ ص٣١٠، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ١٤١٣ھ)

ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ جنگ احد کے دن بھاگ گئے تھے؟ حضرت ابن عمرؓ نے کہا ہاں! اس سے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ غزوہ بدر میں بھی حاضر نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمرؓ نے کہا ہاں! اس نے نعرہ لگایا اللہ اکبر، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا تم نے جن چیزوں کے متعلق سوال کیا تھا اب میں تم کو ان کی وجوہات بیان کرتا ہوں رہا جنگ احد میں بھاگنے کا معاملہ تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے اس کو معاف کر دیا، اور رہا غزوہ بدر میں غیر حاضر رہنا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صاحبزادی (حضرت رقیہؓ ان کے نکاح میں تھیں، (وہ ان کی تیمارداری کر رہے تھے) اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا تم کو بدر میں حاضر ہونے والے مسلمانوں اجر اور مال غنیمت ملے گا اور رہا بیعت رضوان سے غائب ہونے کا معاملہ تو یہ بیعت اس وقت ہوئی تھی جب حضرت عثمانؓ مکہ جا چکے تھے، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے، پھر اس کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا، اور فرمایا یہ عثمانؓ کی بیعت ہے۔ پھر حضرت ابن عمرؓ نے اس شخص سے فرمایا تم نے یہ جوابات سن لیے اب جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔ [1]

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۲ ۔ ۵۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

قُلُوبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں سے کہا، جب وہ زمین میں سفر کرنے لگیں یا جنگ میں شریک ہوئے ہوں (اور) اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تا کہ اللہ اس بات کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے اور اللہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

ربط آیات:

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شیطان کے وسوسوں سے ڈرایا تھا جس کے نتیجہ میں وہ جنگ احد میں شکست سے دوچار ہو گئے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منافقوں کو وسوسوں سے خبردار کیا ہے جو شیطان کے مددگار ہیں' کیونکہ منافقین مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کرنے سے عار دلاتے تھے اور جو مسلمان ان کے نسبی بھائی تھے یا دینی بھائی تھے (کیونکہ منافق بھی بظاہر مسلمان تھے) جب وہ کسی دور دراز سفر پر جاتے یا کافروں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے جاتے اور اس سفر میں وہ فوت ہو جاتے یا قتل کر دیئے جاتے تو وہ ان کے متعلق کہتے اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کفار کے اس فاسد عقیدے کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، جو ان کی بات سے معلوم ہوتا ہے، جو انھوں نے اپنے ان بھائیوں کے بارے میں کہی تھی جو

سفروں اور جنگوں میں فوت ہو گئے تھے کہ اگر وہ ان سفروں اور جنگوں کو اختیار نہ کرتے تو اس صورت حال سے دوچار نہ ہوتے۔ یہ عقیدہ بزدلی کی بنیاد ہے، اس کے برعکس جب یہ عقیدہ ہو کہ موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے تو اس سے انسان کے اندر عزم وحوصلہ اور اللہ کی راہ میں لڑنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا: (وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا) [آل عمران: ١٤٥] "اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے۔"

الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "وقالوا لاخوانہم اذا ضربوا فی الارض" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ قول عبداللہ بن ابی سلول اور منافقوں کا ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لاتکونوا کالذین کفروا وقالوا لاخوانہم" سے عبداللہ بن ابی کے منافق ساتھ مراد ہیں (اور) "اذا ضربوا فی الارض" سے تجارت مراد ہے (کہ یہ لوگ جب تجارت کے لیے سفر کرتے ہیں)۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لو کانوا عندنا ما تو او ما قتلوا" یہ کافروں کا قول ہے جب کوئی آدمی (لڑائی میں) شہید ہو جاتا تو کہتے اگر ہمارے پاس ہوتا تو نہ مرتا پس تم ایسا نہ کہو جیسے کفار نے کہا۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لیجعل اللہ ذلک حسرۃ فی قلوبہم" سے مراد ہے ان کی بات ان کو غم میں ڈالے گی اور کچھ بھی ان کو نفع نہ دے گی۔

ابن جریروابن المنذروابن ابی حاتمؒ نے ابن اسحاقؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”لیجعل اللہ ذلک حسرۃ فی قلوبہم“ سے مراد ہے ان کو اپنے رب پر یقین میں کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے دلوں میں حسرت بنا دیا” واللہ یحیٖی ویمیت“ یعنی جس کے لیے (اللہ تعالیٰ) چاہتے ہیں جلدی فرماتے ہیں (اس کی موت میں) اور جس کے لیے چاہتے ہیں تاخیر فرماتے ہیں (اس کی موت میں) ان کے مقررہ وقت سے اپنی قدرت سے۔ لفظ آیت ”ولئن قتلتم فی سبیل اللہ“ یعنی موت کا آنا ضرور ہے سو موت اللہ کے راستے میں یا قتل ہونا (اس کے راستے میں) ”خیر“ خیر ہے۔

اگر وہ اس بات کو جان لیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ لفظ آیت ”مما یجمعون“ یعنی (بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو تم جمع کرتے ہو) دنیا (کے مال) سے جس سے وہ جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں موت کے خوف سے۔ اور قتل ہونے کے خوف سے، جبکہ جمع کرلیا انھوں نے (اور پھر ڈرتے ہیں دنیا (کے مال میں) کمی سے اور آخرت کی بے رغبتی سے اور فرمایا لفظ آیت ”ولئن متم او قتلتم لاالی اللہ تحشرون“ یعنی یہ ہونے والا ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے سو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور تم اس کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑ جاؤ۔ اور چاہیے کہ ہو جائے جہاد اور تمہاری رغبت اللہ تعالیٰ کی (طرف) زیادہ ترجیح والا بنسبت دنیا کی رغبت کے۔

عبد بن حمیدؒ نے اعمشؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے اس طرح پڑھا لفظ آیت ”متم“ اور ”واذا امتنا“ ہر چیز قرآن میں میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

تاکہ اللہ تعالیٰ بنائے اس قول کو ان کے دلوں میں (باعث) حسرت کیونکہ ان کا نفاق ظاہر ہو چکا ہے اور یہ قول بھی ہے اس کا معنی ہے تم ان کی تصدیق نہ کرو اور نہ تم ان کی طرف متوجہ ہو، پس یہی ان کے دلوں

میں حسرت ہے اور بعض نے کہا ہے: ”تاکہ اللہ تعالیٰ اسے ان کے دلوں میں حسرت بنائے قیامت کے دن کیونکہ اس دن وہ رسوائی اور ندامت میں ہوں گے اور اس دن مسلمان نعمتوں اور کرامت میں ہوں گے، قولہ تعالیٰ (آیت) ”واللہ یحی ویمیت“۔یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ اسے زندہ رکھے جو جنگ کے لیے نکلتا ہے اور اسے مار دے جو اپنے اہل خانہ میں مقیم اور ٹھہرا ہوا ہے۔(آیت) ”واللہ بما تعملون بصیر“۔اسے یا اور تا دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو جانا اور اس میں مر جانا تمام دنیا سے بہتر ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے اور (ویسے) ہر ایک میں خیر ہے۔جو چیز تمہیں نفع دے اس کی خواہش کرو اور اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز اور درماندہ ہو کر نہ بیٹھ جاؤ اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یہ نہ کہا کرو کہ اگر میں ایسا اور ایسا کرتا (تو یہ مصیبت مجھے نہ پہنچتی) بلکہ یہ کہا کرو (یہ سب کچھ) اللہ کی تقدیر سے تھا اور اس نے جو چاہا کیا۔اس لیے کہ ”اگر“ کہنا شیطانی عمل (کے لیے راستہ) کھول دیتا ہے۔“[1]

﴿وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۱۵۷﴾

اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے یا مر گئے تو اللہ کی مغفرت اور رحمت (جس سے کہ تم

۱۔[مسلم، کتاب القدر، باب ال ایمان بالقدر:۲٦٦٤]

نوازے جاؤ گے)ان تمام چیزوں سے کہیں بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت دنیاوی سامان سے بہتر ہے

پھر فرمایا کہ تم اللہ کی راہ میں اگر قتل ہو گئے یا اللہ کی راہ میں مر گئے تو یہ کوئی نقصان کا سودا نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رحمت کا سبب ہے اور اللہ کی مغفرت اور رحمت اس سے بہتر ہے جو کچھ ایسی باتیں کرنے والے جمع کرتے ہیں۔ دنیا کے لالچی دنیا ہی کے لیے سوچتے ہیں اور اسی دنیا کو دوسروں کے لیے پسند کرنے کی وجہ سے انھوں نے یہ بات کہی کہ یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ مزید زندگی پالیتے کچھ پیسہ اور کما لیتے اور یہ پیسہ اللہ کی مغفرت اور رحمت کے سامنے کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر تم مر گئے یا مقتول ہو گئے تو اللہ کی بارگاہ میں ضرور جمع کیے جاؤ گے، مرنا اور بارگاہ خداوندی میں پیش ہونا ہر ایک کے لیے ضروری ہے پھر اللہ کی راہ میں کیوں نہ مریں۔

موت تو ہر صورت آنی ہے، لیکن اگر موت ایسی آئے کہ جس کے بعد انسان اللہ کی مغفرت و رحمت کا مستحق قرار پائے تو یہ دنیا کے اموال واسباب سے بہت بہتر ہے کہ جس کے جمع کرنے میں انسان عمر کھپا دیتا ہے۔ اس لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس میں رغبت اور شوق ہونا چاہیے کہ یہی نفاق کی موت سے بچنے کا صحیح طریقہ ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص (اس حالت

میں) مرجائے کہ اس نے نہ کبھی (اللہ کے راستہ میں) جہاد کیا ہو اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کرنے کا خیال آیا ہو تو اس کی موت نفاق کے ایک شعبے پر ہو گی۔" (١)

﴿ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾ ﴾

اور اگر تم مرجاؤ یا قتل ہو جاؤ، بہر حال تم اللہ ہی کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے۔

دوزخ سے نجات' جنت کے حصول اور دیدار الٰہی کی طلب کے مدارج میں امام رازیؒ کا نظریہ:

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور رحمت کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں اللہ کی طرف جمع کیے جانے کا ذکر فرمایا' اور یہ دراصل آخرت کے تین مرتبوں اور درجات کی طرف اشارہ ہے' پہلا مرتبہ دوزخ کے عذاب سے نجات ہے اس کی طرف مغفرت سے اشارہ فرمایا دوسرا مرتبہ جنت میں دخول اور اس کا حصول ہے اس کی طرف رحمت سے اشارہ فرمایا اور سب سے بلند مرتبہ اللہ کی رضا اور اس کی ذات سے ملاقات ہے اس کی طرف اس سے اشارہ فرمایا کہ تم اللہ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے' کچھ لوگ اللہ کے عذاب کے خوف سے عبادت کرتے ہیں ان کا پہلا مرتبہ ہے' اور کچھ لوگ جنت کی طمع سے عبادت کرتے ہیں یہ دوسرے مرتبہ کے لوگ ہیں اور کچھ لوگ محض اللہ کی رضا اور اس کی ملاقات کے شوق میں عبادت کرتے ہیں یہ سب سے بلند مرتبہ ہے۔

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازیؒ متوفی ٦٠٦ لکھتے ہیں:

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے بدن بہت لاغر اور چہرے کمزور ہو گئے تھے' حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان پر کثرت عبادت کے آثار دیکھے' حضرت عیسیٰ (علیہ

١۔ [مسلم، کتاب الامارۃ، باب ذم من مات ولم یغز: ١٩١٠]

السلام) نے ان سے پوچھا تم اللہ سے کس چیز کی طلب کرتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں' حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ تم کو عذاب سے نجات نہ دے' پھر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کچھ اور لوگوں کے پاس سے گزرے اور ان پر بھی اسی طرح عبادت کے آثار دیکھے' ان سے سوال کیا تو انھوں نے کہا ہم اللہ کی جنت اور اس کی رحمت کو طلب کرتے ہیں' حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اللہ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ تم کو جنت اور اپنی رحمت عطا نہ کرے' پھر تیسری قوم کے پاس سے گزرے ان پر عبادت کے آثار بہت زیادہ تھے' ان سے سوال کیا تم کس لیے عبادت کرتے ہو؟ انھوں نے کہا اس لیے کہ وہ ہمارا معبود ہے اور ہم اس کے بندے ہیں ہم کسی چیز کی رغبت سے عبادت کرتے ہیں نہ کسی چیز کے خوف سے عبادت کرتے ہیں' حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا تم اللہ کے مخلص بندے ہو اور تم سچے عبادت گزار ہو۔ تم ان آیات کی ترتیب میں غور کرو پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کا ذکر کیا اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اس کے عذاب کے خوف سے عبادت کرتے ہیں' پھر رحمت کا ذکر فرمایا اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو ثواب کی طلب میں اس کی عبادت کرتے ہیں پھر آخر میں فرمایا تم ضرور اللہ کی طرف جمع کیے جاؤ گے اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اس کے بندے ہیں اور اللہ ان کا رب' مالک اور معبود ہے اور یہ عابدوں کا سب سے بلند مقام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا شرف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(آیت) "ومن عندہ لایستکبرون عن عبادتہ ولایستحسرون"۔ (الانبیاء: ۱۹) ترجمہ: اور جو اللہ کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں۔

اور متقین کا شرف بیان کرتے ہوئے فرمایا: (آیت) "ان المتقین فی جنت ونھر، فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر"۔ (القمر: ۵۵-۵۴) ترجمہ: بیشک متقین جنتوں اور دریاؤں میں ہوں گے، سچی عزت کے بلند مقام میں بڑی قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ چونکہ ان لوگوں نے محض اللہ کی رضا کے لیے عبادت کی اور اس کی ملاقات کے شوق میں ریاضت کی اس لیے وہ اللہ کے پاس جمع کیے جائیں گے۔ (۱)

دوزخ سے نجات اور جنت کی طلب میں احادیث

امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعا کی: اے اللہ! جبرائیل اور میکائیل کے رب یا فرمایا اسرافیل کے رب میں دوزخ کی گرمی اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز میں یہ دعا کرتے تھے' اے اللہ! میں قبر کے فتنہ اور دجال کے فتنہ' اور زندگی اور موت کے فتنہ اور جہنم کی گرمی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے تین مرتبہ اللہ سے جنت کا سوال کیا تو جنت دعا کرتی ہے کہ اے اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے اور جس شخص نے تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگی تو دوزخ دعا کرتی ہے کہ اے اللہ! اس کو دوزخ سے پناہ میں رکھ۔ (۲)

۱۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۷۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

۲۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۳۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں اچھائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ [۱]

امام حاکم نیشاپوریؒ متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعاؤں میں سے یہ دعا تھی' اے اللہ! ہم تجھ سے رحمت کی موجبات اور پختہ مغفرت کو طلب کرتے ہیں' اور ہر گناہ سے سلامتی اور نیکی کی سہولت طلب کرتے ہیں اور جنت کی کامیابی اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات طلب کرتے ہیں۔ [۲]

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند درجہ ہے اس سے جنت کے چار دریا بہہ رہے ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ [۳]

امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ص ۳۰۳' بیروت)

۲۔ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے (حافظ ذہبی نے اس حدیث کو بلا جرح نقل کیا ہے) (المستدرک ج ۱ ص ۵۲۵' مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ)

۳۔ (کتاب صفۃ الجنۃ' باب: ۴' ماجاء فی صفۃ درجات الجنۃ رقم الحدیث: ۲۵۳۱)

نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سنا: اے اللہ میں تجھ سے تمام نعمت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے پوچھا تمام نعمت کیا چیز ہے' اس نے کہا میں نے جو دعا کی ہے میں اس سے خیر کی امید رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا تمام نعمت جنت میں داخل ہونا ہے اور دوزخ سے کامیابی حاصل کرنا ہے۔ (۱)

امام احمدؒ روایت کرتے ہیں: حضرت معاذ بن رفاعہ انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا جس کا نام سلیمؓ تھا' وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! جب ہم سو جاتے ہیں اس وقت ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبلؓ آتے ہیں' ہم دن بھر کام کاج میں مشغول رہتے ہیں' یہ اس وقت آ کر نماز کی اذان دیتے ہیں پھر ہم کو لمبی نماز پڑھاتے ہیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے معاذ بن جبلؓ تم فتنہ ڈالنے والے نہ بنو' یا تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ' پھر آپ نے سلیمؓ سے پوچھا تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا میں اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں' اس نے کہا بخدا آپ کی دعا اور معاذ کی دعا بہت حسین ہے' آپ نے فرمایا میری اور معاذؓ کی دعا صرف یہ ہے کہ ہم اللہ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے اس کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (۲)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مثال اس قیام کرنے والے اور روزہ رکھنے والے کی سی ہے جو نہ تو نماز سے غافل ہوتا ہے اور نہ روزہ چھوڑتا ہے، حتیٰ کہ وہ اجر اور غنیمت لے کر واپس اپنے گھر پلٹ آئے، یا اس کی

۱۔(الجامع الصحیح' کتاب الدعوات' باب:۹۴' حدیث:۳۵۲۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۵' ۲۳۱۔ الادب المفرد للبخاری ص ۱۸۸' مطبوعہ پاکستان)

۲۔(مسند احمد ج ۵ ص ۷۴' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

موت آجائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائے۔“ [۱]

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں، میری پھوپھی ربیعؓ کا بیٹا (حارثہؓ غزوہ بدر کے دن جاسوسی کے لیے نکلا، قتال کے لیے نہیں نکلا تھا، انھیں تیر لگ گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ اب ان کی ماں یعنی میری پھوپھی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئیں اور کہنے لگیں، اے اللہ کے رسول! اگر میرا بیٹا حارثہؓ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور ثواب کا ارادہ کرتی ہوں، ورنہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: ”اے ام حارثہؓ! بات یہ ہے کہ جنتیں بیشمار ہیں اور حارثہ سب سے اعلیٰ جنت الفردوس میں ہے۔“ [۲]

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ ﴾

یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم خو ہیں اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، لہٰذا ان کو معاف کر دو، ان کے لیے

۱۔[ابن حبان:٤٦٢٢]

۲۔[بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من أتاه سهم غرب فقتله:٢٨٠٩]

مغفرت کی دعا کرو اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں، پس جب آپ فیصلہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ اپنے او پر بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ربط آیات:

غزوہ احد میں بعض مسلمانوں کی لغزش اور میدان چھوڑنے سے جو صدمہ اور غم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچا تھا، اگر چہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے طبعی اخلاق اور عادات عفو وکرم کی بنا پر ان کو اس پر کوئی ملامت نہیں کی اور کوئی معاملہ سختی کا بھی نہیں کیا، لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول کے ساتھیوں کی دلجوئی اور ان کے دلوں میں اس غلطی پر جو صدمہ اور اپنے قصور پر جو ندامت تھی ان سب کو دھو دینا منظور ہوا تو اس آیت میں آپ کو مزید لطف وکرم کی ہدایت اور صحابہ کرامؓ سے معاملات میں مشورہ لینے کا حکم دیا۔

بعض مسلمان جنگ احد میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے بھاگ گئے تھے' بعد میں وہ آپ کے پاس لوٹ آئے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان پر کوئی گرفت نہیں کی نہ سختی کی بلکہ نہایت نرم اور ملائم طریقہ سے ان سے گفتگو فرمائی' اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو معاف کردیا ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مسلمانوں پر اس نرمی کی تعریف فرمائی ہے۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عفو ودرگذر کے متعلق قرآن مجید کی آیات:

(آیت) ” واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین“۔ (الشعراء: ۲۱۵) جن مسلمانوں نے آپ کی پیروی کی ان کے لیے اپنی رحمت کے بازو جھکا دیجئے۔

(آیت) "خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین"۔ (الاعراف: ۱۹۹) ترجمہ: معاف کرنا اختیار کیجئے نیکی کا حکم دیجئے، اور جاہلوں سے اعراض کیجئے۔

(آیت) "لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم"۔ (التوبہ: ۱۲۸) ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم رسول آگئے ہیں جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت دشوار ہے جو تمہاری (آسانی پر) بہت حریص ہیں اور ایمان والوں پر بہت شفیق اور بہت مہربان ہیں۔ (آیت) "انک لعلی خلق عظیم" (القلم: ٤) ترجمہ: بیشک آپ بہت عظیم خلق پر فائز ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عفو و درگزر اور حسن اخلاق کے متعلق احادیث

امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تقاضا کیا اور بہت بدکلامی کی، آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، کیونکہ صاحب حق کے لیے بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور ایک اونٹ خرید کر اس کا حق ادا کردو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اس وقت جو اونٹ دستیاب ہیں اس کے اونٹ سے افضل ہیں۔ آپ نے فرمایا وہی خرید کر اس کو ادا کردو، کیونکہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔ [1]

اگر وہ شخص کوئی مسلمان اعرابی تھا تو بدکلامی کا مطلب ہے اس نے قرض کی واپسی کا سختی سے مطالبہ کیا اور اگر وہ شخص یہودی یا کافر تھا تو اس بدکلامی سے کفریہ کلام بھی مراد ہوسکتا ہے۔

۱۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۳۲۳، ۳۲۱، ۳۰۹، طبع کراچی)

سراقہ بن مالک کو معاف کردینا

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کا پیچھا کیا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کے خلاف دعا ضرر کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا' اس نے کہا آپ میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے میں آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کے لیے دعا کی۔ [۱]

عبدالرحمن بن مالک المدلجی (سراقہ بن مالک کے بھتیجے) روایت کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور انھوں نے کہا قریش نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ابو بکرؓ کو قتل کرے گا یا ان کو گرفتار کر کے لائے گا تو ہر ایک کے بدلہ میں اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے' اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے ساحل کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ دیکھے ہیں اور میرا گمان ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحابؓ ہیں میں نے اس کو ٹالنے کیلیے کہا وہ نہیں ہوں گے لیکن تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا میں تھوڑی دیر تک وہاں بیٹھا رہا پھر میں گھر گیا اور میں نے اپنی کنیز سے کہا کہ میری گھوڑی کو فلاں ٹیلے کے پیچھے لے جاؤ میں اپنا نیزہ لے کر گھوڑی پر سوار ہوا حتی کہ میں ان کے قریب جا پہنچا پھر میں نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو وہ میرے خلاف نکلی لیکن میں نے فال والے تیر کی مخالفت کی اور آپ کا پیچھے کرتا رہا حتی کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی' آپ ادھر' ادھر نہیں دیکھ رہے تھے اور حضرت ابو بکرؓ ادھر ادھر دیکھ رہے تھے اچانک میری گھوڑی کے دونوں اگلے پیر

۱۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۵۵۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

زمین میں دھنس گئے اور میں زمین پر گر گیا میں نے اس کو ڈانٹا لیکن اس کے پیر زمین سے نہیں نکل سکے میں نے پھر تیر سے فال نکلی تو میرے خلاف نکلی میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت ابوبکرؓ کو امان دینے کا اعلان کیا وہ ٹھہر گئے اور میں پھر اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر ان کے پاس گیا اور جس وقت میری گھوڑی زمین میں دھنس گئی تھی اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ عنقریب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین غالب ہو جائے گا' میں نے آپ کو بتایا کہ آپ کی قوم نے آپ کے اوپر سو اونٹوں کا انعام رکھا تھا اور یہ بتایا کہ قریش آپ کو قتل کرنے یا آپ کو گرفتار کرنے کے درپے ہیں اور میں نے آپ کو زادراہ اور متاع پیش کیا' آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا اور مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا صرف اتنا فرمایا کہ ہمارے معاملہ کو مخفی رکھنا میں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ مجھے امان لکھ کر دیں آپ نے عامر فہیرہؓ کو حکم دیا اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان لکھ دی پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (مدینہ کی طرف) روانہ ہو گئے۔ [۱]

غور کیجئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس شخص کو امان لکھ کر دے رہے ہیں جو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں آپ کو قتل کرنے کیلیے نکلا تھا!

عمیر بن وہب کو معاف کر دینا

امام عبدالملک بن ہشامؒ متوفی ۲۱۳ ھ روایت کرتے ہیں: عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں قریش کی شکست کے بعد عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ حطیم کعبہ میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے' عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں میں سے ایک بڑا شیطان تھا' اور وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵٤، طبع کراچی)

وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب ؓ کو بہت ایذاء پہنچایا کرتا تھا' اور مکہ میں آپ نے اور آپ کے اصحاب نے اس سے بہت تکلیفیں اٹھائی تھیں' عمیر کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں تھا' انھوں نے مقتولین بدر کا ذکر کیا' صفوان نے کہا خدا کی قسم ان کے بعد اب زندہ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے' عمیر نے کہا تم نے سچ کہا' خدا کی قسم اگر میں نے قرض نہ دینا ہوتا جس کی میرے پاس گنجائش نہیں ہے اور مجھے اپنے بال بچوں کے ضائع ہو جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ابھی روانہ ہوتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر کے آتا' صفوان نے اس بات کو غنیمت جانا اور کہا تمہارے قرض کا میں ضامن ہوں اور تمہارے بال بچے میرے بچوں کے ساتھ رہیں گے اور جب تک وہ زندہ رہیں گے ان کا خرچ میں اٹھاؤں گا' اس معاہدہ کے بعد عمیر نے اپنی تلوار کو زہر میں ڈبویا اور مدینہ پہنچ گیا' حضرت عمر بن خطاب ؓ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے جنگ بدر کے متعلق باتیں کر رہے تھے' اچانک حضرت عمر ؓ نے دیکھا کہ عمیر بن وھب ہے یہ تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے' آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ' حضرت عمر ؓ اس کو لے کر آئے اس کی گردن سے اس کی تلوار کی پیٹی پکڑ لی اور اس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بٹھا دیا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا' اے عمر اس کو چھوڑ دو' اور عمیر سے کہا میرے قریب آؤ اس نے کہا صبح بخیر یہ زمانہ جاہلیت کا سلام تھا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہمارا اسلام تمہارے سلام سے بہتر ہے اور وہی اہل جنت کا سلام ہے' آپ نے اس سے پوچھا اے عمیر! تم کس لیے آئے ہو! اس نے کہا آپ کے پاس جو ہمارے قیدی ہیں ان کے متعلق یہ کہنے آیا ہوں کہ آپ ان پر احسان کریں' آپ نے فرمایا پھر تمہارے گلے میں یہ تلوار کیسی ہے؟ اس نے کہا ان تلواروں کے لیے خرابی ہو انھوں نے ہم سے کون سی مصیبت دور کر دی ہے! آپ نے فرمایا کیا تم سچ کہہ رہے ہو تم اسی

لیے آئے ہو؟ اس نے کہا خدا کی قسم میں اسی لیے آیا ہوں' آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے تم نے مقتولین بدر کا ذکر کیا پھر تم نے کہا اگر مجھ پر قرض اور بچوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ابھی روانہ ہو جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر کے آتا' پھر صفوان اس شرط پر تمہارے قرض اور تمہارے بچوں کی کفالت کا ضامن ہو گیا کہ تم مجھے قتل کر دو گے اور تمہارے اور تمہارے اس ارادہ کے پورا ہونے کے درمیان اللہ حائل ہو گیا' یہ سن کر عمیر نے بے ساختہ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' یا رسول اللہ پہلے ہم آسمانی خبروں اور وحی کے متعلق آپ کی تکذیب کرتے تھے' اور یہ ایسی خبر ہے' جس کے موقع پر میرے اور صفوان کے سوا اور کوئی موجود نہیں تھا' خدا کی قسم ! مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ بات صرف اللہ نے بتائی ہے اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی' اس نے کلمہ شہادت پڑھا' نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ تمہارا دینی بھائی ہے اس کو قرآن کی تعلیم دو' اور اس کے قیدی کو آزاد کر دو' پھر حضرت عمیر بن وھب ؓ مکہ چلے گئے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور جس طرح پہلے مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے اب مشرکین کے خلاف تیغ بے نیام رہتے تھے' ان کی تبلیغ سے بہت لوگ مسلمان ہو گئے۔ [۱]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے کے ارادہ سے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر آیا وہ آپ کی نرمی اور حسن اخلاق کو دیکھ کر نہ صرف مسلمان ہوا بلکہ اسلام کا مبلغ بن گیا۔

عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا

۱۔ (السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۷۲' الروض الانف ج ۳ ص ۱۱۴' بیروت الاستیعاب رقم: ۲۰۲۰' اسد الغابہ رقم: ۴۰۹۶' الاصابہ رقم: ۶۰۷۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر ابن الخطاب ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول فوت ہو گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بلایا گیا‘ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں دوڑ کر آپ کے پاس گیا میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں؟ حالانکہ اس نے فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا (کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے اور یہ کہا تھا کہ جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کا ساتھ چھوڑ نہ دیں اس وقت ان پر خرچ نہ کرو اور حضرت عائشہ ؓ پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی جس سے آپ کو سخت رنج پہنچا تھا‘ اور آپ سے کہا تھا کہ اپنی سواری دور کرو مجھے اس سے بدبو آتی ہے‘ جنگ احد میں عین لڑائی کے وقت اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے نکل گیا) میں آپ کو یہ تمام باتیں گنواتا رہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تبسم فرما کر کہا۔ ”اپنی رائے کو رہنے دو“ جب میں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ استغفار کرو یا نہ کرو) سو میں نے (استغفار کرنے کو) اختیار کر لیا اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ اگر میں نے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا‘ حضرت عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [۱]

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ روایت کرتے ہیں: قتادہ ؒ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میری قمیص اور اس پر میری نماز

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۴‘ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع‘ کراچی‘ ۱۳۸۱ ھ)

جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کرسکتی اور بیشک مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ ①

سو آپ کی اس نرمی اور حسن اخلاق کو دیکھ کر عبداللہ بن ابی کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔

فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اور ہند کو معاف کر دینا:

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیانی ؒ المتوی، ٦٣٠ ھ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ فتح کرلیا تو ابوسفیان بن الحارث اور عبداللہ بن ابی امیہ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور حضرت ام سلمہؓ نے ان کی سفارش کی، ابوسفیان نے کہا مجھے باریاب ہونے کی اجازت نہیں ملی تو میں اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر زمین میں نکل جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ سنا تو آپ کا دل نرم ہو گیا اور آپ نے ان کو اجازت دے دی اور انھوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا، ایک قول یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ابوسفیان سے کہا تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کی طرف سے جانا اور آپ سے وہی کہنا جو حضرت یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے حضرت یوسف (علیہ السلام) سے کہا تھا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور بیشک ہم ہی قصوروار تھے، انھوں نے اسی طرح کہا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، آپ نے ان کو قریب بٹھایا اور انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور ابوسفیان نے اپنی پچھلی تمام زیادتیوں پر معافی مانگی، ایک اور روایت میں ہے کہ

۱۔ (جامع البیان ج ۱۰، ص ۱٤۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱٤۰۹ھ)

حضرت عباسؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسفیان فخر کو پسند کرتا ہے' اس کو کوئی ایسی چیز عنایت کیجئے جس کی وجہ سے یہ اپنی قوم میں فخر کرے' آپ نے فرمایا ٹھیک ہے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے اور جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے اور جو شخص مسجد میں داخل ہوگیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اس کو امان ہے۔ (۱)

جب آپ کے سامنے ہند کو پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا یہ ہند ہے؟ ہند نے کہا میں ہند ہوں' اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ میری پچھلی باتوں کو معاف کردیجئے' ہند کے ساتھ اور بھی عورتیں تھیں۔ آپ نے ان سے عہد لیا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی' چوری نہیں کریں گی' بدکاری نہیں کریں گی' اولاد کو قتل نہیں کریں گی کسی بے قصور پر بہتان نہیں باندھیں گی' کسی نیک کام میں حضور کی نافرمانی نہیں کریں گی' پھر آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ان سے بیعت لو' اور ان سب کے لیے مغفرت کی دعا کی۔۔۔ (۲)

فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو معاف کردینا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں: عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ (یہی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے عمیر بن وہبؓ کو مدینہ بھیجا تھا) جدہ جانے کے لیے مکہ سے نکلا تاکہ جدہ سے یمن چلا جائے' حضرت عمیر بن

۱۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۶۶۔۱۶۴' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

۲

وہبؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! صفوان بن امیہ اپنی قوم کا سردار ہے اور وہ آپ کے خوف سے بھاگ رہا ہے تا کہ اپنے آپ کو سمندر میں گرا دے آپ اس کو امان دے دیجئے' آپ نے فرمایا اس کو امان ہے' انھوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی ایسی چیز عنایت کیجئے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے اس کو امان دے دی ہے' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو اپنا وہ عمامہ عطا فرمایا جس کو پہن کر آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے' حضرت عمیرؓ وہ عمامہ لے کر گئے اور ان کو جدہ میں جا لیا اس وقت وہ جہاز میں سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے' انھوں نے کہا اے صفوان! اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے بجائے اپنے دل میں اللہ کو یاد کرو' دیکھو یہ امان ہے جو میں تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لے کر آیا ہوں' صفوان نے کہا تم چلے جاؤ' حضرت عمیرؓ نے کہا اے صفوان' وہ سب سے زیادہ افضل' سب سے زیادہ نیک' سب سے زیادہ حلیم اور سب سے اچھے ہیں' حضرت عمیرؓ صفوان کو حضور کے پاس لے آئے' صفوان نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا' اس کا یہ کہنا ہے کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے! آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا' صفوان نے کہا مجھے اسلام لانے کے لیے دو ماہ کی مہلت دیجئے آپ نے فرمایا میں تمہیں چار ماہ کی مہلت دیتا ہوں۔ (۱)

فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کو معاف کر دینا

امام ابن اثیر شیبانیؒ متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں: عکرمہ بن ابی جہل بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو

۱۔(جامع البیان ج۲ ص ۳۳۹۔۳۳۸' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' کتاب المغازی للواقدی ج۲ ص ۸۵۳' الکامل لابن الاثیر ج۲ ص ۱۶۸' البدایہ والنہایہ ج۴ ص ۳۰۸)

ایذا پہنچانے' آپ سے عداوت رکھنے اور آپ کے خلاف جنگوں میں پیشہ صرف کرنے میں اپنے باپ کی مثل تھا' جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ کو فتح کر لیا تو اس کو اپنی جان کا خوف ہوا اور وہ یمن کی طرف بھاگ گیا' لیکن اس کی بیوی ام حکیم بنت الحارث ؓ مسلمان ہو گئیں اور انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عکرمہ کے لیے امان طلب کی' اور اپنے ساتھ ایک رومی غلام لے کر اس کو ڈھونڈنے نکلیں' انھوں نے عرب کے بعض قبیلوں کی مدد سے عکرمہ کو جا لیا' اس وقت عکرمہ سمندر کے سفر کا ارادہ کر رہے تھے' ام حکیم ؓ نے کہا میں تمہارے پاس اس شخص کے ہاں سے آئی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں سب سے زیادہ حلیم ہیں اور سب سے زیادہ کریم ہیں' اور انھوں نے تم کو امان دے دی ہے' جب عکرمہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہت خوش ہوئے' پھر عکرمہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے لیے استغفار کریں پھر آپ نے ان کے لیے استغفار کیا۔ [١]

امام ابن عساکرؒ متوفی ٧٥١ھ روایت کرتے ہیں: جب عکرمہ کشتی میں سوار ہوئے تو سخت ہوا چلی انھوں نے اس وقت لات اور عزیٰ کو پکارا کشتی والوں نے کہا اس موقع پر اخلاص کے ساتھ صرف اللہ وحدہ لاشریک کو پکارا جائے اور کسی کو پکارنا جائز نہیں' عکرمہ نے سوچا اگر سمندر میں صرف اسی کی الوہیت ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے تو پھر خشکی میں بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور انھوں نے اللہ کی قسم کھا کر دل میں عہد کیا کہ وہ ضرور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جا کر رجوع کریں گے۔ سو انھوں نے آپ کے پاس جا کر آپ سے بیعت کر لی۔ [٢]

١۔(الکامل فی التاریخ ج ٢ ص ١٦٨' مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

٢۔(مختصر تاریخ دمشق ج ١٧ ص ١٣٤)

نیز امام ابن عساکرؒ متوفی ۷۵۱ ھ روایت کرتے ہیں: عکرمہؓ بیان کرتے ہیں کہ جس روز میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ہجرت کر کے پہنچا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: راکب (سوار) مہاجر کو خوش آمدید ہو' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی میں کیا کہوں؟ فرمایا کہو: اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ" میں نے عرض کیا: میں پھر کیا کہوں فرمایا: کہو: اے اللہ! میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں مہاجر اور مجاہد ہوں' سوانھوں نے اسی طرح کہا' پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم مجھ سے جس کسی چیز کا سوال کرو گے جو میں لوگوں کو عطا کر رہا ہوں گا تو میں وہ تم کو ضرور عطا کروں گا' حضرت عکرمہؓ نے کہا میں آپ سے کسی مال کا سوال نہیں کروں گا' میں قریش میں بہت زیادہ مالدار ہوں' لیکن میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں اور کہا میں نے پہلے جتنا مال لوگوں کو اللہ کی راہ میں روکنے کے لیے خرچ کیا تھا۔ خدا کی قسم اگر اللہ نے مجھے لمبی زندگی دی تو میں اس سے دگنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا۔ ایک اور روایت میں ہے جب عکرمہؓ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرط خوشی سے کھڑے ہو گئے' اور فرمایا اس مہاجر کو مرحبا ہو!۔ [۱]

فتح مکہ کے بعد (طائف میں) وحشی کو معاف کر دینا

وحشی بن حرب' جبیر بن مطعم کے غلام تھے' ایک قول یہ ہے کہ بنت الحارث بن عامر کے غلام تھے' حارث بن عامر کی بیٹی نے ان سے کہا میرا باپ جنگ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا اگر تم نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ

۱۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷ ص ۱۳۳۔۱۳۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱٤۰٤ ھ کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۸۵۱' تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۳۳۱' البدایہ والنہایہ ج ٤ ص ۲۹۸' سیرۃ النبویہ لابن ہشام مع الروض الانف ج ۲ ص ۲۷۸)

علیہ وآلہ وسلم) حمزہ یا علی بن ابی طالب ان تینوں میں سے کسی ایک کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو' جنگ احد میں وحشی نے حضرت سیدنا حمزہ ؓ کو قتل کر دیا تھا' اور اس قتل سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت اذیت پہنچی تھی' جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ فتح کیا تو یہ جان کے خوف سے طائف بھاگ کر چلے گئے تھے' پھر ایک وفد کے ساتھ آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات کی اور کلمہ پڑھ لیا' حافظ ابن عساکرؒ نے ان کے اسلام قبول کرنے کا بہت تاثر انگیز واقعہ نقل کیا ہے۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانیؒ متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حمزہ ؓ کے قاتل وحشی کو بلایا اور ان کو اسلام کی دعوت دی' وحشی نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ مجھے کس طرح اپنے دین کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ میں نے شرک کیا ہے' قتل کیا ہے اور زنا کیا ہے اور آپ یہ پڑھتے ہیں:

(آیت) "والذین لایدعون مع اللہ الھا اخرو لایقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاما، یضعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا"۔ (الفرقان: ٦٩۔ ٦٨) اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ (مثلا قصاص میں) اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہے گا۔ جب وحشی نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت نازل کردی:

(آیت) " الامن تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنت وکان اللہ غفورا رحیما، (الفرقان: ٧٠) ترجمہ: لیکن جو (موت سے پہلے) توبہ کرلے' اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو

اللہ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ وحشی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ بہت سخت شرط ہے کیونکہ اس میں ایمان لانے سے پہلے کے گناہوں کا ذکر ہے' ہوسکتا ہے مجھ سے ایمان لانے کے بعد گناہ ہو جائیں تو پھر ایمان لانے کے بعد اگر میری بخشش نہ ہو تو پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ! تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشآء"۔ (النساء: ٤٨) ترجمہ: بیشک اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جو گناہ ہوا سے جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ وحشی نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس آیت میں تو مغفرت اللہ کے چاہنے پر موقوف ہے' ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بخشنا نہ چاہے پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ! تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) "قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم"۔ (الزمر: ٥٣) ترجمہ: آپ کہئے کہ اے میرے بندو' جو اپنی جانوں پر زیادتیاں کر چکے ہو' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بیشک وہی بہت بخشنے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ وحشی نے کہا اب مجھے اطمینان ہوا پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا' صحابہؓ نے پوچھا یہ بشارت آیا صرف وحشی کے لیے ہے یا سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا سب کے لیے ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ وحشی امان طلب کر کے آیا اور پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اسلام قبول کرنے کے متعلق یہی شرائط پیش کیں اور آپ نے یہی جوابات دیئے۔ [١]

ہبار بن الاسود کو معاف کر دینا:

١۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ٢٦ ص ٢٦٣' ٢٦٢-٢٦٣' مطبوعہ دار الفکر' دمشق' ١٤٠٤ھ)

امام محمد بن عمر واقدی ؒ متوفی ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں: ہبار بن اسود کا جرم یہ تھا کہ اس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صاحبزادی حضرت سیدنا زینبؓ کو پشت میں نیزہ مارا تھا اس وقت ہو حاملہ تھیں وہ گر گئیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا' جس وقت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو ساتھ مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہبار بن اسود آ گیا وہ بہت فصیح اللسان تھا اس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس نے آپ کو برا کہا اس کو برا کہا گیا' میں آپ کے اسلام کا قرار کرنے آیا ہوں' پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کا اسلام قبول کر لیا' اس وقت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کنیز سلمہ آئیں اور انھوں نے ہبار سے کہا اللہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کرے تو وہی ہے جس نے فلاں کام کیا تھا اور فلاں کام کیا تھا' آپ نے فرمایا اسلام نے ان تمام کاموں کو مٹا دیا' اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو برا کہنے اور اس کے پچھلے کام گنوانے سے منع فرمایا۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کچھ مال تقسیم کیا' انصار میں سے ایک شخص نے کہا خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس تقسیم سے اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کیا' میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جا کر اس بات کی خبر دی' تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی اور انھوں نے اس پر صبر کیا تھا۔ (۲)

۱۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۸۵۸۔ ۸۵۷' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۸۹۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

عفو اور درگزر کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا' بندے کے معاف کرنے سے اللہ اس کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ اس کا درجہ بلند کرتا ہے ۔۔۔ (۱)

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔ (۲)

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ وہ نرمی کی وجہ سے اتنی چیزیں عطا فرماتا ہے جو سختی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے عطا نہیں فرماتا۔ (۳)

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ شخص بڑا پہلوان نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بڑا پہلوان تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھ سکے۔ (۴)

حضرت سلیمان بن صرد ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے دو شخص لڑے' دو میں سے ایک کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور گردن کی رگیں پھول گئیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ ھ)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲)

۳۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲)

۴۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲)

نے فرمایا مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر وہ کلمہ یہ شخص کہہ دے تو اس کا غصہ چلا جائے گا' وہ کلمہ یہ ہے: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم:۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو بھی تکلیف پہنچائی گئی آپ نے اس کا کبھی بدلہ نہیں لیا حتی کہ اللہ کی حدود کو توڑا جائے تو پھر آپ اللہ کی وجہ سے انتقام لیتے تھے۔ (۲)

سیدنا مالک بن حویرثؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے بیس راتیں آپ کے پاس قیام کیا۔ پھر آپ کو یہ گمان ہوا کہ جیسے ہم اپنے گھر والوں سے ملنے کا شوق رکھتے ہیں، چنانچہ آپ نے ہم سے ہمارے گھر والوں کے بارے میں معلومات لیں۔ ہم نے آپ کو سب کچھ بتا دیا اور چونکہ آپ بڑے نرم مزاج اور رحم دل تھے، اس لیے آپ نے فرمایا: "تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ، پھر انھیں بھی تعلیم دو اور میرے احکامات ان تک پہنچاؤ اور تم نماز اسی طرح پڑھنا جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان کہے، پھر تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔" (۳)

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنا شروع کیا تو لوگ اس کی طرف لپکے، تاکہ اسے ماریں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو، بیشک تمہیں آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے،

۱۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۶)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص' ۱۰۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

۳۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمۃ الناس والبہائم: ۶۰۰۸۔ مسلم، کتاب المساجد، باب من أحق بالإمامۃ: ۶۷۴]

نہ کہ تنگی پیدا کرنے والے بنا کر۔“ [1]

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں، میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جا رہا تھا، آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، اس کا حاشیہ بہت سخت تھا۔ راستے میں آپ کو ایک دیہاتی ملا، اس نے آپ کی چادر پکڑ کر بہت زور سے کھینچا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر پھٹ گئی اور آپ کے کندھوں پر چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا، اے محمد! جو مال اللہ کا آپ کے پاس ہے، اس میں سے کچھ مجھے بھی دینے کا حکم دیجیے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی طرف دیکھا، آپ مسکرائے اور اس کو کچھ مال دینے کا حکم صادر فرما دیا۔ [2]

وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ: اللہ نے فرمایا کہ اگر آپ بد خلق، سخت زبان، سخت دل ہوتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے تو ایک ایک کر کے سب آپ سے الگ ہو جاتے اور دعوت کا کام رک جاتا، لیکن اللہ نے آپ کو نرم خو، نرم زبان، خوش مزاج اور رحم دل بنایا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے: (اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا) [الفتح: ۸] تو (رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے متعلق) تورات میں ہے: ”اے نبی! بیشک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام

۱۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یسروا ولا تعسروا: ۶۱۲۸]

۲۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب التبسم والضحک: ۶۰۸۸۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفة ومن یخاف علی إیمانہ إن لم یعط ۔۔ الخ: ۱۰۵۷]

متوکل رکھا، آپ نہ بدخو ہیں، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے، اور (وہ ایسے نبی ہیں کہ) وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عرب قوم) کو سیدھا نہ کرلیں، یعنی جب تک وہ ان سے "لا الہ الا اللہ" کا قرار نہ کرالیں۔ پس اس کلمہ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔" (١)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کسی اچھے کام کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ تمہارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔" (٢)

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ : فرمایا کہ ان سے آپ کے حق میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس سے درگزر کیجیے، جیسا کہ اللہ نے انھیں معاف کردیا ہے اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجیے، ارشاد فرمایا: (خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ) [الاعراف: ١٩٩] "درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔" اور فرمایا: (وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَكُمۡ) [النور: ٢٢] "معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخشے۔" اور فرمایا: (وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ) [آل عمران: ١٣٤] "اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور اپنے قرض کی ادائیگی کا تقاضا کرنے لگا اور اس نے (تقاضے میں) بہت سختی سے کام لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے

١۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب (إنا أرسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا): ٤٨٣٨]

٢۔ [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء: ٢٦٢٦]

سرزنش کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو، اس لیے کہ حق والے کو کہنے کا حق ہے۔" (۱)

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کہا، نہ آپ نے کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ (۲)

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ: یعنی جب کوئی معاملہ درپیش ہو تو مسلمانوں سے مشورہ کرلیا کریں۔ اس آیت سے مشاورت کی اہمیت، افادیت اور اس کی ضرورت و مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی زندگی میں صحابہ سے بہت سے معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے۔

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جب ابوسفیان کے آنے کی خبر ملی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مشورہ کیا۔

سیدنا ابوبکر و عمرؓ نے باری باری بات کی تو آپ نے ان سے اعراض کیا، تو سعد بن عبادہؓ نے کھڑے ہوکر کہا، شاید آپ ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں تو ہم ضرور ڈال دیں اور اگر آپ حکم دیں کہ ہم گھوڑوں کو برک الغماد (مدینہ سے بہت دور ایک جگہ کا نام) تک لے جائیں تو ہم

۱۔ [بخاری، کتاب الوکالۃ، باب الوکالۃ فی قضاء الدیون: ۲۳۰۶]

۲۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء وما یکرہ من البخل: ۶۰۳۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۲۳۰۹]

ضرور لے جائیں۔ (۱)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ (۲)

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ (واقعہ افک کے موقع پر) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مسلمانوں! مجھے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنھوں نے میرے اہل پر افترا پردازی کی ہے، اللہ کی قسم! میں اپنے اہل کے بارے میں کوئی بری بات نہیں جانتا، پھر انھوں نے الزام تراشی بھی کس پر کی ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اسے بہتر ہی خیال کرتا ہوں۔ (۳)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جس سے مشورہ طلب کیا جائے اسے امین سمجھا جاتا ہے۔" (۴)

موجودہ جمہوریت اور اسلامی شوریٰ الگ الگ چیزیں ہیں، بلکہ جمہوریت ایک مستقل دین ہے۔ جمہوریت میں ہر اہل اور نااہل کا ووٹ برابر ہے، پھر اس میں عوام کی اکثریت فیصلہ کن ہے۔ گویا فیصلوں میں انھی کو اللہ و رسول کا مقام حاصل ہے، خواہ وہ سود کو حلال کر دیں یا زنا اور قوم لوط کے عمل کو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی کوئی شرط نہیں، اگر کہیں ہے بھی تو صرف دھوکا دینے کے لیے ہے۔

۱۔ [مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ بدر: ۱۷۷۹]

۲۔ [ترمذی، کتاب الجہاد، باب ما جاء فی المشورۃ، قبل الحدیث: ۱۷۱۵۔ مسند أحمد: ۳۲۸/۴، ح: ۱۸۹۵۲]

۳۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب (أن الذین یحبون أن تشیع الفاحشۃ ۔۔ الخ): ۴۷۵۷۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الإفک وقبول توبۃ القاذف: ۲۷۷۰]

۴۔ [أبو داؤد، کتاب الأدب، باب فی المشورۃ: ۵۱۲۸۔ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن: ۲۸۲۲]

اس میں فیصلہ اکثریت کا ہوتا ہے اور صدر اس فیصلہ کا پابند ہے، خواہ اسے غلط سمجھتا ہو یا صحیح۔ ان کے ہاں مشورہ کا معنی اکثریت ہے، جبکہ اسلام میں امیر مشورہ لینے کا پابند ہے، مگر صرف ان امور میں جو قرآن و سنت میں مذکور نہ ہوں، بلکہ تدبیری یا انتظامی قسم کے ہوں۔ امیر مشورہ ان لوگوں سے لے گا جو اس معاملے میں رائے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ مشورہ کے بعد آخری فیصلہ امیر کا ہوگا۔ اگر وہ مناسب سمجھے تو اکثریت کے فیصلے پر عمل کرے اور اگر کم لوگوں میں زیادہ اہلیت والے لوگ ہونے کی وجہ سے ان کی رائے کو بہتر سمجھے تو اس پر فیصلہ کرے، کیونکہ فیصلوں کے نتائج کا آخری ذمہ دار امیر ہوگا اکثریت نہیں، اور وہ بھی اللہ پر توکل کرتے ہوئے فیصلے پر عمل کرے گا نہ کہ مشورہ دینے والوں کی یا اپنی عقل وفہم پر۔

فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ: یعنی مشاورت کے بعد جس چیز پر آپ کی رائے پختہ ہو جائے، تو پھر اللہ پر توکل کر کے اسے کر گزریے۔ اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ مشاورت کے بعد آخری فیصلہ امیر ہی کا ہوگا، نہ کہ ارباب مشاورت یا ان کی اکثریت کا، جیسا کہ جمہوریت میں ہے۔ دوسری یہ کہ سارا اعتماد و توکل اللہ کی ذات پر ہو نہ کہ مشورہ دینے والوں کی عقل وفہم پر۔ توکل بڑی اچھی صفت ہے، ارشاد فرمایا: (وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ)[ابراہیم:۱۱] ”اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔“ اور فرمایا: (وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ)[الطلاق:۳] ”اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”(میری امت کے) لوگوں میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔“ پھر فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرواتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں، بلکہ صرف اپنے رب پر توکل

کرتے ہیں۔“ (۱)

﴿ اِنۡ یَّنۡصُرۡكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمۡ ۚ وَاِنۡ یَّخۡذُلۡكُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡیَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾ ﴾

اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ مدد فرمائے تو کوئی غالب نہیں آسکتا

پہلی آیت میں ارشاد فرمایا (اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِیۡنَ) (بلاشبہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں) اس آیت شریفہ میں اللہ پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کسی قوم پر غالب ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد ہی اصل چیز ہے قلت اور کثرت اور اسباب سے اس کا حقیقی تعلق نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب ہونے والا نہیں۔ بدر میں اللہ تعالیٰ نے نصرت فرمائی۔ مسلمان تھوڑے تھے سامان حرب بھی معمولی تھا دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان

۱۔ [بخاری، کتاب الطب، باب من اکتوی ۔۔ الخ: ۵۷۰۵۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب: ۲۱۸]

کے پاس سامان بھی بہت تھا لیکن دشمن مغلوب ہوئے۔ پھر فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تم کو مدد کے بغیر چھوڑ دے تو کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ اور واقعہ احد میں یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے حاصل یہ کہ مدد اور نصرت کے لیے ہمیشہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔ اور اسی سے مدد طلب کریں اور اسی پر توکل کریں۔

ابوداؤد و عبد حمید اور ترمذی ؒ نے اس کو حسن کہا وابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے مقسم ؒ کے طریق سے ابن اسحاق ؒ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا ہرگز تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا وہ شخص جو تیری مدد چھوڑ دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ تیری مدد چھوڑ دے تو ہرگز تم کو لوگ فائدہ نہیں پہنچا سکتے (اور فرمایا) لفظ آیت "فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ" یعنی تو میرے حکم کو نہ چھوڑ لوگوں کے لیے اور چھوڑ دے لوگوں کو میرے حکم (کو پورا کرنے کے) کے لیے (اور فرمایا) "وعلی اللہ" اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں نہ کہ لوگوں پر کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "فلیتقوکل المؤمنون" (یعنی ایمان والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے)۔

قرآن مجید کی اور آیات میں بھی یہ مضمون بیان فرمایا ہے:

(آیت) "ولینصرن اللہ من ینصرہ، ان اللہ لقوی عزیز"۔ (الحج: ٤٠)

ترجمہ: اور اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک اللہ بہت قوت والا بہت غالب ہے۔

(آیت) "یایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم"۔ (محمد: ٧)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے (دین کی) مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت

قدم رکھے گا۔

(آیت) ”ولقد ارسلنا من قبلک رسلا الی قومھم فجآءوھم بالبینات فانتقمنا من الذین اجرموا وکان حق علینا نصر المؤمنین“۔(الروم:٤٧)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے ان کے (زمانے کے مشرک) لوگوں کی طرف وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے، پھر ہم نے تکذیب کرنے والے مجرموں سے انتقام لیا اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ (کرم پر) ہے۔

﴿ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ ﴾

اور کسی نبی کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی ہوگی، پھر ہر شخص کو پورا پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ربط آیت: اس سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ احد پہاڑ کی پشت پر پچاس تیر اندازوں کو کھڑا کیا گیا تھا‘ وہ مال غنیمت دیکھ کر اس کو لوٹنے کے لیے دوڑ پڑے۔ ان کو شاید یہ خیال تھا کہ اگر انھوں نے بروقت مال غنیمت سے حصہ نہیں لیا تو شاید ان کو بعد میں حصہ نہیں ملے گا‘ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ خیانت

کرنا کسی نبی کی شان نہیں ہے تو جو سید الانبیاء اور امام المرسلین ہیں ان کے متعلق یہ گمان کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

شان نزول

اس آیت کے شان نزول کے متعلق امام بن جریرؒ نے کئی روایات بیان کی ہیں:

مقسمؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جنگ بدر کے دن سرخ رنگ کی ایک چادر گم ہوگئی بعض لوگوں نے کہا شاید نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ چادر لی ہوگی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ خیانت کرنا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان نہیں ہے۔ بظاہر اس قول کے قائم منافقین تھے۔

ضحاکؒ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بعض اصحاب میں مال غنیمت تقسیم کرتے تھے اور بعض اصحاب میں نہیں کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عادلانہ مزاج کے پیش نظر یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ امام رازی اور بعض دیگر مفسرینؒ نے ذکر کیا ہے کہ بعض اشراف یہ چاہتے تھے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مال غنیمت میں سے ان کو زیادہ حصہ عطا کریں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا تعلق اداء وحی کے ساتھ ہے‘ کیونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرآن مجید پڑھتے تھے اور اس میں مشرکین کے دین کی مذمت تھی اور ان کے باطل خداؤں کا بطلان ظاہر کیا تھا اس لیے انھوں نے کہا کہ آپ ایسی آیات نہ پڑھا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [۲]

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ١٠٢‘ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

۲۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ٨٤‘ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس آیت کی آیات سابقہ کے ساتھ صحیح مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ جہاد کے احکام بیان فرمائے تھے اور جہاد کے احکام میں سے ایک حکم مال غنیمت کو تقسیم کرنا ہے سو اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم میں خیانت نہ کی جائے۔

مال غنیمت میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن صحابہ کرام آپس میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ فلاں شخص شہید ہوا اور فلاں شخص شہید ہوا، دوران گفتگو ایک شخص کا ذکر ہوا صحابہ کرامؓ نے اس شخص کے بارے میں بھی کہا کہ وہ شہید ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہرگز نہیں! میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے کیونکہ اس نے مال غنیمت میں سے ایک چادر چرالی تھی، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جا کر لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے، چنانچہ میں نے حسب ارشاد لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ خیبر فتح کرنے گئے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی، وہاں سے مال غنیمت میں سونا چاندی نہیں ملا، بلکہ مختلف قسم کا سامان، غلہ اور کپڑے وغیرہ ملے، ہم ایک وادی کی طرف چل پڑے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ رفاعہ بن زیدؓ نامی بنو ضبیب کا ایک غلام تھا، جو آپ کو قبیلہ جذام کے ایک شخص نے نذر کیا تھا۔ جب ہم اس وادی میں اترے تو اس غلام نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سامان کھولنا شروع کیا، اسی دوران کہیں سے اچانک ایک تیر آ کر اسے لگا، جس سے وہ فوت ہو گیا، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

اسے شہادت مبارک ہو' رسول اللہ نے فرمایا: ہرگز نہیں' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے' جو چادر اس نے خیبر کے مال غنیمت میں سے لی تھی' وہ اس کے حصہ کی نہ تھی وہی چادر ایک شعلہ کی صورت میں اس کے اوپر جل رہی ہے' یہ سن کر سب خوف زدہ ہو گئے' ایک شخص چمڑے کے ایک یا دو تسمے لے کر آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے جنگ خیبر کے دن ان کو پایا تھا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ تسمے بھی آگ کے ہیں۔ ١

مال غنیمت سے متعلق دیگر مسائل: ان دونوں حدیثوں سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

(١) مال غنیمت میں سے کچھ چرانا حرام ہے۔

(٢) مال غنیمت کی چوری میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔

(٣) مال غنیمت میں کچھ چرانے والے کو اگر قتل کر دیا جائے تو اس کو شہید نہیں کہا جائے گا۔

(٤) مطالبہ قسم کے بغیر بھی کلام کو موکد کرنے کے لیے قسم کھانا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے۔

(٥) مال غنیمت میں سے جو چیز چرائی جائے اس کا واپس کرنا واجب ہے اور اگر وہ واپس کرے تو اس کو قبول کیا جائے گا۔

(٦) مال غنیمت سے چوری کرنے والے شخص کے سامان کو جلایا نہیں جائے گا اور جس حدیث میں یہ ہے کہ "جو شخص چوری کرے اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مار دو" اس حدیث کو حافظ عبد البرؒ وغیرہ نے

١۔ (صحیح مسلم ج١ ص ٧٤' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٧٥ھ)

ضعیف کہا ہے' اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہوگئی۔ یہ حکم اس وقت تھا جب عقوبات مالیہ (جرمانے) مشروع تھیں۔

اموال مسلمین میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید:

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم میں تشریف فرما ہوئے، آپ نے خیانت کا ذکر کیا اور اس کا سخت گناہ بیان کیا' اور فرمایا میں تم میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سوار اونٹ بڑبڑا رہا ہو' وہ شخص کہے گا یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے' میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تجھ کو تبلیغ کر چکا ہوں' اور میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سوال بکری ممیا رہی ہو' وہ کہے گا یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے' میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں' اور میں تم میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سوار انسان چیخ رہا ہو' وہ کہے گا یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے' میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہ ہوں' میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں' اور میں تم میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑوں کی ایک گٹھڑی ہل رہی ہو' وہ کہے گا یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے' میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں اور تم میں سے کسی ایک شخص کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سونا اور چاندی ہو وہ کہے گا یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے' میں کہوں گا میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک

نہیں ہوں میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں۔ [۱]

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابتداء سختی فرمائیں گے اور شفاعت نہیں کریں گے اور فرمائیں گے میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں لیکن بعد میں جب آپ پر رحمت کا غلبہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ آپ کو شفاعت کا اذن دے دے گا اس وقت شفاعت فرمائیں گے' اس حدیث میں طعام کے علاوہ ہر چیز کی خیانت کا ذکر ہے' دنیا میں خیانت کرنے والے کو حاکم تعزیراً سزا دے گا' اور اس کے اس سامان کو جلایا نہیں جائے گا جس میں اس نے خیانت کا مال رکھا تھا' حسنؒ مکحول اور اوزاعیؒ کے نزدیک ان کا پالان جلا دیا جائے گا ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام احمدؒ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص کے سامان میں تم خیانت کا مال پاؤ اس کے سامان کو جلا دو' اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا اس کو ضرب لگاؤ (مارو)۔ [۲]

جمہور نے اس حدیث پر اس لیے عمل نہیں کیا کہ سالم سے اس حدیث کی روایت میں صالح بن محمد منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے، نیز نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے جن لوگوں نے خیانت کا اقرار کیا آپ نے ان کا سامان نہیں جلایا۔

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوحمید ساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بنو اسد کے ایک شخص کو صدقات وصول کرنے کا عامل بنایا اس کا نام

۱۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۶۲-۱۴۶۱ مطبوعہ بیروت، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' مسند احمد مطبوعہ بیروت ج ۲ ص ۴۲۶)

۲۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲)

ابن اللبتیہ تھا' جب وہ صدقات وصول کر کے آیا تو اس نے کہا یہ تمہارا مال ہے' اور یہ میرا مال ہے مجھے ہدیہ کیا گیا ہے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی اس کے بعد فرمایا: جن عاملوں کو میں بھیجتا ہوں ان کو کیا ہو گیا ہے وہ کہتے ہیں یہ تمہارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے' یہ شخص اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہیں بیٹھ گیا۔ پھر ہم دیکھتے کہ اس کو ہدیہ کیا جاتا ہے یا نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے' تم میں سے جو شخص بھی صدقات (اموال مسلمین) میں سے کوئی چیز لے گا قیامت کے دن جب وہ آئے گا تو وہ چیز اس کی گردن پر سوار ہوگی' اونٹ بڑبڑا رہا ہوگا' یا گائے ڈکرا رہی ہوگی' یا بکری ممیا رہی ہوگی' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے حتی کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' پھر دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟۔ (١)

حکومت کے عمال جو چیزیں ہدیہ کے نام پر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اس میں اللہ کی بھی خیانت ہے اور مسلمانوں کی بھی' اللہ کی خیانت اس لیے ہے کہ انھوں نے اللہ کے دیئے ہوئے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کی خیانت اس لیے ہے کہ انھوں نے بیت المال کو اپنے ذاتی تصرف میں لے لیا۔؛

نیز امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں: عدی بن عمیرہ کندیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی منصب کا عامل بنایا اور اس نے کوئی سوئی یا اس سے بھی چھوٹی کوئی چیز ہم سے چھپالی تو یہ خیانت ہے جس کو وہ قیامت کے دن لے کر آئے گا' انصار میں سے ایک سیاہ فام شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے دیئے ہوئے منصب کو مجھ سے واپس

١۔ (صحیح مسلم ج ٣ ص ١٤٦٣' مطبوعہ بیروت)

لے لیجئے آپ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے آپ کو اس اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا میں اب بھی یہی کہتا ہوں ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی عہدہ کا عامل بنایا' اس کو چاہیے کہ وہ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کو لے کر آئے' پھر اس کو جو دے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہے۔ (۱)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی خیانت کرتا ہے تو وہ ایسی حالت میں خیانت نہیں کرتا کہ وہ مومن ہو، لہٰذا اس سے بچو، اس سے بچو۔" (۲)

سیدنا مستورد بن شدادؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص ہمارا عامل ہو تو وہ شادی کر لے، اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو خادم لے لے اور اگر اس کے پاس مکان نہ ہو تو مکان حاصل کر لے۔" (راویٔ حدیث مستورد) کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے کہا، مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جس نے ان کے علاوہ کوئی چیز لی تو وہ خائن ہے یا چور۔" (۳)

﴿ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ ﴾

۱۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱٤٦٥' مطبوعہ بیروت)

۲۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنہ لا یدخل الجنة إلا المؤمنون: ۱۰۳/۵۷]

۳۔ [أبوداؤد، کتاب الخراج، باب أرزاق العمال: ۲۹٤۵]

کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کا طالب ہو اس شخص کے مانند ہو جائے گا جو اللہ کا غضب لے کر لوٹا اور جس کا ٹھکانا جہنم ہے؟ اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ (۱۶۲) اللہ کے ہاں ان کے درجے الگ الگ ہوں گے اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ (۱۶۳)

قولہ تعالیٰ: (آیت) "افمن اتبع رضوان اللہ"۔ یعنی جو غلول کو ترک کرنے کا اور جہاد پر صبر کرنے (ڈٹے رہنے) کا ارادہ کرتا ہے۔ (آیت) "کمن بآء بسخط من اللہ"۔ (اس کی طرح ہو سکتا ہے) جو کفر یا غلول یا جنگ میں حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پیٹھ پھیرنے کا ارادہ کرتا ہے (آیت) "وماوہ جھنم "۔ یعنی اس کا ٹھکانا جہنم ہے، یعنی اگر اس نے توبہ نہ کی یا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف نہ کیا۔ (آیت) "وبئس المصیر" یعنی لوٹنے کی جگہ بہت بری ہے، اور (آیت) "رضوان" کو را کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے جیسا کہ عدوان اور عدوان" پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) "ھم درجت عند اللہ"۔ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی اور اتباع کی وہ اس کی طرح نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا ہے، کہا گیا ہے: "ھم درجت متفاوتۃ"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے درجات اور منازل مختلف ہیں، پس جس نے رضائے الہی کی پیروی کی اس کے لیے عزت و کرامت اور ثواب عظیم ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا اس کے لیے ذلت، رسوائی اور دردناک عذاب ہے۔ اور (آیت) "ھم درجت" کا معنی ہے ذوو درجات (وہ صاحب درجات ہیں) یا علی درجات (وہ درجات پر ہیں) او فی درجات (یا وہ درجات میں ہیں) یا لھم درجات (یا ان کے لیے درجات ہیں) اور اہل نار

بھی درجات والے ہیں جیسا کہ فرمایا: وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح۔ [1]
(میں نے اسے آگ کی تکالیف میں پایا تو میں نے اسے تھوڑے سے پانی کی طرف نکال دیا) پس مومن اور کافر درجہ میں برابر اور مساوی نہیں ہوں گے پھر مومنین بھی مختلف ہوں گے پس ان میں سے بعض بعض سے بلند رتبہ پر ہوں گے اور اسی طرح کفار بھی، اور درجہ کا معنی رتبہ ہے اور اسی سے الدرج ہے (لکھا جانے والا کاغذ) کیونکہ اسے درجہ بدرجہ لپیٹا جاتا ہے، اور جہنم کے مراتب میں مشہور درکات ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: (آیت) "ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار"۔ (النسائ: ۱٤٥) ترجمہ: بیشک منافقین جہنم کے نیچے والے درکہ (گڑھے) میں ہوں گے) پس جس نے غلول نہیں کیا اس کے لیے جنت میں درجات ہوں گے اور جس نے غلول کیا اس کے لیے جہنم میں درکات ہوں گے، ابوعبیدہ نے کہا ہے: جہنم کی کئی منازل ہیں اور ان میں سے ہر منزل کو درک اور درک کہا جاتا ہے اور درک نیچے کی طرف ہوتا ہے اور درج اوپر بلندی کی جانب ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "افمن اتبع رضوان اللہ" سے مراد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا اتباع کرے اور غنیمت میں چوری نہیں کرے (پھر فرمایا) "کمن باء بسخط من اللہ" سے مراد ہے مانند اس شخص کے جس نے واجب کرلیا ہے اللہ تعالیٰ کے غصہ کو خیانت کرنے کی وجہ سے سو یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ پھر ان دونوں کا ٹھکانا بیان فرمایا اور اس شخص کے لیے فرمایا جو خیانت کرتا ہے کہ لفظ آیت "وماوہ جہنم وبئس المصیر" یعنی خیانت کرنے والے کا ٹھکانا (جہنم ہے) پھر اس شخص کے ٹھکانے کا بیان فرمایا جس نے خیانت نہیں کی۔ پھر آپ نے "ہم درجت" یعنی ان کے فضائل ہیں۔"

۱۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد۱، صفحہ ۱۱٥، اسلام آباد)

عنداللہ واللہ بصیر بما یعملون" یعنی وہ ذات دیکھنے والی ہے جس نے تم میں سے چوری کی اور جس نے نہ کی۔

عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "افمن اتبع رضوان اللہ" سے مراد وہ شخص ہے جو خیانت نہ کرے اور لفظ آیت "کمن باء بسخط من اللہ" سے مراد ہے کیا وہ اس آدمی کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مستحق بنا۔

ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "افمن اتبع رضوان اللہ" سے مراد وہ شخص ہے جس نے خمس ادا کر دیا۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "افمن اتبع رضوان اللہ" سے مراد وہ شخص ہے جس نے حلال کو لے لیا یہ بہتر ہے اس کے لیے اس شخص سے جس نے حرام کو لے لیا اور یہ خیانت اور سارے مظالم کو شامل ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ہم درجت عنداللہ" سے ان کے درجات ہوں گے اعمال کے مطابق۔

عبد بن حمید وابن جریر اور ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ہم درجت عنداللہ" سے مراد ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمانا لفظ آیت "لہم درجت عنداللہ" (الانفال آیت ٤)۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ "ہم درجت" سے مراد ہے "لہم درجت"۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "ہم درجت" کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا لوگوں کے لیے درجات ہیں ان کے اعمال کے مطابق خیر میں بھی اور شر

میں بھی۔

ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ہم درجت عنداللہ" سے مراد ہے کہ جنت والوں سے ان کے بعض لوگ بعض کے اوپر ہوں گے جس کا درجہ فضیلت والا ہوگا وہ اپنے سے کم درجے والے کو دیکھے گا لیکن جو درجے میں کم ہوگا وہ کسی کو یوں نہیں دیکھے گا کہ اس سے بھی کوئی افضل ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٦٤﴾﴾

تحقیق اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا ہے کہ انھیں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اس کی آیتیں سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، بیشک یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

ربط آیات: گزشتہ درس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی وضاحت فرمائی تھی۔ کہ نبی کی شان کے شایاں نہیں کہ وہ مال غنیمت میں سے کوئی چیز ازخود اپنے پاس رکھ لے۔ وہ تو جماعت کا سربراہ ہے۔ اس کو اللہ نے اجازت دی ہے کہ جو چیز چاہے سر عام اپنی تحویل میں لے۔ لہٰذا اسے کیا ضرورت ہے کہ کوئی چیز خفیہ طور پر لے لے۔ اللہ کا پیغمبر ایسا نہیں کرسکتا۔ اللہ نے لوگوں کی تردید فرمائی جو اس قسم کا گمان کر رہے تھے۔ آج کے درس میں ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اپنے رسول کو اہل ایمان کے لیے بطور

نعمت پیش کیا ہے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ اور آپ کے فرائض کا تذکرہ کیا ہے۔

آیات سابقہ سے اس آیت کے ارتباط کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر لوگوں کے دوگروہ بیان فرمائے ایک وہ جو اللہ کی رضا کے لیے عمل کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو اللہ کی ناراضگی کے کام کرتے ہیں۔ اب اللہ نے ان دونوں فریقوں کی تفصیل شروع کی پہلے مومنین کا ذکر فرمایا جو اللہ کی رضا کے لیے عمل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان میں ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج کر ان پر احسان فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو کفر اور شکر کی نجاست سے پاک کرتا ہے اور ان کے اعضاء اور قلب کو ہر قسم کے گناہوں سے بچا کر صاف رکھتا ہے اور ان کو کتاب اور سنت کی تعلیم دیتا ہے۔

(۲) بعض منافقین نے جنگ بدر کے دن ایک چادر کے متعلق یہ کہا تھا کہ شاید نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ چادر لی ہوگی' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی برأت کرتے ہوئے فرمایا تھا اور خیانت کرنا کسی نبی کی شان نہیں ہے (آل عمران:۱۶۱)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اسی برات اور نزاہت کو موکد کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ عظیم رسول ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور ان کے سامنے نشوونما پائی اور پوری زندگی میں اس نبی سے صدق' امانت' اللہ کی طرف بلانے اور دنیا سے بے رغبتی کرنے کے سوا ان سے کچھ ظاہر نہیں ہوا' تو ایسے صادق' امین اور زاہد کی طرف خیانت کی نسبت کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔

(۳) پھر اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کی برائت اور نزاہت پر اکتفا نہیں کی بلکہ فرمایا اس عظیم رسول کا وجود تو تمہارے لیے بہت بڑی نعمت ہے' کیونکہ وہ تم کو بے دینی اور گمراہی سے پاک کرتے ہیں اور تم کو علوم و

معارف سے نوازتے ہیں' امام احمدؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے نجاشی سے کہا: اے امیر! ہم لوگ جاہل تھے' بتوں کی عبادت کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' بے حیائی کے کام کرتے تھے' رشتے توڑتے تھے' ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے' ہم میں سے قوی شخص ضعیف کا حق کھا جاتا تھا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک عظیم رسول بھیجا جن کے نسب کو' ان کے صدق کو' ان کی امانت داری کو اور ان کی پاک دامنی کو ہم اچھی طرح جانتے تھے' انھوں نے ہم کو دعوت دی کہ ہم اللہ واحد لاشریک کی عبادت کریں' اور ہم اور ہمارے آباء و اجداد جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اس کو ترک کر دیں انھوں نے ہم کو تعلیم دی کہ ہم سچ بولیں' امانت ادا کریں' رشتے جوڑیں' ہمسایوں سے اچھا سلوک کریں' حرام کاموں اور خوں ریزی کو چھوڑ دیں' انھوں نے ہمیں بے حیائی کے کاموں' جھوٹ بولنے' یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ انھوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں' نماز پڑھیں' زکوٰۃ ادا کریں اور روزے رکھیں۔ [۱]

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت پر دلائل اور مومنین پر وجوہ احسان

سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت پر حسب ذیل دلائل ہیں اور یہی دلائل مومنوں پر وجوہ احسان ہیں:

(۱) سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ میں پیدا ہوئے اور آپ نے وہیں نشو و نما پائی' اور چالیس سال تک اہل مکہ دیکھتے رہے کہ آپ نے ہمیشہ سچ بولا' اور آپ کی پارسائی اور امانت و دیانت کا سکہ لوگوں

۱۔ الحدیث (مسند احمد ج۱ ص ۲۰۲)

کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ آپ حرص وطمع ' جھوٹ ' بے حیائی اور برائی کے کاموں سے ہمیشہ دور رہے لوگ آپ کو صادق اور امین کے نام سے پہچانتے تھے۔ پھر جب آپ نے چالیس سال بعد اللہ کے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا تو یہ یقین کیا جاسکتا تھا کہ جس شخص نے آج تک بندوں کے متعلق کوئی جھوٹ نہیں بولا وہ یکا یک خدا پر کیسے جھوٹ باندھے گا!

(۲) اہل مکہ کو علم تھا کہ آپ نے کسی استاذ کے آگے کبھی زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا' کسی کا درس سنا نہ کسی کتاب کو پڑھا نہ کسی سے علم کا تکرار کیا' پھر چالیس سال اسی طرح گزارنے کے بعد آپ یکا یک غار حرا سے نکلے اور ایسا فصیح وبلیغ کلام پڑھا جس کی نظیر لانے سے آج تک تمام دنیا عاجز ہے' پھر اس کلام میں گزشتہ اقوام کی تاریخ اور ان کے واقعات تھے جن کو پہلے آپ نے کسی سے سنا نہ تھا اور جن کی اہل کتاب نے تصدیق کردی اور اس کلام میں مستقبل کے متعلق پیش گوئیاں تھیں جو اپنے اپنے وقت میں حرف بہ حرف پوری ہوئیں تو عقل سلیم کے لیے اس کو باور کرنے میں کوئی تامل نہ رہا کہ یہ کسی انسان کا نہیں اللہ کا کلام ہے' اور اس کلام کو اللہ نے آپ پر نازل کیا اور آپ اس کے برگزیدہ نبی اور رسول ہیں۔

(۳) مخالفین نے آپ کو دعویٰ نبوت سے دستبردار ہونے کے لیے بڑی بھاری مالی پیش کشیں کیں' عرب کی حسین عورتوں کو نکاح کے لیے پیش کیا' لیکن آپ توحید کا پیغام سنانے سے دستبردار نہیں ہوئے' پھر آپ کو اذیتیں پہنچائی گئیں' آپ کے اصحاب کو تنگ کیا گیا' آپ کا سماجی بائیکاٹ کر دیا گیا (۷ نبوت میں) مخالفین نے مل کر یہ معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندان بنو ہاشم سے تعلق رکھے گا نہ ان سے خرید و فروخت کرے گا نہ ان کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز جانے دے گا حتی کہ وہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کر دیں' اس کے نتیجہ میں آپ تین سال تک شعب ابو طالب

میں محصور رہے' جب ان مصائب اور مشقتوں کے باوجود آپ اللہ کی توحید بیان کرنے سے دست کش نہیں ہوئے تو سب نے مل کر آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا حتی کہ آپ کو ہجرت کر کے اپنا وطن چھوڑنا پڑا' آپ نے سب کچھ چھوڑا' لیکن پیغام حق سنانا نہیں چھوڑا' جو شخص اپنے موقف کی خاطر اتنے مصائب اور اذیتیں برداشت نہیں کرسکتا۔ سو جس شخص کے سامنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ سیرت ہو اس کو آپ کو صداقت میں کبھی تامل نہیں ہوسکتا۔

(٤) سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو کتاب پیش کی، اس میں اللہ کی وجود' اس کے خالق کائنات ہونے اور واحد لاشریک ہونے کا بیان ہے اور شرک سے تنزیہ ہے' اس میں نیک عمل کرنے اور برے عمل نہ کرنے کی تلقین اور ترغیب ہے' اور ان کے منکروں پر عذاب نازل ہونے کا بیان ہے۔ غرض اس کتاب میں نیکی اور سچائی کے سوا کچھ نہیں تو جس شخص نے یہ کتاب پیش کی اور اس کے منزل من اللہ ہونے کا دعوی کیا وہ خود نیک اور سچا کیوں نہیں ہوگا!

(٥) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیشمار معجزات پیش کیے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا' سورج کو پلٹایا' درخت آپ کے اشارہ پر چل کر آتے اور پھر واپس اپنی جگہ چلے جاتے' درختوں' پتھروں' اور مختلف جانوروں نے آپ کا کلمہ پڑھا' کھانے پینے کی چیزوں کی کم مقدار آپ کی برکت سے بہت زیادہ ہوجاتی تھی' آپ نے علوم و معارف کے دریا بہائے غیب کی خبریں بیان کیں' آپ چاہتے تو آپ خدائی کا دعوی کردیتے اور یہ دنیا جو چند کمالات کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ کو خدا مان چکی ہے' جس نے فرعون کو بغیر کسی کمال کے خدا مان لیا تھا جو لوگ بلاوجہ اور بے سبب عناصر اور پتھروں کی پرستش کرتے رہے ان سے کچھ بعید نہ تھا بلکہ زیادہ توقع تھی کہ وہ ان کمالات کو دیکھ کر آپ کی خدائی کے

دعوی پر یقیناً ایمان لے آتے' لیکن آپ نے کہا میں تمہاری مثل ایک بشر ہوں' جس طرح تم خدا نہیں میں بھی خدا نہیں ہوں' مجھ پر صرف اس کی وحی آتی ہے' یہ کلام جس کی فصاحت و بلاغت' غیب کی خبروں اور عالم گیر ہدایتوں کے اعتبار سے میں نے اس کی نظیر لانے کا چیلنج کیا ہے یہ میری قابلیت اور کاوش کا نتیجہ نہیں ہے لفظ بہ لفظ اللہ کا کلام ہے' اور یہ جو بہ کثرت معجزات میں نے دکھائے ہیں یہ میری قدرت کا ثمرہ نہیں ہیں یہ اسی خدائے واحد کی قدرت سے ظہور میں آئے ہیں' میں جو اولین اور آخرین کی خبریں' " ما کان" وما یکون" اور غیب کی باتیں بتاتا ہوں یہ میرا ذاتی علم نہیں ہے' یہ سب کچھ میں اللہ کے دیئے ہوئے علم اور اس کی وحی سے بتاتا ہوں' میرا علم اور میری قدرت' میرا کوئی وصف اور کوئی کمال بھی ذاتی نہیں ہے' میں خود اور میرے تمام اوصاف سب اللہ کے عطا کردہ ہیں' آپ سے کہا گیا کہ فلاں علاقہ کے لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے' آپ نے فرمایا اگر مخلوق کے لیے سجدہ روا ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے' ہماری تعظیم صرف سلام کرنے میں ہے' آپ بہت زیادہ عبادت کرتے تھے اور راتوں کو اتنا طویل قیام کرتے تھے کہ آپ کے پیر سوج جاتے تھے' دن میں سو مرتبہ سے زیادہ اللہ سے استغفار کرتے تھے آپ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اتنے عظیم کمالات پیش کیے اور برملا یہ اعلان کیا کہ یہ میرا ذاتی کمال نہیں ہے' جھوٹا انسان تو بڑا بننے کے لیے دوسروں کے ایسے کمالات بھی اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے جن کے اصل ماخذ کا بہ آسانی پتا چل جاتا ہے' اگر بالفرض آپ یہ کہہ دیتے کہ یہ سب میرے ذاتی کمالات ہیں تو کسی انسان کے پاس ان کمالات کے اصل ماخذ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا آپ کی صداقت اور راست بازی پر اس سے بڑھ کر کھلی ہوئی دلیل اور کیا ہوگی، صرف یہی نہیں آپ

نے ان کمالات میں سے کسی کمال کا اعزاز نہیں لیا' بلکہ آپ نے ہمیشہ اس سے اجتناب کیا کہ ان کمالات کی وجہ سے آپ کی غیر معمولی تعظیم اور تکریم کی جائے' لوگوں نے آپ کو سجدہ کرنا چاہا تو آپ نے اس سے منع فرمایا' اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا اعلان قطعی کر دیا پھر بھی راتوں کو اس قدر طویل قیام فرماتے کہ پاؤں پر ورم آجاتا' اور استغفار پر بھی فرماتے کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں! غرض ان تمام کمالات کے باوجود آپ نے عجز و انکسار اور اظہار عبدیت کو اپنا شعار بنایا' ایک مرتبہ مال غنیمت میں بہت سے غلام' باندیاں اور بہت ساز و سامان ملا' آپ نے اس سے بہت مسلمانوں کو دیا اگر کسی کو نہیں دیا تو اپنی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا ؓ کو' فرمایا تم عشاء کی نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳٤ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لینا' یہ تمہیں ایک باندی کی ضرورت سے کفایت کرے گا' جو شخص جھوٹا ہو وہ اپنے کمالات سے اپنی ذات کے لیے نفع حاصل کرتا ہے یا اپنی اولاد کے لیے' آپ نے اپنے کمالات سے اپنے لیے کوئی بڑائی چاہی' نہ نفع اور آرام چاہا' نہ اپنی اولاد کے لیے کوئی منفعت طلب کی بلکہ جو نفع ملا وہ عام مسلمانوں کو پہنچایا اور جو بڑائی اور کبریائی تھی اس کی نسبت اللہ کی طرف کی' لوگوں کو بھی اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور خود بھی دن رات اس کی عبادت میں لگے رہے تو ہم ان کو سچا کیوں نہ مانیں' ان کی تصدیق کیوں نہ کریں اور ان پر ایمان کیوں نہ لائیں!

(٦) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت سے پہلے اہل عرب کا دین بدترین دین تھا' وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے' ان کے اخلاق بھی بہت خراب تھے' وہ قتل و غارت گری' لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' رشتوں کو توڑتے تھے' شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے' لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے' اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان میں مبعوث کیا' تو وہ ذلت کی

پسماندگی سے نکل کر عزت کی بلندیوں پر فائز ہو گئے، حتی کہ وہ علم و ہنر، زھد و تقوی اور فہم فراست اور شجاعت اور بہادری کے لحاظ سے دنیا کی سب سے افضل اور برتر قوم شمار کیے جانے لگے اور چونکہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے تو دوسروں کی بہ نسبت ان کو آپ سے استفادہ کا زیادہ موقع ملا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

(۷) ہر قوم اپنے بطل جلیل اور رجل عظیم پر فخر کرتی ہے، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر یہود و نصاری اور عرب سب فخر کرتے تھے، سو ان پر فخر کرنا سب میں مشترک تھا، اور یہود صرف حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر فخر کرتے تھے اور نصاری صرف حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر فخر کرتے تھے، عرب والوں کے لیے کوئی ایسی شخصیت نہ تھی جس پر وہ انفرادی طور پر فخر کرتے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث کیا اور اب عرب بجا طور پر یہ فخر کرتے ہیں کہ انبیاء و رسل کے سردار دو عالم کے مختار ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور یہیں انھوں نے اعلان نبوت کیا۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے نوع انسان اور بشر سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث کیا، اور یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے اگر اللہ تعالیٰ نور، نار ملائکہ یا جنات میں سے آپ کو مبعوث کر دیتا تو انسانوں کے لیے آپ سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہوتا آپ کی سیرت مسلمانوں کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتی اس لیے اللہ نے اپنا یہ عظیم رسول فرشتوں میں سے بھیجا نہ جنات میں سے نہ نور میں سے نہ نار میں سے بلکہ یہ عظیم رسول انسانوں میں سے مبعوث فرمایا اور مومنوں کی جنس میں سے اس عظیم رسول کو بھیجا، تاکہ مومن اس سے استفادہ کر سکیں، اس کی بات سن سکیں، اس کے عمل کو دیکھ سکیں اس کی بات سن سکیں، اس کے عمل کو دیکھ

سکیں اور بیشک یہ اللہ کا مومنوں پر بہت بڑا احسان ہے' اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو جو تکریم دی' اس کو احسن تقویم میں پیدا کیا' اپنے دست قدرت سے اس کی تخلیق کی اور اسے اپنی صورت پر بنایا' یہ ساری عزتیں اور کرامتیں انسان اور بشر کو اس لیے دی گئی تھیں کہ اس عظیم رسول کو نوع انسان اور بشر سے مبعوث فرمانا تھا۔ اگر ان کو مبعوث کرنا نہ ہوتا تو بشریت کا یہ فروغ ہوتا نہ انسانیت کا یہ عروج ہوتا۔

(۹) اس آیت میں مومنین سے مراد مومن ہیں جو اس وقت سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے تھے' اور فرمایا ہے "جب ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا" اس سے مراد ان امور میں مماثلت ہے جو آپ کے قرب اور آپ سے اکتساب فیض کا سبب ہوں' اور اس سے مراد نسب' لغت اور وطن ہے' جب آپ ان کے نسب اور ان کی قوم سے مبعوث ہوئے تو لوگ آپ سے مانوس ہوئے اور آپ کی طرف مائل ہوئے اور آپ کے قرب سے توحش اور اجنبیت کا شکار نہیں ہوئے' اور جب آپ ان کی لغت اور ان کی زبان میں کلام کرتے تھے تو آپ کا خطاب اور آپ کا کلام سمجھنا ان کے لیے آسان ہوا نیز ہم زبان ہونا بھی قرب کا ذریعہ ہوتا ہے' اور جب آپ ان کے وطن میں رہنے والے تھے اور آپ نے ان کے سامنے نشو ونما پائی اور آپ کی تمام زندگی ان کے سامنے تھی' انھوں نے آپ کی سچائی' اپنے موقف پر استقامت اور آپ کے معجزات دیکھے تو ان کے لیے آپ پر ایمان لانا بہت آسان ہو گیا۔

(۱۰) علامہ آلوسی حنفیؒ متوفی ۱۲۰۲ھ نے لکھا ہے کہ آپ ان کے نسب سے مبعوث نہیں کیے گئے اور یہ مومنوں پر اس وجہ سے احسان ہے کہ اگر آپ کسی اور جنس سے مبعوث کیے جاتے تو ایک جنس دوسری جنس سے متوحش اور متنفر ہوتی ہے اور اس سے مانوس نہیں ہوتی اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مومنوں کی جنس سے مبعوث کیا تو وہ آپ سے مانوس ہوئے اور ان کو آپ سے وحشت نہیں ہوئی اور آپ سے فیض

حاصل کرنا ان کے لیے آسان ہو گیا اور آپ کی زبان وہ سمجھتے تھے' اور آپ کی سیرت پر مطلع تھے اور یہ آپ کی تصدیق کا ذریعہ بنا' اس آیت میں آپ کی بعثت کو مومنین کے لیے احسان فرمایا ہے حالانکہ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی رحمت سے استفادہ صرف مومنین ہی کرتے ہیں' جس طرح قرآن مجید کو فرمایا یہ متقین کے لیے ہدایت ہے جب کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے یہ تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔(البقرہ: ١٨٥) کیونکہ قرآن مجید کی ہدایت سے صرف متقین ہی استفادہ کرتے ہیں۔(روح المعانی: ج ٤ ص ١١٣-١١٢)

سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نوع انسان اور بشر سے مبعوث کیے گئے:

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ٤٥٨ھ لکھتے ہیں:

(آیت) "من انفسہم" کا معنی ہے ان کے نسب سے' حضرت ابن عباس نے فرمایا ان کے نسب سے مراد یہ ہے کہ آپ ولد اسماعیل سے تھے' اور یہ حضرت عائشہ کا قول ہے کیونکہ انھوں نے فرمایا یہ آیت خاص عربوں کے لیے ہے' اور دوسرے مفسرین نے کہا اس آیت سے مراد کل مومن ہیں اور (آیت) "من انفسھم" کا معنی یہ ہے کہ آپ ان میں سے ایک فرد ہیں' وہ آپ کو بھی پہچانتے تھے اور آپ کے نسب کو بھی پہچانتے تھے' آپ نہ فرشتے تھے اور نہ بنو آدم کے علاوہ کسی اور جنس کے فرد تھے' یہ قول زجاج کا مختار ہے۔ اگر مومنوں پر احسان کی وجہ یہ ہو کہ آپ عرب تھے تو عجمیوں پر آپ کی بعثت کی وجہ سے کوئی احسان نہیں ہوگا' لیکن عجمیوں پر بھی اس وجہ سے احسان ہے کہ جب ان کو آپ کی بعثت کی خبر دی گئی اور ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ انہی میں سے ایک فرد ہیں اور انھوں نے آپ کے صدق اور آپ کی امانت کو

جان لیا تو ان کے لیے آپ کی نبوت کو ماننا آسان ہو گیا۔ (۱)

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمر قندی الحنفی ؒ المتوفی ۳۷۵ ھ لکھتے ہیں:

(آیت) "من انفسہم" کا معنی ہے ان کی اصل اور عرب میں ان کے نسب سے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی جنس سے یعنی بنو آدم سے، اللہ نے آپ کو فرشتوں میں سے نہیں بنایا، آپ کی تین فضیلتیں تھیں، آپ کا نسب عربوں میں قریش میں سے تھا، اور قریش میں سے بنو ہاشم میں سے تھا اور اس پر اتفاق تھا کہ عرب افضل ہیں اور عربوں میں قریش اور قریش میں سے بنو ہاشم۔ دوسری فضیلت یہ تھی کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ لوگوں میں بہ طور امین معروف تھے، اور تیسری فضیلت یہ تھی کہ سب کو معلوم تھا کہ آپ امی ہیں اور پھر آپ نے ایک معجز کلام پیش کیا۔ (۲)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی ؒ متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

(آیت) "من انفسھم" کا معنی ہے آپ ان کی مثل بشر ہیں، ایک قرات شاذہ فا کی زبر کے ساتھ ہے یعنی آپ ان میں سے زیادہ نفیس ہیں، کیونکہ آپ بنو ہاشم سے ہیں اور بنو ہاشم قریش میں افضل ہیں، اور عرب عجم سے افضل ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ آیت عرب کے لیے ہے اور دیگر مفسرینؒ نے کہا کہ اس سے مراد کل مومن ہیں اور (آیت) "من انفسھم" کا معنی ہے آپ ان میں سے ایک فرد ہیں، اور ان کی مثل بشر ہیں اور صرف وحی سے ان میں ممتاز ہیں۔ (۳)

علامہ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی ؒ متوفی ٥٩٧ ھ لکھتے ہیں:

۱۔(الوسیط ج۱ ص ٥١٦، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٥ھ)

۲۔(تفسیر السمر قندی ج۱ ص ۳۱۳، مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ ١٤١٣ھ)

۳۔(الجامع الاحکام القرآن ج٤ ص ٢٦٤۔ ٢٦٣ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ١٣٨٧ھ)

اس آیت میں دو قول ہیں حضرت عائشہؓ اور جمہور سے منقول ہے کہ یہ آیت عربوں کے ساتھ خاص ہے اور اس کا معنی ہے آپ کا نسب ان میں معروف ہے اور یہی وجہ احسان ہے اور دوسروں کا قول ہے یہ آیت سب مومنوں کے لیے ہے اور اس آیت کا معنی ہے نہ آپ فرشتے ہیں اور نہ بنو آدم کے علاوہ کسی اور جنس کے فرد ہیں اور یہی وجہ احسان ہے۔ (۱)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعیؒ متوفی ٦٨٥ھ لکھتے ہیں:

(آیت) "من انفسھم" کا معنی ہے آپ ان کے نسب سے اور ان کی جنس سے ان کی مثل عربی ہیں تاکہ وہ آسانی کے ساتھ آپ کا کلام سمجھ لیں، اور صدق اور امانت میں آپ کے حال سے وقف ہوں اور آپ پر فخر کریں ایک قرات فا کی زبر کے ساتھ ہے، یعنی آپ ان میں سے سب سے زیادہ شرف والے ہیں کیونکہ آپ کا قبیلہ سب سے اشرف اور افضل تھا۔ (۲)

علامہ ابوالحیان عبداللہ بن یوسف اندلسیؒ متوفی ٧٥٤ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے کہ آپ بنو آدم کی جنس سے ہیں، اور یہ اس وجہ سے احسان ہے کہ لوگ آپ سے مانوس ہو کر اکتساب فیض کر لیں، اور دو مختلف جنسوں میں جو وحشت اور نفرت ہوتی ہے وہ نہ ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب عرب ہیں اور وجہ احسان یہ ہے کہ آپ ان کی مثل عرب ہیں، ان کی زبان بولتے ہیں اس وجہ سے ان کے لیے آپ سے استفادہ آسان ہے اور آپ کی سیرت طیبہ ان میں معروف ہے اور یہ آپ کی نبوت کو جاننے کا ذریعہ ہے۔ (۳)

۱۔(زادالمیسر ج۱ ص ٤٩٤، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ١٤٠٧ھ)

۲۔(انوارالتنزیل (درسی) ص ٩٥، مطبوعہ دارفراس للنشر والتوزیع مصر)

۳۔(البحرالمحیط ج ۳ ص ٤١٦۔ ٤١٥ مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ١٤١٢ھ)

تلاوت، تزکیہ اور کتاب وحکمت کی تعلیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔(آل عمران:١٦٤)

یعنی ان پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں' آیت کا معنی دلیل ہے' قرآن مجید کے جملوں کو اس لیے آیات فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید کا ہر جملہ اپنی بلاغت کے اعتبار سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دعویٰ نبوت کے صدق پر دلیل ہے' اور وہ چونکہ اہل لسان تھے اس لیے ہر جملہ سے ان کے مفہوم کو بغیر کسی ترجمہ کے جان لیتے تھے اور اس کی بلاغت کی وجہ سے اس کے اعجاز کو بھی سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے۔(آل عمران:١٦٤)

تزکیہ کا معنی ہے پاک اور صاف کرنا' یعنی آپ انھیں اسلام کی ہدایت دے کر ان کے ظاہر کو صاف اور ان کے باطن کو پاک کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔(آل عمران:١٦٤)

کتاب کی تعلیم سے مراد ہے قرآن مجید کے مقاصد کا بیان کرنا اور قرآن مجید کے حفظ کا حکم دینا' تاکہ انھیں ہر وقت قرآن مجید کے معانی مستحضر رہیں اور حکمت سے مراد نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت ہے' یا کتاب سے مراد ظاہر شریعت ہے اور حکمت سے مراد شریعت کے اسرار اور معارف ہیں' یا حکمت سے مراد ہے شریعت کے بیان کیے ہوئے وہ اصول جن پر عمل کرنے سے ایک فرد' ایک خاندان اور ایک ملک کی اصلاح ہوتی ہے جس کو تہذیب اخلاق' تدبیر منزل اور سیاست مدینہ کہا جاتا ہے، مثلاً قرآن مجید میں ہے:

(آیت)"ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون"۔(الحشر:٩)

ترجمہ: جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

یا جس طرح نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کسی چیز کی محبت تمہیں (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا اور (اس کا عیب سننے سے) بہرہ کر دیتی ہے۔ [۱]

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو حکمت کی تعلیم دی ہے یہ اس کی دو تین مثالیں ہیں، جو شخص قرآن مجید اور احادیث کا مطالعہ کرے گا وہ ایسی بیشمار مثالوں پر مطلع ہوگا۔

جبیر بن حیہؓ کی روایت میں ہے کہ جنگ نہاوند کے دن مشرکین و کفار کے بادشاہ بنداذقان کے سامنے جب مغیرہ بن شعبہؓ مسلمانوں کا موقف پیش کرنے آئے تو اس نے مغیرہؓ سے کہا کہ اے اہل عرب! تم سب سے زیادہ غریب و نادار تھے، لوگوں میں سب سے زیادہ بدبختی و بدنصیبی تمہارے مقدر میں تھی، لوگوں میں تم سب سے زیادہ تندخو و بداخلاق اور سخت مزاج تھے، تم خانہ بدوش تھے، جس کی وجہ سے تم خیر و فلاح کے کاموں سے دور تھے۔

میں اپنے اردگرد موجود کمانڈوز کو حکم دیتا تو وہ نیزوں کے ساتھ تمہارے جسموں کو چھلنی کر دیتے اور پھر سرزمین نہاوند تمہاری لاشوں کی بدبو و تعفن کی وجہ سے گندگی کا ڈھیر بن جاتی، لیکن میں اپنے کمانڈوز کو یہ حکم نہیں دیتا، اگر تم خود چلے جاؤ تو ہم تمہارا راستہ صاف کر دیتے ہیں اور تمہیں کچھ نہیں کہتے اور ہاں اگر تمہیں ہماری پیش کش قبول نہیں تو پھر ہم تمہیں (بہت جلد) وہ جگہ دکھا دیں گے جہاں تمہاری لاشیں تڑپیں گی (اور کوئی تمہارا پرسان حال نہیں ہوگا)۔

شاہ نہاوند کا یہ بیان سن کر مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ ہاں اللہ کی قسم! تو نے ہمارے حالات وصفات

۱۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۳، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۴، ج ۶ ص ۴۵۰)

بیان کرنے میں کوئی کمی وکوتاہی نہیں کی، وہ بالکل ایسے ہی ہیں، یقیناً ہم خانہ بدوش تھے، ہم سب سے زیادہ بدحالی، بھوک وفاقہ کشی میں مبتلا تھے، بدبخت و بدنصیب لوگوں میں ہم سرفہرست تھے، ہر بھلائی اور فلاح کے کاموں سے دور تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (ہم پر احسان عظیم کیا) اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہم میں مبعوث کیا۔ انھوں نے ہم سے دنیا میں اللہ کی مدد ونصرت اور آخرت میں اس کی جنت کا وعدہ کیا، تو جب سے اللہ نے اپنے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہم میں مبعوث کیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک ہم ہمیشہ ہی مشکلات سے نکلنے کے راستوں اور اپنے رب کی مدد ونصرت کا نظارہ کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تمہارے پاس بادشاہت اور عیش وعشرت دیکھتے ہیں اور اب ہم (پہلے والی) بدحالی و پریشان حالی کی طرف کبھی نہیں لوٹیں گے، یہاں تک کہ اب ہم تمہاری حکومت پر غلبہ اور تمہارے مال ومتاع پر قبضہ کرلیں، یا پھر سرزمین نہاوند پر جام شہادت نوش کرلیں۔ [1]

ابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے بارے میں لفظ آیت "لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم" روایت کیا ہے کہ خاص کر عرب کے لیے ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عظیم ذات کی طرف سے بڑا احسان ہے کہ اس امت نے نہ دعا کی اور نہ رغبت کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رحمت بنا دیا جو ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتے ہیں اور ان کو ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے (اپنے نبی کو) اس قوم کی طرف بھیجا جو علم نہ رکھتے تھے اللہ

۱۔ [ابن حبان: ٤٧٥٦۔ بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب الجزیۃ والموادعۃ مع أھل الذمۃ والحرب: ٣١٥٩]

تعالیٰ نے ان کو علم عطا فرمایا اور ایسی قوم کی طرف بھیجا جن میں ادب نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو ادب سکھایا۔

﴿اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ١٦٥﴾

اور جس وقت تم کو ایسی مصیبت پہنچی جس کی دوگنی مصیبت تم پہنچا چکے ہو تو کیا تم یوں کہتے ہو کہ یہ کہاں سے ہے آپ فرما دیجیے یہ تمہاری طرف سے ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ربط: پہلے سے احد کا قصہ چلا آتا تھا، درمیان میں جو کوتاہی ہوئی تھی اس کے عفو کا ذکر ہوا اور اسی کی مناسبت سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اخلاق وحقوق یاد دلائے گئے۔

شان نزول: (آیت "اولما اصابتکم"

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت عمر فاروقؓ سے روایت نقل کی ہے انھوں نے فرمایا کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر جو چھوڑ دیا تھا اس کی گرفت احد میں ہوئی کہ ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر زخم ہو گیا جس سے آپ

کے چہرہ انور پر سے خون بہنے لگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ١

جنگ بدر میں مسلمانوں نے ستر مشرکوں کو قتل کر دیا تھا اور ستر مشرک گرفتار کر لیے گئے تھے' اس کے بعد جنگ احد میں ستر مسلمان شہید کر دیئے گئے تو بعض مسلمان کہنے لگے' ہم پر یہ مصیبت کیسے ٹوٹ پڑی' حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے مقابلہ پر مشرک ہیں اور ہم میں اللہ کا نبی بھی موجود ہے جن پر آسمان سے وحی آتی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: اے نبی! آپ کہئے کہ یہ مصیبت تمہاری خود لائی ہوئی ہے' تم میری حکم عدولی کر کے احد پہاڑ سے ہٹے اور مال غنیمت لینے کے لیے ٹوٹ پڑے' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے' وہ چاہے تو تمہاری اس تقصیر پر در گذر کرے اور چاہے تو سزا دے' وہ چاہے تو فضل اور احسان کرے اور چاہے تو انتقام لے۔ جس دن کفر اور اسلام کے دو لشکر معرکہ آراء ہوئے اس دن جو مسلمان شہید ہوئے اور جو مسلمان زخمی ہوئے وہ سب اللہ کی قضاء وقدر کے مطابق ہوا اور اس کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مخلص مسلمانوں کو منافقوں سے متمیز کر دیا' اور جن منافقوں نے اپنے نفاق پر ظاہری اسلام کا پردہ ڈالا ہوا تھا وہ پردہ اٹھا دیا اور ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا۔

عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو ساتھی جو جنگ احد کے دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نصرت سے انحراف کر کے لشکر اسلام سے نکل گئے تھے' ان کے پیچھے حضرت جابرؓ کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ گئے اور ان سے کہا اللہ سے ڈرو اور اپنے نبی کا ساتھ نہ چھوڑو اللہ کی راہ میں قتال کرو یا کم از کم اپنے شہر کا دفاع کرو تو عبداللہ بن ابی نے کہا میرے خیال میں جنگ نہیں ہوگی' اور اگر ہمیں جنگ کا یقین ہوتا تو ہم تمہارے ساتھ رہتے' جب حضرت عبداللہؓ ان سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے کہا اے

١۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

اللہ کے دشمنو! جاؤ عنقریب اپنے نبی کو تم سے مستغنی کر دے گا وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ گئے اور شہید ہو گئے۔ (۱)

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت" اولما اصابتکم مصیبۃ" سے مراد ہے کہ بلاشبہ تم نے بدر کے دن مشرکوں کو دگنی تکلیف پہنچائی جتنی انھوں نے تم کو احد کے دن پہنچائی۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں نے بدر کے دن مشرکوں میں سے ستر آدمیوں کو قتل کیا اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت" قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ھذا" مسلمان کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے لیے مرجاتے ہیں جبکہ یہ مشرک ہیں فرمادیجئے" قل ھو من عند انفسکم " یہ تمہاری جانب سے ہے جو تم نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی تھی یہ اس کی سزا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب صحابہؓ نے اپنے میں سے قتل ہونے والوں کو دیکھا احد کے دن تو کہنے لگے یہ کیسے ہوا؟ کفار کو یہ طاقت نہ تھی کہ وہ ہم میں سے لوگوں کو قتل کرتے تو لوگوں نے اس بارے میں کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ان کی قیدیوں کے بدلہ میں ہیں جن کو تم نے پکڑ لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ان کو لوٹا دیا اور ان کے لیے دنیا ہی میں جلدی سزا دے دی تا کہ وہ اس (عذاب) سے آخرت میں سلامت رہیں۔

احد میں شہداء کی تعداد ستر تھی

ابن ابی شیبہ وترمذیؒ نے اس کو حسن کہا وابن جریر وابن مردویہؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ

۱۔(جامع البیان ج ٤ ص ١١١ ' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ١٤٠٩ھ)

حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے جو آپ کے صحابہؓ قیدیوں کو پکڑ لیا ہے اور اس نے آپ کو حکم فرمایا ہے کہ دو کاموں میں سے ایک کام کو چن لیں یا تو ان قیدیوں کی گردنیں ماردو یا اس کو فدیہ لے کر چھوڑ دو اور مسلمانوں میں سے اتنی ہی تعداد شہید ہوگی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہ کرام کو بلوایا اور یہ بات ان سے فرمائی تو انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ ہمارے کنبہ اور ہمارے بھائی ہیں ہم ان سے فدیہ لیں گے پس اس فدیہ کے ذریعہ ہم اپنے دشمن کے خلاف طاقت حاصل کریں گے برابر شہید ہوں گے اور اس بات کو ہم ناپسند نہیں کرتے (اس وجہ سے) احد کے دن مسلمانوں میں سے ستر آدمی شہید ہوئے بدر والوں کے قیدیوں کی گنتی کے برابر۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے حسن بصری وابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ” قل ھو من عند انفسکم “ سے مراد یہ سزا ہے تمہارے لیے تمہاری نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی وجہ سے جب آپ نے فرمایا تھا کہ تم ان کی تابعداری نہ کرنا لیکن انھوں نے ان کی تابعداری کی۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ” قل ھو من عند انفسکم “ یعنی یہ سزا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی وجہ سے جب کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ان کی تابعداری نہ کرنا (اپنی جگہ پر قائم رہنا)۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ” ولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا “ سے مراد ہے کہ اس احد کے دن مسلمانوں میں سے ستر آدمی شہید ہوئے جبکہ مسلمانوں نے بدر کے دن مشرکین میں سے ستر آدمیوں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنایا (پھر فرمایا) لفظ آیت ” قلتم انی ھذا قل ھو من عند

انفسکم" ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے صحابہ (رض) سے فرمایا احد کے دن جب ابوسفیان اور مشرکین آ گئے آئے کہ ہم محفوظ جگہ میں ہیں یعنی اس سے مراد مدینہ منورہ ہے مشرکوں کو بلاؤ کہ وہ ہم پر حملہ آور ہوں یہاں ہم ان سے لڑیں گے تو انصار میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم مدینہ منورہ کے راستوں میں لڑنے کو ناپسند کرتے ہیں اور ہم زمانہ جاہلیت میں حملہ سے اپنا دفاع کرتے تھے تو اسلام میں تو بدرجہ اولیٰ دفاع کر سکتے ہیں اور اس کو ناپسند کرتے ہیں تو اسلام زیادہ حق دار ہے اس بات کا کہ اس میں ہم مدینہ میں لڑنے کو ناپسند کریں ہم کو دشمن قوم کی طرف لے کر نکلو آپ (اندر) تشریف لے گئے اور اپنا ہتھیار پہن لیا تو صحابہ ؓ (ایک دوسرے کو) ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک رائے پیش کی اور جبکہ تم نے ایک اور رائے پیش کی اے حمزہ ؓ! تم جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ ہم آپ کی رائے کے تابع ہیں حضرت حمزہ ؓ تشریف لائے اور ان کو پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ جب وہ ہتھیار پہن لے تو ان کو جنگ کئے بغیر اتار دے اور عنقریب تم میں مصیبت پہنچے گی تو صحابہ ؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! یہ مصیبت خاص ہوگی یا عام ہوگی تو آپ نے فرمایا عنقریب تم اس کو دیکھو گے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا

لَآ اتَّبَعۡنٰکُمۡ ؕ هُمۡ لِلۡکُفۡرِ یَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡاِیۡمَانِ ۚ
یَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِهِمۡ مَّا لَیۡسَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا
یَکۡتُمُوۡنَ ﴿۱۶۷﴾ۚ اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ وَقَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا
قُتِلُوۡا ؕ قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِکُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ کُنۡتُمۡ
صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۶۸﴾

اور جو کچھ تمہیں تکلیف پہنچی جس دن دو جماعتیں باہم ٹکرائیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا تاکہ اللہ معلوم کرے ایمان والوں کو ۔(۱۶۶) اور منافقوں کو بھی (وہ منافق) کہ جب ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم (اپنے شہر کی) حفاظت ہی کرو تو کہنے لگے اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے اس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں اور جو کچھ وہ دلوں میں چھپاتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔(۱۶۷) یہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا حالانکہ وہ

خود بیٹھے رہے کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو یوں قتل نہ کیے جاتے ان سے کہہ دو! ذرا دور تو کر کہ دکھاؤ اپنے آپ سے موت کو اگر تم سچے ہو تو۔ (۱۶۸)

یعنی تم جو دشمن کے سامنے سے بھاگ اٹھے اور اس نے تم میں سے ایک جماعت کو شہید کر دیا اور کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا تو یہ سب کچھ اللہ کی قضا و قدر اور اس کی حکمت کے مطابق تھا۔ اس کی طرف اشارہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خواب میں پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "میں نے خواب دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔

اس کی تعبیر اس نقصان کی صورت میں ظاہر ہوئی جو مسلمانوں کو احد میں اٹھانا پڑا۔ میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ شاندار بن گئی، اس کی تعبیر اس طرح سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو (وقتی شکست کے بعد) فتح سے نوازا اور منتشر مسلمان نئے سرے سے (لڑائی کے لیے) ایک جگہ جمع ہو گئے اور میں نے خواب میں ایک گائے بھی دیکھی (جو ذبح ہو رہی تھی)۔ اللہ کے سارے کاموں ہی میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ گائے سے مراد وہ مسلمان تھے جو احد کی جنگ میں شہید ہو گئے۔"

۔۔۔ [۱]

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے ابن اسحاقؒ سے روایت کیا ہے لفظ آیت "ولیعلم المؤمنین۔ ولیعلم الذین نافقوا" سے مراد ہے تا کہ ہم تمیز کر لیں مومنین اور منافقین کے درمیان (اور فرمایا) لفظ آیت "وقیل لھم تعالوا" سے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ مراد ہیں۔

۱۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمین یوم أحد: ٤٠٨١]

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا (الآیۃ) اور اس شکست کا دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ مومنین اور منافقین کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دے۔ عبداللہ بن ابی جب تین سو منافقوں کو اپنے ساتھ لے کر راستہ سے واپس ہونے لگا تو بعض مسلمانوں نے جا کر اسے سمجھانے کی کوشش کی اور ساتھ چلنے کے لیے راضی کرنا چاہا، مگر اس نے جواب دیا کہ ہمیں یقین ہے کہ یہ کوئی جنگ نہیں ہے بلکہ ہلاکت اور خودکشی ہے اگر کوئی ڈھنگ کی لڑائی ہوتی تو ہم ضرور ساتھ چلتے ایسے غلط کام میں ہم آپ کا کیوں ساتھ دیں؟ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر لڑنے کی ان کی بات نہیں مانی گئی تھی عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں نے یہ بات اس وقت کہی جب مقام شوط پر پہنچ کر واپس ہو رہے تھے۔ اور عبداللہ بن حرام انصاریؓ انھیں سمجھا کر واپس لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ [1]

ابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "اوادفعوا" سے مراد ہے کہ اپنے آپ کو زیادہ کر لو اگر تم نہیں لڑتے ہو۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے ابو حازمؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے سہل بن سعیدؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں اپنے گھر کو بیچ دوں اور میں سرحد پر چلا جاؤں اور میں مسلمانوں اور ان دشمنوں کے درمیان کھڑا ہو جاؤں میں نے کہا آپ ایسا کر سکتے ہیں حالانکہ آپ کی آنکھیں ختم ہو چکی ہیں تو انھوں نے فرمایا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو نہیں سنا لفظ آیت "تعالوا قاتلوا فی سبیل اللہ اوادفعوا" یعنی میں تعداد میں اضافہ کروں گا لوگوں کے ساتھ اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔

ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے "اوادفعوا" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جماعت کو زیادہ کرو۔

---

[1] تفسیر جلالین

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے ابوعون انصاریؒ سے روایت کیا ہے کہ "اوادفعوا" سے مراد ہے کہ سرحدوں کی نگہداشت کرو۔

منافقین غزوہ احد سے واپس آ گئے

ابن اسحاق و ابن جریر و ابن المنذر و ابن شہابؒ اور اس کے علاوہ دوسرے حضرات رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اصحاب میں ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ احد کی طرف تشریف لے گئے احد اور مدینہ منورہ کے درمیان شرط کے مقام پر تھے تو عبداللہ بن ابی ایک تہائی لوگوں کو لے کر الگ ہو گیا اور کہا آپ نے ان کی اطاعت کی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میری بات نہیں مانی اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ ہم یہاں اپنے آپ کو کیوں قتل کریں گے اور لوٹ گئے اس کے ساتھ نفاق والے اور شک والے لوگ بھی لوٹ گئے عبداللہ بن عمرو بن حزامؓ جو بنو سلمہ میں سے تھے ان کے پیچھے گئے اور ان سے فرمایا اے قوم! میں تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں کہ تم اپنے نبی کو اور اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہے ہو اس وقت میں جبکہ ان کے دشمن حاضر ہیں کہنے لگے اگر ہم اس بات کو جان لیتے کہ تم (دشمن کے ساتھ) قتال کرو گے تو ہم تمہارا ضرور کہنا مان لیتے لیکن ہم نہیں دیکھ رہے ہیں کہ قتال یعنی لڑائی ہو گی۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لو نعلم قتالا لا اتبعنکم" یہ عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل کیا ہوئی۔

جو مسلمان غزوہ احد میں شہید ہوئے ان کے بارے میں منافقین نے اس قسم کا اظہار کیا، تا کہ لوگوں کو جہاد میں شمولیت سے متنفر کیا جا سکے۔ قرآن نے ان کے اس شبہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر واقعی

گھروں میں بیٹھے رہنا تمہیں موت سے بچا سکتا ہے تو ذرا اپنے اوپر واقع ہونے والی موت کو ٹال کر دکھاؤ۔ ارشاد فرمایا: (قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا) [الاحزاب:۱۶،۱۷] "۔

کہہ دے تمہیں بھاگنا ہرگز نفع نہیں دے گا اگر تم مرنے یا قتل ہونے سے بھاگو اور اس وقت تمہیں فائدہ نہیں دیا جائے گا مگر بہت کم۔ کہہ دے وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے گا، اگر وہ تم سے کسی برائی کا ارادہ کرے، یا تم پر کسی مہربانی کا ارادہ کرے اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔"

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہزار آدمیوں کے ساتھ (مقابلہ کے لیے) نکلے اور ان سے وعدہ فرمایا اگر وہ صبر کریں گے تو ان کو فتح نصیب ہوگی جب یہ لوگ (احد کی طرف) نکلے تو عبد اللہ بن ابی تین سو آدمیوں کے ساتھ واپس آ گیا۔

ابو جابر سلمیؒ ان کے پیچھے گئے اور ان کو بلانے کے لیے انھوں نے ابو جابر کی بات نہ مانی تو اس سے کہا ہم نہیں خیال کرتے کہ جنگ ہوگی اگر تم بھی ہماری اطاعت کرو تو ہمارے ساتھ ضرور لوٹ آؤ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا اگر تم ہماری اطاعت کرتے تو لوٹ آتے (اسی کو فرمایا) لفظ آیت "الذین قالوا لاخوانہم وقعدوا لواطاعونا ما قتلوا"۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت "الذین قالوا لاخوانہم" کے بارے میں روایت کیا کہ ہم یہ بات ذکر کی گئی کہ یہ آیت اللہ کے دشمن عبد اللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے روایت کیا کہ یہ آیت "الذین قالوا لاخوانہم وقعدوا" اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ "الذین قالوا لاخوانہم" سے عبداللہ بن ابی مراد ہے۔

سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ عبداللہ بن ابی اور وہ لوگ جو بیٹھ گئے انھوں نے اپنے بھائیوں سے کہا جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ احد کے دن (میدان جنگ کی طرف) نکلے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابن اسحاقؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "قل فادرءوا عن انفسکم الموت" سے مراد ہے یعنی موت تم کو ضرور پہنچے گی اور اگر تم طاقت رکھتے ہو تو اپنے آپ سے موت کو دور کر دو تو ایسا کر لو اور یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے منافقت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کو چھوڑ دیا دنیا میں باقی رہنے کی حرص اور موت سے بھاگنا تھا۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن شہابؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت قدریہ کے بارے میں نازل ہوئی لفظ آیت "الذین قالوا لاخوانہم وقعدوا لواطاعونا ما قتلوا"۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ کفار جو اپنے بھائیوں کو یہ کہتے تھے اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ قتل کئے جاتے وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا لڑائی میں حاضر ہونا ان کو موت کی طرف آگے کر دیتا ہے۔

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ ﴾

جولوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں انھیں مردہ نہ سمجھو۔ وہ تو زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔

شان نزول: (آیت) "قتلوا فی سبیل اللہ امواتا"

ابوداؤدؒ اور حاکمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب غزوہ احد میں صحابہ کرامؓ شہید ہوگئے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں کردیا ہے، وہ جنت کی نہروں سے پانی پیتے اور اس کے پھل کھاتے اور سونے کے قنادیل میں عرش الہی کے سایہ میں رہتے ہیں۔

جب وہاں جاکر ان حضرات نے اپنے کھانے پینے اور کلام کی پاکیزگی کو دیکھا تو کہنے لگے کاش ہمارے بھائی بھی ان انعامات کو جان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر نازل فرمائیے ہیں تاکہ وہ جہاد فی سبیل اللہ سے کبھی بھی دریغ نہ کرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا پیغام ان کو پہنچا دیتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

حدیث کا اخیر کا حصہ امام ترمذیؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔

حیات شہداء کے متعلق احادیث

امام ابوداؤدؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا' وہ جنت کے دریاؤں میں جاتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو سونے کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہاں پلٹ آتے ہیں' جب انھوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں حاصل کرلیں تو انھوں نے کہا ہمارے بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم کو جنت میں رزق دیا جارہا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے سستی نہ کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان تک تمہارا یہ پیغام میں پہنچاؤں گا' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں انھیں ان کے رب کی طرف سے رزق دیا جارہا ہے۔[۱]

امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجھ سے ملاقات ہوئی' آپ نے مجھ سے فرمایا اے جابر! کیا ہوا میں تم کو غم زدہ دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد جنگ احد میں شہید ہوگئے' اور انھوں نے بچے اور قرض چھوڑا ہے' آپ نے فرمایا کیا میں تم کو یہ خوشخبری نہ دوں کہ اللہ نے ان سے کس طرح ملاقات کی ہے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی سے بلا حجاب بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے بلا حجاب بات کی

۱۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

ہے‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے تم تمنا کرو میں تم کو عطا کروں گا‘ تمہارے والد نے کہا اے میرے رب! تو مجھے زندہ کر اور میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ دوبارہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے آپ نے فرمایا پھر یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) ”ولاتحسبن الذین قتلوافی سبیل اللہ امواتا“۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے (آیت) ”ولاتحسبن الذین قتلوافی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عندربھم“ کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا گیا‘ انھوں نے کہا ہم نے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تھا‘ تو آپ نے ہمیں یہ خبر دی کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی ہیں‘ اور عرش کے نیچے جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں ان میں بسیرا کرتی ہیں‘ اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تمہیں اور زیادہ دوں؟ انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم اور کیا زیادہ چاہیں گے! ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا اور فرمایا: اگر تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تم کو اور زیادہ دوں! جب انھوں نے یہ دیکھا کہ ان کو نہیں چھوڑا جاتا تو انھوں نے کہا ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتی کہ ہم دنیا کی طرف لوٹ جائیں اور پھر تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں: امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۱)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انھیں عبدالرحمن بن عبداللہ بن صعصعہ سے یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرو بن

۱۔ (الجامع الصحیح ج ۵‘ ص ۲۳۱‘ حدیث: ۳۰۱۱‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

الجموع انصاری ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری ؓ ان دونوں قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا' یہ دونوں جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی تا کہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جا سکے' جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر تھا جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (۱)

نیز امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ؒ متوفی ٤٥٨ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا' میں اس سے خوش نہیں ہوا حتی کہ میں نے اپنے والد کو اس قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا' حضرت جابر ؓ کہتے ہیں میں نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد نکالا تھا اور ان کے کان کے سوا ان کا پورا جسم اسی طرح تر و تازہ تھا جیسے ابھی دفن کیا ہو۔ (۲)

ایک اور سند سے امام بیہقی ؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا' اس سے میرے دل میں کچھ بات تھی پھر میں نے چھ ماہ بعد اپنے والد کے جسم کو نکالا تو ان کی ڈاڑھی کے چند بالوں کے سوا جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے باقی پورا جسم اسی طرح تازہ تھا۔ (۳)

۱۔ (المرقات ج ٤ ص ٧٢ ' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ١٣٩٠ ھ موطا امام مالک ص ٤٨٣ ۔ ٤٨٢ ' طبع لاہور)

۲۔ (سنن کبری ج ٤ ص ٥٨ ۔ ٥٧ ' مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

۳۔ (سنن کبری ج ٤ ص ٥٨ ۔ ٥٧ ' مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

شہادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر مسلمانوں کو میرے پیچھے رہنا ناگوار نہ ہوتا کیونکہ میں ان سب کے لیے سواری مہیا نہیں کرسکتا، تو میں اللہ کی راہ میں لڑنے والے ہر لشکر میں شامل ہوتا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ (۱)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کسی شخص کو یہ پسند نہیں ہوگا کہ مرنے کے بعد اس کے لیے اللہ کے پاس اتنا اجر وثواب ہو جو دنیا ومافیہا کے برابر ہو اور اس کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے سوائے شہید کے کیونکہ جب وہ شہادت کی فضیلت دیکھے گا تو یہ چاہے گا کہ اس کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے اور اس کو دوبارہ (راہ خدا میں) قتل کردیا جائے۔ (۲)

امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ وہ دس بار اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے کی تمنا کرے گا۔ (۳)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۳۔ (الجامع الصحیح ج ٤ ص ۱۸۷، طبع بیروت)

راہ میں قتل کیا جانا قرض کے سوا ہر چیز کا کفارہ ہے۔ (۱)

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا شہید کو قتل کیے جانے سے صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ (۲)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ' روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا شہید اپنے گھر کے ستر افراد کی شفاعت کرے گا۔ (۳)

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مقدام بن معدیکرب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے نزدیک شہید کے چھ خصال (اجور) ہیں' پہلی مرتبہ اس کی مغفرت کردی جائے گی' وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا' وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (حشر کے دن) فزع اکبر (سب سے ہول ناک' گھبراہٹ اور پریشانی) سے امن میں رہے گا' اس کو یاقوت کا تاج وقار پہنایا جائے گا جس میں دنیا اور مافیہا کی خیر ہوگی' بڑی آنکھوں والی بہتر حوروں سے اس کا نکاح کیا جائے گا وہ اپنے ستر رشتہ داروں کی شفاعت

۱۔ (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۵۰۲' حدیث: ۱۸۸۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

۲۔ (الجامع الصحیح ج ٤ ص ۱۹۰' طبع بیروت' سنن نسائی ج ۲ ص ۵۹' طبع کراچی' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۷۳۹' طبع بیروت' سنن دارمی ج ۲ ص ۱۲۵' طبع ملتان' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷' طبع بیروت)

۳۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳٤۱' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور' ۱٤۰۵ھ' الشریعہ للاجری ص ۳۱۲' مطبوعہ دارالسلام ریاض)

کرے گا۔ (۱)

امام ابن ماجہ اور امام احمدؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کی مغفرت کردی جائے گی اور ان میں ایک اور درجہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس کو ایمان کا حلہ پہنایا جائے گا۔ (۲)

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو اثروں (نشانوں) سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے گرا ہو' دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرایا گیا ہو' اور رہے دو اثر تو ایک اثر اللہ کی راہ میں ہے اور ایک اثر اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کی ادائیگی میں ہے۔ (۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں مجھ پر تین قسم کے لوگ پیش کیے گئے جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے، شہید' پاک دامن اور وہ بندہ جس نے اچھی طرح اللہ کی عبادت کی اور اپنے مالکوں کی بھی خیر خواہی کی۔ (۴)

سہل بن حنیفؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ١٨٨۔١٨٧' حدیث: ١٦٦٣ مطبوعہ بیروت)

۲۔(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ٩٣٦' حدیث: ٢٧٩٩' طبع بیروت' مسند احمد ج ٤ ص ١٣٢٠' طبع بیروت) امام آجری متوی ٣٦٠ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں نو خصال کا ذکر ہے۔(الشریعہ ص ٣١٢' مطبوعہ دارالسلام ریاض ١٤١٣ھ)

۳۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ١٩٠' الحدیث: ١٦٦٩' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

۴۔(جامع ترمذی ج ٤ ص ١٧٦' الحدیث: ١٦٤٢' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

وسلم) نے فرمایا: جس نے صدق دل سے اللہ سے شہادت کی دعا کی اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ خواہ وہ اپنے بستر پر مرے۔ (۱)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ شخص جب قیامت کے دن آئے گا تو اس کے خون کا رنگ خون کی طرف ہوگا اور اس میں خوشبو مشک کی ہوگی۔ (۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں۔ (۳)

حکمی شہداء کے متعلق احادیث وآثار

امام ابوداؤدؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بن عتیکؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہؓ سے پوچھا: تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ عزوجل کی راہ میں قتل ہونے کو' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قتل فی سبیل اللہ کے سوا شہادت کی سات قسمیں اور ہیں' طاعون میں مرنے والا شہید ہے' نمونیہ میں مرنے والا شہید ہے' پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے' جل کر مرنے والا شہید ہے' کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے اور حاملہ دردزہ میں مبتلا ہو کر مرجائے تو وہ شہید ہے۔

۱۔ (جامع ترمذی ج ٤ ص ۱۸۳' الحدیث: ۱٦٥٦' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۳٤' طبع بیروت)

۲۔ (جامع ترمذی ج ٤ ص ۱۸٤' الحدیث: ۱٦٥٦' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۳٤' طبع بیروت)

۳۔ (جامع ترمذی ج ٤ ص ۱۸٦' الحدیث: ۱٦٥۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

①

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے' جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے' جو دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ ②

امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲٤۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں سواری سے گر کر مرا وہ شہید ہے۔ ③

امام عبدالرزاق بن ہمامؒ متوفی ۲۱۱ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن نوفلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: اللہ کی راہ میں (طبعی موت) مرنے والا شہید ہے۔ ④

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص پہاڑ کی چوٹیوں سے گر کر مر جائے اور جس کو

۱۔(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۷' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱٤۰۵ھ)

۲۔(جامع ترمذی ص ۲۲۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

۳۔(مسند احمد ج ۲ ص ٤٤۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

٤۔(المصنف ج ۵ ص ۲٦۸' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

درندے کھا جائیں اور جو سمندر میں ڈوب جائے وہ سب اللہ کے نزدیک شہید ہیں۔ ①

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: حالت نفاس میں مرنا شہادت ہے۔ ②

حضرت ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب نے ٹیلہ کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا' صحابہ نے کہا یہ شخص کتنا طاقتور ہے! کاش اس کی طاقت اللہ کے راستہ میں خرچ ہوتی' اس پر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کیا صرف وہی شخص اللہ کے راستہ میں ہے جو قتل کر دیا جائے؟ پھر فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے' اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے' اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے' البتہ جو شخص مال کی کثرت کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستہ میں ہے۔ ③

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

مسروقؒ بیان کرتے ہیں کہ جو مسلمان کسی مصیبت (حادثہ) میں فوت ہو گیا وہ بھی شہید ہے۔ ④

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۶۹' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

۲۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۷۱' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

۳۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۷۱-۲۷۲' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۰ھ)

۴۔ (المصنف ج ۵ ص ۳۳۳' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے صدق دل کے ساتھ اللہ سے شہادت کی دعا کی اللہ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا، امام مسلم ؒ، امام دارمی ؒ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ ؒ کی روایت میں ہے: خواہ وہ بستر پر فوت ہو۔ (۱)

حافظ الہیثمی ؒ متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں:

عبدالملک بن ہارون بن عترہ ؒ اپنے والد سے والد سے اور وہ اپنے دادا ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: پھیپھڑوں کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور سفر میں مرنے والا شہید ہے۔ (۲)

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے ایک دن میں پچیس بار یہ دعا کی "اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت" اس کو اللہ تعالیٰ شہید کا اجر عطا فرمائے گا۔ (۳)

امام علی متقی ؒ متوفی ۹۷۵ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ربیع انصاری ؓ بیان کرتے ہیں کہ نیزہ کی ضرب سے مرنا اور درندوں کے کھانے سے مرنا یہ شہادت ہے۔ (۴)

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو حرام کاری سے بچایا وہ

۱۔(المستدرک ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

۲۔(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ)

۳۔(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ)

۴۔(کنز العمال ج ٤ ص ٤١٦، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ)

شہید ہے۔ (۱)

امام علی متقی بن حسام الدین ہندی ؒ متوفی ۹۷۵ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ بخار (میں مرنا) شہادت ہے۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن جبیر ؓ بیان کرتے ہیں کہ گڑھے میں گر کر مرنا شہادت ہے۔ (۳)

حضرت ابن عمرو ؓ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص پر ظلم کیا جائے وہ لڑے اور مارا جائے تو وہ شہید ہے۔ (۴)

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں بستر پر مرے وہ شہید ہے' اور سانپ یا بچھو سے ڈسا جانے والا شہید ہے' اچھو سے مرنے والا شہید ہے۔ (۵)

حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس کے اوپر گھر گر جائے وہ شہید ہے' جو شخص چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے' جس پر پتھر گرے اور وہ مر جائے وہ شہید ہے' جو عورت اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور اس کے لیے شہید کا اجر ہے' جو اپنے بھائی کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے' جو اپنے پڑوسی کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے' جو شخص نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے وہ

۱۔ (کنز العمال ج ٤ ص ٤١٦ 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ١٤٠٥ھ)

۲۔ (کنز العمال ج ٤ ص ٤١٦ 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ١٤٠٥ھ)

۳۔ (کنز العمال ج ٤ ص ٤١٩ 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ١٤٠٥ھ)

۴۔ (کنز العمال ج ٤ ص ٤٢٢ 'مطبوعہ بیروت)

۵۔ (کنز العمال ج ٤ ص ٤٢٢ 'مطبوعہ بیروت)

شہید ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سرحد کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے۔[2]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو مالک اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستہ میں نکلا پھر مر گیا یا اس کو قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے یا جس شخص کو گھوڑے یا اونٹ نے گرا دیا یا جس شخص کو حشرات الارض میں سے کسی نے ڈس لیا یا جو شخص (اللہ کی راہ میں) بستر پر مر گیا یا جس طرح بھی اللہ نے چاہا اس کو موت آ گئی وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔[3]

١٤٠٥ھ)

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ جس قوم پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے' اور مسلمانوں کے لیے طاعون کو رحمت بنا دیا' سو جو مسلمان کسی ایسے شہر میں ہو جس میں طاعون پھیلا ہوا ہو' وہ اسی شہر میں ٹھہرا رہے اور صبر و استقامت کی نیت کر کے اس شہر سے نہ نکلے اور اس پر یقین رکھے کہ جو چیز اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے وہ ہو کر رہے گی تو وہ شہید ہے۔[4]

۱۔(کنزالعمال ج٤ ص٤٢٥' مطبوعہ بیروت)

۲۔(کنزالعمال ج٤ ص٤١٨' مطبوعہ بیروت)

۳۔(سنن ابوداؤد ج۱ ص۳۳۸' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور

۴۔(صحیح بخاری ج۲ ص۹۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہؒ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص بیماری میں فوت ہوگیا وہ شہید ہے اس کو قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو صبح وشام رزق دیا جائے گا۔ (۱)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معقل بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے صبح اٹھ کر تین مرتبہ پڑھا "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" اور سورہ حشر کی آخری تین آیتوں کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اگر وہ اس دن فوت ہوگیا تو وہ شہادت کی موت مرے گا اور جس نے شام کو یہ کلمات پڑھے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (۲)

امام ابونعیم اصبہانیؒ متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے چاشت کی نماز پڑھی اور ہر ماہ تین روزے رکھے اور سفر اور حضر میں کبھی وتر کو نہیں چھوڑا، اس کے لیے شہید کا اجر لکھا جائے گا۔ (۳)

علامہ قرطبیؒ متوفی ۶۶۸ھ، امام آجریؒ متوفی ۳۶۰ھ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

۱۔(سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

۲۔(الجامع الصحیح ج ۵ ص ۱۸۲، مطبوعہ بیروت، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۹، مطبوعہ ملتان، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱، مطبوعہ بیروت)

۳۔(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۳۲، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۷ھ، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۰۷، مطبوعہ قاہرہ ۱۴۰۷ھ، مجمع الزوائد طبع بیروت، ۱۴۰۲ھ ج ۲ ص ۲۴۱، کنز العمال ج ۷ ص ۸۱۰-۸۰۹، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۵ھ)

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے انس! اگر تم سے ہو سکے تو ہمیشہ باوضو رہو کیونکہ جب فرشتہ کسی بندہ کی روح قبض کرے اور وہ باوضو ہو تو اس کے لیے شہادت کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔ ①

امام احمدؒ متوفی ۲٤۱ھ سند حسن کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

راشد بن حبیش ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بیت المقدس کا خادم شہید ہے اور زکام یا کھانسی میں مرنے والا شہید ہے۔ ②

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے میری امت کے فساد (بدعت اور جہالت کے غلبہ) کے وقت میری سنت پر عمل کیا اس کو سو شہیدوں کا اجر ہوگا' امام بیہقی نے اس حدیث کو کتاب الزھد میں روایت کیا ہے۔ ③

امام ابن عدیؒ نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے متعلق لکھا ہے اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ④

حافظ منذریؒ نے اس کو امام بیہقی اور امام طبرانیؒ کے حوالے سے درج کیا ہے اور اس کی سند پر اعتماد کیا ہے۔ ⑤

۱۔(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ ص ۱۸۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱٤۰۷ھ)

۲۔(مسند احمد ج ۳ ص ٤۸۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت' الترغیب والترہیب مطبوعہ قاہرہ ۱٤۰۷ھ ج ۳ ص ۳۳٤)

۳۔(مشکوۃ ص ۳۰' مطبوعہ دہلی' مصابیح السنہ ج ۱ ص ۱٦۳)

٤۔(کامل ابن عدی ج ۲ ص ۷۳۹)

۵۔(الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۸۰)

امام طبرانیؒ کی روایت میں ایک شہید کا اجر ہے۔ (۱)

امام عبدالرزاق بن ہمامؒ متوفی ۲۱۱ روایت کرتے ہیں:

مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ ہر مومن شہید ہے پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی:

(آیت) "والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشہد آء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم (الحدید: ۱۹)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں اور ان کے رب کے پاس ان کا اجر اور نور ہے۔ (۲)

غسل شہداء کے متعلق مذہب فقہاء

جو شخص میدان جنگ میں مارا گیا اور اس کے علاج کا موقع نہیں ملا اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ کفن پہنایا جائے گا بلکہ ان ہی خون آلودہ کپڑوں میں اس کو دفن کر دیا جائے گا۔ یہی حکم اس مسلمان کا ہے جس کو ظلماً "قتل" کیا گیا، اور باقی تمام شہداء کو غسل بھی دیا جائے گا اور کفن بھی پہنایا جائے گا امام شافعی اور امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک ہے، اور امام احمد اور داؤد بن علی ظاہریؒ کا مسلک یہ ہے کہ تمام شہداء کو غسل دیا جائے گا جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ (المعجم الاوسط ج ۶ ص ۱۹۷، مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۹۵ھ) نیز یہ حدیث امام ابونعیم نے بھی روایت کی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۰۰، مطبوعہ بیروت) علامہ ہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲)

۲۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۶۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان کو ان کے خونوں میں دفن کرو یعنی جنگ احد کے دن' اور آپ نے ان کو غسل دینے کا حکم نہیں دیا۔ (۱)

شہدا کی نماز جنازہ کے متعلق مذاہب فقہاء

اسی طرح شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی ان کی دلیل یہ حدیث ہے' امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہداء احد میں سے دو دو کو ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے پھر فرماتے ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے پھر جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو لحد میں پہلے رکھتے اور فرماتے قیامت کے دن میں ان پر گواہ ہوں گا' اور ان کو ان کے خون کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا' نہ ان کو غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (۲)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی ان کی دلیل یہ حدیث ہے' امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں: حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک دن باہر آئے اور شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی۔ (۳)

ائمہ ثلاثہؒ نے حضرت جابرؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں شہداء احد کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں شہداء احد پر

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)
۲۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)
۳۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

شہید کی نماز جنازہ ضروری نہیں البتہ اگر پڑھے تو جائز ہے۔ مسنون اور باعث ثواب ہے جو لوگ شہید معرکہ کے جنازہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں ان کے سامنے صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے مقتولین میں سے دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے پھر فرماتے۔ ان میں قرآن کسے زیادہ یاد تھا؟ جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لحد میں آگے کر دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خونوں میں ہی دفن کر دینے کا حکم دیا نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان کا جنازہ پڑھا۔ [۱]

ان علماء کا کہنا ہے کہ صحیح بخاری کی یہ حدیث اس بات کی صریح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا۔

یہ حضرات ان احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے موقع پر شہیدوں کا جنازہ پڑھا۔ کیونکہ وہ صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہیں، گر حقیقت یہ ہے کہ شہداء کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث سے ثبات ہے۔ یہ احادیث تین مختلف اوقات سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن سے دو موقعوں کی احادیث کے صحیح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور اگر کسی نے اختلاف کیا تو محض وہم کی بنا پر کیا ہے۔ پہلا موقعہ غزوہ احد کے علاوہ دوسرے موقع پر شہید ہونے والوں کا جنازہ ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں۔

۱۔ (صحیح البخاری اصح المطابع ص ۱۷۹ باب الصلوۃ علی الشھید)

ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ کے تابع ہو گیا پھر کہنے لگا میں آپ کے ساتھ ہجرت کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق اپنے بعض صحابہؓ کو تاکید فرمائی۔ جب ایک جنگ ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ غنیمت حاصل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلیم کر دیا اور اس کا حصہ بھی نکالا اور اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کو دے دیا۔ وہ ساتھیوں کی سواریاں چرایا کرتا تھا۔ جب آیا تو انہوں نے اسے وہ دیا۔ کہنے لگا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا تمہارا حصہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے نکالا ہے۔ اُس نے وہ لے لیا اور لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا۔ کہنے لگا یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے یہ تمہارا حصہ نکالا ہے۔ کہنے لگا میں اس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نہیں چلا بلکہ میں تو اس (مقصد) کیلئے آپ کے پیچھے چلا ہوں کہ مجھے (خلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہاں تیر لگے تو میں فوت ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ سے سچ کہو گے تو اللہ بھی تم سے سچ کا سلوک کرے گا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر گزری۔ پھر وہ دشمن سے لڑنے کیلئے اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور اس کو وہیں تیر لگا جہاں اُسے اشارہ کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ وہی ہے؟ صحابہؓ نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے اللہ تعالیٰ سے سچ کہا تو اللہ نے اس سے سچ کا سلوک کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خود اپنے جبہ میں کفن دیا۔ پھر اسے آگے رکھ کر اس کا جنازہ پڑھا۔ تو جنازے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو الفاظ ظاہر ہوئے ان میں سے چند الفاظ یہ تھا اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے۔ ہجرت کر کے تیری راہ میں نکلا

پس شہید ہو کر قتل ہوا۔ میں اس بات پر گواہ ہوں[1]۔

اس صحیح اور صریح حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید معرکہ کا جناہ خود پڑھا یا ہے اگر اُحد کے شہیدوں کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پڑھا ہو تو یہ حدیث ہی جنازے کے سنت ہونے کی کافی دلیل ہے۔

دوسرا موقعہ: آٹھ سال بعد شہدائے اُحد کا جنازہ۔ امام بخاری باب الصلوٰۃ علی الشہید میں فرماتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور آپ اپنے اُحد والوں پر اس طرح جنازہ پڑھا جس طرح آپ میت پر جنازہ پڑھتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ کر منبر کی طرف آئے اور فرمایا میں پہلے جا کر تمہاری ضروریات کا انتظام کرنے والا ہوں اور اللہ کی قسم اس وقت میں اپنا حوض دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم میں تمہارے متعلق اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے پر دنیا میں رغبت کرو گے۔

مسند احمد، بیہقی اور دار قطنی میں اسی روایت میں یہ لفظ بھی ہے کہ آپ نے شہداء اُحد کا یہ جنازہ آٹھ سال بعد پڑھا۔

اس حدیث سے شہید کا جنازہ ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی اسے باب الصلوٰۃ علی الشھید میں

---

[1]۔ یہ حدیث نسائی کے علاوہ طحاوی نے شرح معانی الاثار (۱/ ۲۹۱) میں حاکم (۳/ ۵۹۵۔۵۹۶) نے اور بیہقی (۴/ ۱۵۔۱۶) نے بھی روایت کی ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی مسلم کی شرط پر ہیں سوائے شاد بن الہاد کے کہ مسلم نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی مگر اس کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ وہ معروف صحابی ہیں اور شوکانی نے نیل الاوطار (۳/ ۳۷) میں نووی (المجموع ۵ ٥/ ۵٦۵) کی اتباع میں جو کہا ہے کہ وہ تابعی ہیں تو یہ ان کا واضح وہم ہے اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔ (احکام الجائز ص ٦١)

نقل فرمایا ہے۔

بعض لوگ جنہوں نے طے کر رکھا ہے کہ شہید کا جنازہ تسلیم ہی نہیں کرنا، اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں جا کر شہداء اُحد کیلیے دعا کی۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کا جنازہ پڑھا کیونکہ صلوٰۃ کا معنی دعا ہے۔ مگر حدیث کے الفاظ میں اس تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔ الفاظ یہ ہیں (فصلی علی اھل احد صلاتہ علی امیت) یعنی آپ نے اُحد والوں پر اس طرح صلوٰۃ پڑھی جس طرح میت پر پڑھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے با قاعدہ ان کا جنازہ پڑھا تھا۔

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن ہونے سے پہلے کسی وجہ سے جنازہ نہ پڑھ سکتے تو قبر پر جا کر صفیں بنا کر جنازہ پڑھتے تھے۔ امام بخاریؒ "باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن میں اس سلسلہ میں دو واقعات ذکر فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ہمیں حجاج بن منہالؒ نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں شعبہؒ نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے فرمایا مجھے سلیمان شیبانیؒ نے حدیث بیان کی انہوں نے فرمایا میں نے شعبیؒ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا مجھے اُس شخص نے خبر کی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر کے پاس سے گزرا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کروائی اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جنازہ پڑھا، سلیمان فرماتے ہیں میں نے شعبیؒ سے کہا کہ اے ابو عمرو آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی تو انہوں نے فرمایا ابن عباسؓ نے۔ (۱)

---

(۱) (صحیح بخاری ۱۱ اصح المطابع ص ۱۷۸)

شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے باب الاذان بالجنازہ میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ صحابی جن کی قبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھا طلحہ بن براء بن عمیر البلوی تھے۔

دوسری حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ مرد یا عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی وہ فوت ہو گی یا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات کا علم نہ ہو سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اسے یاد کیا اور فرمایا اس آدمی کا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ فوت ہو گیا یا گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔ انہوں نے کہا اس کا واقع اس طرح ہوا۔ غرض انہوں نے اس معاملے کو معمولی قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ اس کی قبر بتاؤ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ اس کی قبر پر گئے اور اس کا جنازہ پڑھا۔[۱]

حافظ ابن حجرؒ باب الاذان بالجنازہ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ وہ عورت تھی اس کا نام اُم محجن تھا۔

صحیح بخاری میں شہدائے احد کے آٹھ سال بعد جنازہ سے ثابت ہوتا ہے کے اگر پہلے فرصت نہ مل سکے تو کئی سال بعد بھی میت کا جانزہ پڑھا جا سکتا ہے جس میں شہید بھی شامل ہیں اور اگر وہ احادیث ثابت ہو جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ نے اُحد کے موقع پر بھی شہداء کا جنازہ پڑھا تو آٹھ سال بعد جنازہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے جنازہ پڑھا ہو تو کئی سال بعد دوبارہ قبر پر بھی جنازہ جائز ہے۔

تیسرا موقعہ جنگ احد کے موقع پر شہداء احد کا جنازہ ہے۔

۱۔(صحیح بخاری، ص ۱۷۸)

اس میں شبہ نہیں کہ صحیح بخاری میں سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی مروی ہے کہ شہداء اُحد کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھایا۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس مفہوم کی روایت مروی ہے مگر جب دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند سے ثابت ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر شہداء کا جنازہ پڑھا ہے تو اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ اصول ہے کہ ایک واقعہ کے متعلق جب ایک آدمی یہ بیان کرے کہ یہ واقعہ نہیں ہوا اور دوسرے بیان کریں کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور دونوں سچے ہوں تو اس شخص کی بات تسلیم کی جائے گی جو واقعہ ثابت ہونے کا راوی ہے۔ دوسرے کے متعلق سمجھا جائے گا کہ اسے علم نہیں ہو سکا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شہید معرکہ کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث سے ثابت ہے۔ اگر جنگ احد کے موقع پر شہداء کے جنازہ والی احادیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو کوئی اشکال ہی نہیں رہتا اور اگر ان کی صحت پر اطمینان نہ بھی ہو تو گلے مین تیر لگنے سے شہید ہونے والے صحابی کا جنازہ اور شہداء اُحد پر آٹھ سال بعد جنازہ والی احادیث کے بعد شہدائے معرکہ سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

امام ابوداؤدؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

ابو مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حمزہؓ کی نعش لانے کا حکم دیا پھر ان کو رکھا گیا پھر نو اور شہداء لائے گئے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، پھر ان کو اٹھا لیا گیا، اور حضرت حمزہؓ کو رہنے دیا گیا، پھر نو اور شہیداء کو لا کر رکھا گیا اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان پر سات بار نماز پڑھی، حتی کہ آپ نے حضرت حمزہؓ سمیت ستر شہداء پر نماز پڑھی اور ہر بار ان کے ساتھ حضرت حمزہؓ پر بھی نماز پڑھی۔

شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہؓ پر ستر بار نماز پڑھی، پہلے حضرت حمزہؓ پر نماز پڑھتے پھر دوسرے شہداء کو منگواتے پھر ان پر نماز پڑھتے اور ہر ایک کے ساتھ حضرت حمزہؓ پر بھی نماز پڑھتے۔

عطاء بن ابی رباحؒ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔ (۱)

حضرت جابر (رض) کے اس دن والد فوت ہو گئے تھے اور وہ شدت غم سے نڈھال تھے اس لیے ہو سکتا ہے کہ ان کو شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھے جانے کا علم نہ ہو سکا ہو یا اس وقت وہ کسی اور کام میں مشغول ہوں اور وہاں پر موجود نہ ہوں یا ان کی روایت کا یہ مطلب ہو کہ شہداء احد پر علی الفور نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انھیں رزق دیا جا رہا ہے۔

شہداء کے رزق کا بیان

اس سے مراد رزق معروف ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ شہداء کی روحیں جنت میں چرتی پھرتی ہیں۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی روحیں جنت کی خوشبوؤں کو سونگھتی ہیں اور جو نعمتیں ارواح کے لائق ہیں ان سے متمتع ہوتی ہیں اور جب ان روحوں کو ان کے اجسام میں لوٹا دیا جائے گا تو وہ ان تمام نعمتوں سے متمتع ہوں گی جو اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں کر دیا ہے

۱۔ (مراسیل ابوداؤد ص ۱۸، مطبوعہ مطبع ولی محمد اینڈ سنز کراچی)

وہ جنت کے دریاؤں پر جاتی ہیں اور اس کے پھولوں سے کھاتی ہیں اور عرش کے سائے کے نیچے لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں آرام کرتی ہیں۔ [۱] اور قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ شہداء کی روحیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کی طرح ہیں ان کے لیے عرش کے نیچے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتی ہیں چرتی ہیں۔ [۲]

شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور ان پرندوں کے پیٹ بہ منزلہ سواری ہوتے ہیں اور ان روحوں کا تعلق اپنے اپنے اجسام سے بھی ہوتا ہے۔

حافظ شمس الدین ابن قیم حنبلیؒ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں ہے شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، بعض میں ہیں ان کے پیٹوں میں ہیں، بعض میں ہے کہ سبز پرندوں کی مثل ہیں، ہوسکتا ہے کہ یہ تمام کلمات تشبیہ کے ہوں اور چونکہ شہداء کی روحیں بہت تیزی کے ساتھ جنت میں پھرتی ہیں۔ اس لیے ان کو سبز یا سفید پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی ہو۔ اور شہداء کی یہ روحیں جو عرش کے نیچے قندیلوں میں آرام کرتی ہیں ابھی بطور دوام کے جنت میں داخل نہیں ہوئیں اور قیامت کے بعد بہ طور دوام کے جنت میں داخل ہوں گی تو اپنی اصل منازل اور محلات میں قیام کریں گی۔ [۳]

ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ شہدا کی روحیں سفید پرندے کی صورت میں ہوتی ہیں جنت میں۔

۱۔(مسند احمد و سنن ابوداؤد)

۲۔(جامع البیان ج ٤ ص ١١٤، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ١٤٠٩ھ)

۳۔(کتاب الروح ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ دار الحدیث)

ابن جریرؒ نے افریقیؒ کے طریق سے ابن بشار اسلمی یا ابو بشار اسلمیؒ سے روایت کیا ہے کہ شہداء کی روحیں سفید قبہ میں ہیں جنت کے قبوں میں سے ہر قبہ میں دو بیویاں ہوں گی ان کا رزق ہر دن ایک بیل اور ایک مچھلی ہوگی لیکن بیل ایسا ہوگا کہ اس میں جنت کے ہر پھل کا ذائقہ ہوگا اور مچھلی اس میں جنت کی ہر پینے والی چیز کا ذائقہ ہوگا۔

روحیں سبز پرندوں کے پیوٹوں میں

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی جو سونے کے ایسے قندیلوں میں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں اور وہ جنت سے کھاتے پھرتے رہیں گے صبح کو اور شام کو اور قندیلوں میں رات گذاریں گے۔

عبدالرزاق وسعید بن منصورؒ، ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ شہدا کی روحیں گشت کرتی ہیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں جو جنت کے پھلوں میں پھرتے رہتے ہیں۔

ھناد بن السریؒ نے کتاب الزھد میں اور ابن ابی حاتمؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں میں ہوتی ہیں جو جنت کے باغوں میں چرتی پھرتی ہیں پھر ان کا ٹھکانا ہوتا ہے قندیلوں کی طرف جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوتی ہیں رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا تم ایسا شرف جانتے ہو جو اس شرف سے بڑھ کر ہو جو میں نے تم کو عطا کیا تو وہ کہیں گے نہیں یعنی ہم نے نہیں جانا مگر ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیں یہاں تک کہ ہم قتال کریں یعنی دشمنوں سے لڑیں اور ہم ایک مرتبہ پھر تیرے راستہ میں قتل کر دیئے جائیں۔

ھناد ؒ نے الزھد میں اور ابن ابی شیبہ ؒ نے المصنف میں ابی بن کعب ؓ سے روایت کیا ہے کہ شہدا قبوں میں ہوں گے جو جنت کے باغوں میں سے کھلے میدان میں ہوں گے ان کی طرف بھیجئے جائیں گے بیل اور مچھلی وہ دونوں چرتے ہیں اور جنتی ان سے کھیلتے رہتے ہیں جب وہ کسی چیز کی طرف محتاج ہوں گے یعنی وہ کسی چیز کی ضرورت محسوس کریں گے ان میں سے ایک دوسرے کو ذبح کر دے گا وہ اس میں سے کھائیں گے اور اس میں جنت کی ہر چیز کا ذائقہ پائیں گے۔

احمد وابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر وطبرانی وابن حبان اور حاکم ؒ نے اس کو صحیح کہا اور بیہقی ؒ نے البعث میں حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ شہداء جنت کے دروازے پر چمکنے والی نہر پر ہوں گے سبز قبہ میں نکلے گا ان کی طرف ان کا رزق جنت میں سے صبح کو اور شام کو بھی۔

ھناد ؒ نے الزھد میں ابن اسحاق ؒ کے طریق سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابو فروہ ؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو بعض اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ہے شہداء تین قسم پر ہیں ادنیٰ شہداء اللہ کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے وہ آدمی ہے جسے اپنی جان اور اپنے مال سے محبت ہے کہ وہ قتل کرنے اور نہ ہی قتل ہو جانے کا ارادہ کرتا ہے آتا ہے اس کے پاس ایک اجنبی تیر جو اسے لگ جاتا ہے (اور وہ شہید ہو جاتا ہے تو) پہلا قطرہ جو گرتا ہے اس کے خون میں سے تو اس کے ساتھ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر نیچے اتارتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک جسم کو آسمان سے جس میں اس کے روح کو رکھ دیا جاتا ہے پھر اس کو اٹھا لیا جاتا ہے اللہ کی طرف جب وہ گزرتا ہے آسمان کے پاس سے آسمانوں میں سے اس کو فرشتے الوداع کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ کی طرف پہنچ جاتا ہے جب وہ پہنچ جاتا ہے تو

سجدہ میں گر پڑتا ہے پھر حکم دیا جاتا ہے کہ اس کو ستر جوڑے ریشم میں سے پہنا دیئے جاتے ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے چلے جاؤ تم اپنے شہید بھائیوں کی طرف پھر اس کو ان کے ساتھ کر دیا جاتا ہے وہ ان کی طرف لایا جاتا ہے وہ سبز قبہ میں ہوتے ہیں جنت کے دروازے کے پاس لایا جاتا ہے ان پر ان کا کھانا جنت میں سے۔

ابن جریرؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ آدم (علیہ السلام) کا بیٹا برابر حمد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ زندہ ہو جاتا ہے مرتا نہیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت "بل احیاء عندربھم یرزقون"۔

﴿ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٧٠﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے جو اپنا فضل انھیں دے رکھا ہے اس سے خوش ہیں اور خوش خبری دیتے ہیں ان لوگوں کو جو ان سے نہیں ملے اور ابھی ان کے پیچھے ہیں انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔

یعنی اپنے جن مسلمان بھائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول چھوڑ آئے ہیں ان کا تصور کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ان کو بھی ہماری طرح پر لطف اور بے خوف وخطر زندگی حاصل ہوگی۔

سیدنا انس ؓ سے اصحاب بیر معونہ، یعنی ان ستر صحابہ ؓ کے بارے میں روایت ہے جنھیں ایک ہی دن شہید

کر دیا گیا تھا اور جن کے قاتلوں کے خلاف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قنوت میں ایک ماہ تک بد دعا بھی کی تھی اور لعنت بھی فرمائی تھی۔

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئے تھے: "بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا" ہماری طرف سے ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس طرح ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے اور اس نے ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔" (۱)

امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲٤۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمہارے اعمال تمہارے فوت شدہ عزیزوں اور رشتہ داروں پر پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل ہوتے ہیں تو وہ ان سے خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ عمل اچھے نہ ہوں تو وہ دعا داروں پر پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل کرتے ہیں اے اللہ! ان کو ہدایت دینے سے پہلے ان پر موت طاری نہ کرنا جس طرح تو نے ہمیں ہدایت دی ہے۔ (۲)

سیدنا سمرہ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا لے گئے، پھر وہ مجھے ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں لے گئے جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا، ان دونوں

۱۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان: ٤٠٩٠۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات: ٦٧٧]

۲۔(مسند احمد ج ۳ ص ١٦٥ ‘مطبوعہ دار الفکر بیروت‘ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۸ ‘ کنز العمال‘ الحدیث: ٤٣٠٢٩ ‘ ج ١٥ ص ٧٧١)

آدمیوں نے مجھے بتایا کہ یہ گھر شہداء کا ہے۔“ (۱)

سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے معرکہ نہاوند میں ایرانی لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا، ہمیں ہمارے نبی اور ہمارے رب کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں جب تک تم اللہ کی عبادت نہ کرنے لگو، یا جزیہ دینا نہ قبول کرلو اور ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ ہم میں سے جو کوئی جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا، وہ بہشت بریں کی ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جو اس نے کبھی نہیں دیکھیں اور جو کوئی زندہ بچ گیا وہ تمہاری گردنوں کا مالک بنے گا۔ (۲)

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ“ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ جوان کو خیر وکرامت اور رزق عطا فرماتا ہے اپنے فضل سے وہ اس سے خوش ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم“ جب لوگ داخل ہوئے جنت میں اور انھوں نے اس میں شہداء کے لیے عزت اور اکرام کو دیکھا تو وہ کہنے لگے کاش کہ ہمارے بھائی جو دنیا میں ہیں وہ جانتے کہ ہم جنت میں کس شرف اور فضیلت میں ہیں جب وہ کسی جنگ میں شریک ہوں تو خود حصہ لیں یہاں تک کہ وہ شہید ہو جائیں اور وہ پالیں جو ہم نے پایا چیز میں سے یعنی جنت کے انعامات میں سے اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملہ اور شرف کی خبر نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دے دی ان کو اس بات کی خوشخبری دے دی گئی اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ”ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم“ یعنی ان کے بھائیوں میں اہل دنیا میں سے بیشک وہ عنقریب

۱۔[بخاری، کتاب الجھاد، باب درجات المجاھدین فی سبیل اللہ: ۲۷۹۱]

۲۔[بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب الجزیۃ والموادعۃ مع أھل الذمۃ والحرب: ۳۱۵۹]

حرص کریں گے جہاد پر اور ان کے ساتھ مل جائیں گے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم" سے مراد ہے شہید کے پاس ایک کتاب لائی جاتی ہے جس میں اس کے بھائیوں میں سے اور اس کے اہل وعیال میں کون ہے جب وہ اس کے پاس آتے ہیں جیسا کہ دنیا میں غائب ہونے والا آئے تو خوش ہوتے ہیں۔

﴿يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٧١﴾﴾

وہ بشارت حاصل کررہے ہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کی اور اس بات کی کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔

اپنی کامیابی سے زیادہ اپنے بھائی کی کامیابی پر خوش ہونا

اس سے پہلے یہ ذکر کیا گیا کہ شہداء احد کی روحیں اس بات پر خوشی منارہی ہیں کہ ان کے بعد والے اصحاب احد پر بھی کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے اور اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ ان نعمتوں پر خوشی منارہے ہیں۔ پہلے شہداء احد کی اسی خوشی کا ذکر فرمایا جو ان کو اپنے بھائیوں کی اخروی سعادت سن کر حاصل ہوئی اور پھر اس خوشی کا ذکر فرمایا جو ان کو اپنی سعادت اور سرفرازی کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی کامیابی سے

زیادہ اپنے بھائیوں کی کامیابی پر خوشی ہونی چاہیے۔اس کے بعد فرمایا اللہ مومنین کا اجر ضائع نہیں فرماتا اس میں بتلایا ہے کہ شہادت پر یہ اجر وثواب صرف شہداء احد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ اجر وثواب تمام مومنین کو حاصل ہوگا اور ایمان پر اجر کا ضائع نہ ہونا اس کو مستلزم ہے کہ مومن مرتکب گناہ کبیرہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا ورنہ اس کے ایمان کا اجر ضائع ہو جائے گا۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن زیدؒ سے لفظ آیت "یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آیت نے سارے ایمان والوں کو جمع کر دیا سوائے شہداء کے اور بہت کم ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی فضیلت کا ذکر فرمایا اور ان کے ثواب کا جوان کو عطا کیا گیا۔

الحاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور عبدالرحمن بن جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا جب احد والوں کا ذکر کیا گیا اللہ کی قسم میں پسند کرتا ہوں اس بات کو کہ قتل کیا جاؤں اپنے اصحاب کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں نحص الجبل سے مراد ہے اس کی جڑ یعنی دامن۔

حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ

الحاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حمزہؓ کو گم پایا کہ لوگ فارغ ہو گئے لڑائی سے تو ایک آدمی نے کہا میں نے ان کو دیکھا ہے ان درختوں کے پاس وہ کہہ رہے تھے میں اللہ کا شیر ہوں میں اس کے رسول کا شیر ہوں اے اللہ میں بری ہوتا ہوں تیری طرف ان کاموں سے جس کو یہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے کیا اور جو بھاگے تھے اس سے میں آپ کی خدمت میں معذرت پیش کرتا ہوں پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہاں

تشریف لائے۔ جب دیکھا ان کے بدن کو تو رو پڑے اور جب دیکھا ان کے کٹے ہوئے اعضاء کو تو سسکیاں لینے لگے اور فرمایا کیا ان کو کفن دیا جائے گا؟ تو ایک آدمی کھڑا ہوا انصار میں سے اور اس نے ان پر ایک کپڑا ڈالا پھر دوسرا کھڑا ہوا اس نے بھی ان پر ایک کپڑا ڈالا پھر حضرت جابرؓ نے کہا یہ کپڑا ہے میرے باپ کے لیے اور یہ کپڑا ہے میرے چچا کے لیے پھر حضرت حمزہؓ کو لایا گیا آپ نے اس پر نماز پڑھائی پھر دوسرے شہداء کو لایا گیا اور حضرت حمزہؓ کی جانب میں رکھ دیا گیا آپ نے ان پر بھی نماز پڑھائی دوسرے شہداء کے جنازوں کو اٹھالیا جاتا لیکن حضرت حمزہؓ کا جنازہ پڑا رہا یہاں تک کہ سارے شہداء پر نماز پڑھی گئی۔

حضرت جابرؓ نے عرض کیا پس میں لوٹ آیا میں بہت بوجھل تھا کیونکہ میرے باپ نے مجھ پر قرضہ اور اہل وعیال چھوڑے تھے رات کا وقت ہوا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے بلوا بھیجا اور فرمایا اے جابر (رضی اللہ عنہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا تیرے باپ کو اس سے کلام فرمایا اس سے پوچھا تو کوئی تمنا کر تو انھوں نے عرض کیا میں تمنا کرتا ہوں میری روح کو لوٹا دیا جائے اور میری پیدائش کو اسی طرح بنا دیا جائے جیسے تھا اور مجھے لوٹا دیا جائے اپنے نبی کی طرف پھر میں قتل کیا جاؤں۔ تیرے راستے میں اور دوسری مرتبہ پھر قتل کیا جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ ان شہداء کو نہیں لوٹاؤں گا (دنیا میں) اور راوی نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمایا کہ تمام شہداء کے سردار اللہ کے نزدیک قیامت کے دن حضرت حمزہؓ ہوں گے۔

ابن ابی شیبہ اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حمزہؓ کا کفن ایک دھاریدار چادر تھی جب اس سے سر کو چھپاتے تو ان کے پاؤں باہر نکل آتے تھے (یعنی چادر چھوٹی تھی)

تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم فرمایا کہ اس کو سر پر کھینچ دو اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو اور فرمایا اگر صفیہؓ کی گھبراہٹ (کا خوف) نہ ہوتا تو ہم حمزہؓ کو دفن نہ کرتے یہاں تک کہ وہ (قیامت کے دن) پرندوں اور درندوں کے پیٹوں میں سے اٹھائے جاتے۔

ابن ابی شیبہؒ نے کعب بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے احد کے دن فرمایا کس نے حمزہؓ کی قتل ہونے کی جگہ کو دیکھا ہے؟ ایک آدمی نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لے گئے ہم نے آپ کو دکھایا حتی کہ آپ حضرت حمزہؓ (کی لاش) کے پاس کھڑے ہوئے آپ نے اس کو دیکھا کہ ان کا پیٹ چیر دیا گیا تھا اور ان کو مثلہ کر دیا گیا تھا (یعنی ان کے اعضاء بھی کاٹ دیئے گئے تھے) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ دیکھنا پسند نہ کیا اور آپ شہداء احد کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا میں گواہ ہوں ان شہداء پر انھیں ان کے خونوں کے ساتھ دفن کر دو کیونکہ یہ ایسا زخمی نہیں ہے جو زخمی ہوتا ہے مگر اس کے زخم سے قیامت کے دن خون بہہ رہا ہوگا اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی (پھر حکم فرمایا) کہ ان شہداء میں سے جس کو قرآن زیادہ یاد تھا اس کو آگے کر دو اور ان سب کو لحد میں دفن کر دو۔

نسائی والحاکمؒ اور اس کو صحیح کہا اور انھوں نے سعید بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نماز کی طرف آیا اس حال میں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم کو نماز پڑھا رہے تھے جب وہ صف تک پہنچا تو اس نے کہا اے اللہ! مجھ کو عطا فرما افضل اس سے جو تو نے اپنے نیک بندوں کو عطا فرمایا ہے جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز پوری کر چکے تو آپ نے فرمایا ابھی کس نے بات کی تھی؟ اس نے کہا میں نے آپ نے فرمایا (اگر تو اللہ تعالیٰ سے فضل لینا چاہتا ہے) تو پھر تیرے گھوڑے کو زخمی کیا جائے گا اور تو

اللہ کے راستے میں شہید کیا جائے گا۔

احمد و مسلم و نسائی اور حاکمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جنت والوں میں سے ایک آدمی کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے آدم کے بیٹے! تو نے اپنے ٹھکانا کو کیسے پایا؟ وہ عرض کرے گا اے میرے رب! بہترین ٹھکانا ہے (پھر) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سوال کر تمنا کر (جو تیری تمنا ہو) وہ عرض کرے گا میں آپ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے دنیا کی طرف دوبارہ لوٹا دیں پھر تیرے راستے میں دس بار قتل کیا جاؤں جب وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھے گا (تو یہ تمنا کرے گا) پھر ایک اور آدمی کو دوزخ والوں سے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے آدم کے بیٹے! تو نے اپنے ٹھکانا کو کیسے پایا؟ وہ کہے گا اے میرے رب! سب سے برا ٹھکانا ہے پھر اللہ تعالیٰ (اس سے) فرمائیں گے۔ زمین بھر سونا کیا تو اس کے بدلہ میں دے گا! وہ کہے گا ہاں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے جھوٹ کہا میں نے تجھ سے اس سے کم کا سوال کیا تھا تو نے اس کو (پورا) نہ کیا (اب تجھ سے کوئی امید نہیں)۔

سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے افراد

ابن ابی شیبہؒ نے وترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبانؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھ پر تین افراد پیش کئے گئے جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے اور مجھ پر وہ تین افراد پیش کئے گئے جو دوزخ میں سب سے پہلے داخل ہوں گے پہلے تین جو جنت میں داخل ہوں گے (پہلا) شہید ہوگا (دوسرا) وہ غلام جس نے اپنے رب کی بھی اچھی عبادت کی اور اپنے آقا کی خیر خواہی بھی کی اور پاک دامن صاحب اولاد اور پہلے تین آدمی جو دوزخ میں

داخل ہوں گے وہ امیر جو لوگوں پر مسلط ہوا اور مال والا جس نے اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا اور فقیر فخر کرنے والا۔

الحاکمؒ نے سہل بن ابی امامہ بن سہیلؒ سے روایت کیا ہے اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ شہید کے خون کا جب پہلا قطرہ گرتا ہے تو اس کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

الحاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور ابوایوبؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے صبر کیا یہاں تک کہ شہید کر دیا جائے یا وہ غالب رہے تو اپنی قبر میں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

ابن سعد وابن ابی شیبہؒ نے واحمد و بخاریؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حارثہ بن سراقہؓ (دشمن) کو دیکھنے کے لیے باہر نکلے تو ایک تیر ان کو لگا کہ وہ شہید ہو گئے اس کی والدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ حارثہ کی محبت جو مجھ سے ہے جانتے ہیں پس اگر وہ جنت میں ہیں تو صبر کرتی ہوں ورنہ آپ دیکھیں گے میں کیا کرتی ہوں؟ آپ نے فرمایا اے حارثہ کی ماں! ایک جنت نہیں بلکہ بہت جنتیں ہیں اور بلاشبہ حارثہؓ افضل جنت میں ہیں یا فرمایا وہ فردوس کے اعلیٰ مقام میں ہیں۔

احمد ونسائیؒ نے عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی آدمی زمین پر فوت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اچھا بدلہ ہوتا ہے تو وہ (کبھی) دنیا کی طرف لوٹنے کو پسند نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے والا اس بات کی تمنا کرے گا کہ مجھے (دنیا میں) لوٹا دیا جائے اور دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں۔

احمد وعبد بن حمید و بخاری ومسلم وترمذی وبیہقیؒ نے شعب میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جنت والوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کو یہ بات خوش لگے کہ وہ دنیا کی طرف واپس لوٹ آئے اگرچہ اس کا دس گنا اجر ہے مگر شہید بیشک وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے دس مرتبہ اور شہید کر دیا جائے جب وہ دیکھے گا کہ شہادت کی فضیلت کو۔

ابن سعد واحمد وبیہقیؒ نے قیس الجذامیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بیشک شہید ہونے والے کے لیے اللہ کے نزدیک چھ انعامات ہیں بخش دیا جاتا ہے اس کے گناہوں کو جب خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے اسے پناہ دے دی جاتی ہے قبر کے عذاب سے کرامت کا لباس پہنایا جاتا ہے اور دکھایا جاتا ہے اس کو ٹھکانا جنت میں جو اس کو دیا جائے گا بڑی گھبراہٹ سے اور شادی کی جائے گی موٹی آنکھوں والی حوروں سے۔

شہید کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ جنت میں ٹھکانا پانا

ترمذیؒ نے اس کو صحیح کہا وابن ماجہ وبیہقیؒ نے مقدام بن معدی کربؓ سے روایت کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بیشک شہید کے لیے اللہ کے نزدیک خاص انعامات ہیں بخش دیا جاتا ہے جب اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے دکھایا جاتا ہے اس کا ٹھکانا جنت میں ایمان کا حلہ پہنایا جاتا ہے اسے پناہ دی جاتی ہے قبر کے عذاب سے اور محفوظ رکھا جاتا ہے بڑی گھبراہٹ کے دن سے اور رکھا جاتا ہے اس کے سر پر وقار کا تاج اس کا ایک یاقوت بہتر ہے دنیا اور مافیہا سے اور اس کی شادی کی جاتی ہے بہتر موٹی آنکھوں والی حوروں سے اور شفاعت قبول کی جائے گی ستر انسانوں کے بارے میں اس کے رشتہ داروں میں سے۔

احمد و طبرانی و ابن حبان و بیہقیؒ نے عتبہ بن عبد السلمیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا شہداء تین طرح کے ہیں وہ مومن آدمی جس نے جہاد کیا اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں یہاں تک کہ جب وہ دشمن سے ملتا ہے اور ان سے لڑتا ہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو جاتا ہے یہ وہ شہید ہے جو آرام پکڑنے والا ہے اللہ کے خیمے میں اس کے عرش کے نیچے نہ فضیلت پائیں گے اس سے نبی مگر نبوت کے درجہ کی وجہ سے اور دوسرا وہ مومن آدمی جس نے ظلم کیا اپنی جان پر گناہوں سے اور خطاؤں سے اور جہاد کیا اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کے راستے میں یہاں تک کہ جب دشمن سے ملا اس سے لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا یہ پاک کئے ہوئے شہداء ہیں اس کے گناہ اور اس کی خطائیں ختم کر دی جائیں گی بیشک تلوار مٹانے والی ہے گناہوں کو اور داخل کیا جائے گا جنت کے دروازے میں سے جس سے چاہے گا جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور دوزخ کے سات دروازے ہیں اور بعض دروازے بعض سے فضیلت رکھتے ہیں تیسرا منافق جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ وہ دشمن کا سامنا کرتا ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا جاتا ہے بیشک یہ آدمی آگ میں ہے کیونکہ وہ تلوار نہیں مٹاتی ہے نفاق کو۔

احمد و حاکمؒ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا شہید کا ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے سوائے قرضہ کے۔

شہید کا ہر گناہ معاف سوائے قرضہ کے

احمدؒ نے عبداللہ بن جحشؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے لیے کیا اجر ہوگا اگر میں قتل کر دیا جاؤں اللہ کے راستہ میں آپ نے فرمایا جنت جب اس نے پیٹھ پھیری آپ

نے فرمایا مگر قرضہ جبرائیل (علیہ السلام) نے ابھی ابھی مجھے خبر دی ہے۔

احمد ونسائیؒ نے ابن ابی عمیرہؓ سے روایت کیا ہے کہ جو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی مسلمان آدمی ایسا نہیں ہے کہ اس کا رب اس کی روح کو قبض کرے اور وہ تمہاری طرف آنے کو پسند کرے اور اس کے لیے دنیا اور مافیھا ہو سوائے شہید کے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بیشک میں قتل کیا جاؤں اللہ کے راستے میں زیادہ محبوب ہے میری طرف محل والوں اور مکانات والوں سے۔

ترمذیؒ نے اس کو صحیح کہا ونسائی وابن ماجہ وابن حبانؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا شہید کو قتل ہونے کی اتنی تکلیف ہوتی ہے جیسے تم سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے۔

الطبرانیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب بندے حساب کے لیے کھڑے ہوں گے ایک قوم آئے گی جو اپنی تلواروں کو اپنے گردنوں پر رکھے ہوئے ہوں گے ان سے خون ٹپک رہا ہو گا وہ رشک کریں گے جنت کے دروازے پر کہا جائے گا یہ لوگ کون ہیں کہا گیا یہ شہداء ہیں جن کو رزق دیا جائے گا۔

احمد وابو یعلی والبیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں نعیم بن ھمارؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کون سے شہدا افضل ہیں آپ نے فرمایا جو صف میں شامل ہوتے ہیں اور اپنے چہروں کو نہیں موڑتے یہاں تک کہ شہید کر دیئے جاتے یہی لوگ ہیں جو جنت کے اعلیٰ مقامات میں گھومتے پھرتے ہیں اور ان کا رب ان کی طرف (دیکھ کر) ہنسے گا اور جب تیرا رب ہنسے

گا کسی بندے کی طرف دنیا میں تو اس کا حساب نہیں ہوگا۔

الطبرانیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بہتر جہاد کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو پہلی صف میں شامل ہوتے ہیں۔ اور نہیں پھیرتے اپنے چہروں کو یہاں تک کہ شہید کردیئے جاتے ہیں یہ جنت کے بالا خانوں میں گھومتے پھرتے ہوں گے ان کا رب ان کی طرف (دیکھ کر) ہنسے گا اور جب کسی قوم کی طرف (اللہ تعالیٰ) ہنستے ہیں تو ان کا کوئی حساب نہ ہوگا۔

شہید کا خون خشک ہونے سے پہلے دو بیویاں مل جاتی ہیں:

ابن ماجہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ شہید کا ذکر کیا گیا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آپ نے فرمایا نہیں خشک ہوتی ہے زمین شہید کے خون سے یہاں تک کہ جلدی آتی ہیں اس کے پاس دو بیویاں گویا کہ وہ دائیاں ہیں جنہوں نے اپنے بچوں کو گم کردیا بے آباد زمین میں اور ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک جوڑا ہوگا جو دنیا اور مافیھا سے بہتر ہوگا۔

النسائیؒ نے راشدؒ سے روایت کیا ہے کہ اور انھوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ کیا حال ہے ان ایمان والوں کا جو آزمائے جاتے ہیں اپنی قبروں میں مگر شہید (نہیں آزمائے جاتے) آپ نے فرمایا ان کے سروں پر تلواروں کا چمکنا ان کی آزمائش کے لیے کافی ہے۔

البیہقیؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گزرے ایک بدو کے خیمے سے اور آپ اپنے صحابہؓ کے درمیان میں تھے جو جنگ کا ارادہ رکھتے تھے بدو نے پوچھا آپ کون قوم ہے

اس سے کہا گیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہ ہیں جو جنگ کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ بھی ان کے ساتھ چل پڑا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں اس کی جان ہے بیشک وہ آدمی البتہ جنت کے بادشاہوں میں سے ایک ہے صحابہؓ نے دشمن سے جنگ کی وہ بدو شہید ہو گیا اور انھوں نے اس کی خبر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچا دی آپ ان کے پاس تشریف لائے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے آپ خوش تھے اور مسکرا رہے تھے پھر آپ نے منہ پھیر لیا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کو دیکھ رہے تھے آپ خوش تھے مسکرا رہے تھے پھر آپ نے اس سے منہ پھیر لیا آپ نے فرمایا تم نے میری خوشی کو دیکھا یہ اس وقت ہوا جب میں نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی روح کی تعظیم کو دیکھا لیکن میرا اس سے اعراض کرنا کیونکہ اس کی بیوی حور عین میں سے ابھی تک اس کے سر کے پاس موجود ہے۔

الطیالسی وترمذیؒ نے اس کو حسن کہا اور بیہقیؒ نے شعب میں حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شہداء چار قسم کے ہیں وہ مومن جس کا ایمان اچھا ہے وہ دشمن سے جنگ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سچا جانتا ہے اور دشمن سے لڑتا ہے یہاں تک کہ اسے شہید کر دیا جاتا ہے یہ وہ شہید ہے لوگ اس کی طرف اپنی آنکھوں کو اٹھائیں گے آپ نے اپنی نظر اٹھائی یہاں تک کہ گر پڑی ان کی ٹوپی جوان کے سر پر تھی یا عمر کے سر پر تھی پس یہ پہلے درجے کا شہید ہے اور دوسرا وہ مومن آدمی جس کا ایمان اچھا ہے جب وہ دشمن سے ملتا ہے تو بزدلی کی وجہ سے گویا اس کی جلد میں کیکر کے کانٹے پیوست ہو گئے اچانک ایک نامعلوم تیر اس کے پاس آتا ہے وہ اس کو قتل کر دیتا ہے یہ شہید دوسرے درجے میں ہے اور تیسرا وہ مومن آدمی جس نے ملا دیا نیک عمل کو دوسرے

برے عمل کے ساتھ وہ ملا دشمن سے اس حال میں کہ اس نے اللہ کی تصدیق کی اور وہ شہید ہو گیا پس یہ شہید تیسرے درجے میں ہے۔ وہ آدمی جس نے اپنی جان پر زیادتی کی وہ دشمن سے ملا اس سے لڑا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا یہ شہید چوتے درجے میں ہے۔

البیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں ابو درداءؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اور ان کی طرف (دیکھ کر) ہنستے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں ایک وہ آدمی کہ جب جماعت بھاگ جاتی ہے اس کے بعد وہ اکیلا ہو کر اللہ کی رضا کے لیے لڑتا رہتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا اور اس کو کافی ہو جائے گا (اس کو دیکھ کر) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھو میرے بندے کی طرف کس طرح اس نے میرے لیے اکیلے صبر کیا اور وہ آدمی جس کی خوبصورت بیوی ہے اور نرم اور عمدہ بستر ہے اور وہ رات کو کھڑا ہوتا ہے اپنی خواہش کو چھوڑ دیتا ہے اور مجھے یاد کرتا ہے اور مجھ سے سرگوشی کرتا ہے اگر چاہے سو جائے اور وہ آدمی جو سفر میں ہے اور اس کے ساتھ قافلہ کے لوگ نہیں اور وہ لوگ جاگتے ہیں یہاں تک کہ تھک جاتے ہو پھر سو جاتے ہیں وہ سحری کے وقت کھڑا ہوتا ہے اور وہ خوشی اور تنگی دونوں حالتوں میں بیدار ہوتا ہے۔

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ اسے شہادت کا مرتبہ نصیب ہو جائے پھر وہ طبعی موت مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہدا کا اجر عطا فرمائیں گے۔

احمد و مسلم و ابوداؤد و الترمذیؒ نے والنسائی وابن ماجہ والحاکمؒ نے سہل بن ابی امامہ بن سہل بن حنیفؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے

شہادت کا سوال کیا سچے دل سے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کی منزلوں میں پہنچا دیں گے اگرچہ اپنے بستر پر اس کی موت آجائے۔

احمد و مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے شہادت کو طلب کیا سچے دل سے اسے اس کا اجر دے دیا جاتا ہے اگرچہ وہ اس (شہادت) کو نہیں پہنچا۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ﴿۱۷۲﴾ ﴾

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا اس کے بعد کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا ان میں سے جنھوں نے نیکی کے کام کیے اور پرہیزگار ہیں ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

ربط آیات:

اوپر غزوہ احد کے قصہ کا ذکر تھا، مذکورہ آیات میں اسی غزوہ سے متعلق ایک دوسرے غزوہ کا ذکر ہے، جو غزوہ حمراالاسد کے نام سے مشہور ہے، حمرالاسد مدینہ طیبہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ واقعہ اس غزوہ کا یہ ہے کہ جب کفار مکہ احد کے میدان سے واپس ہو گئے، تو راستے میں جا کر اس پر افسوس ہوا کہ ہم غالب آجانے کے باوجود خواہ مخواہ واپس لوٹ آئے، ہمیں چاہیے تھا کہ ایک حملہ کر کے سب مسلمانوں کو ختم کر دیتے اور اس خیال نے کچھ ایسا اثر کیا کہ پھر واپس مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرنے لگا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا اور سیدھے مکہ مکرمہ کو ہو لئے، لیکن بعض

مسافروں سے جو مدینہ کی طرف جارہے تھے یہ کہہ گئے کہ تم جا کر کسی طرح مسلمانوں کے دل میں ہمارا رعب جماؤ کہ وہ پھر لوٹ کر آرہے ہیں، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بذریعہ وحی یہ بات معلوم ہوگئی، اس لیے آپ ان کے تعاقب میں حمراالاسد تک پہنچے۔ (۱)

شان نزول: الذین استجابوا للہ والرسول"

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے ذریعہ سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ احد کے واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا وہ مکہ مکرمہ لوٹا، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ابوسفیان تم لوگوں سے گھبرا گیا ہے اور مکہ وہ جس وقت لوٹا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور احد کا واقعہ شوال میں پیش آیا تھا اور تاجر ذی قعدہ میں مدینہ منورہ آتے تھے اور راستہ میں بدر صغریٰ میں قیام کرتے تھے، چنانچہ وہ احد کے واقعہ کے بعد آئے اور مسلمان زخمی اور تھکے ہوئے تھے۔

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں میں اعلان کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چلیں، شیطان نے آکر اپنے دوستوں کو ڈرایا کہ کفار نے بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا ہے اور کچھ لوگوں نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چلنے سے انکار کروادیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں جہاد کے لیے ضرور جاؤں گا اگرچہ میرے ساتھ کوئی بھی نہ جائے۔

اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہ بن

۱۔(ابن جریر کذافی الروح)

یمان ؓ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ؓ غرض کہ ستر صحابہ کرام ؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چلنے پر لبیک کہی چنانچہ یہ حضرات رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ابوسفیان کی تلاش میں نکلے تا آنکہ مقام صغری پر پہنچے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

نیز امام طبرانی ؒ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ جب مشرکین احد سے واپس ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ نہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تم نے قتل کیا اور نہ لڑکیوں کو تم نے قید کیا تم تو بہت ہی ناکامی کے ساتھ واپس آرہے ہو پھر لوٹو، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کی اس گفتگو کی اطلاع ہوئی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہ کرام ؓ میں جہاد کا اعلان کیا، سب نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اعلان پر لبیک کہا، چنانچہ سب روانہ ہوکر حمرار الاسد یا ابوعتبہ کے کنوئیں پر پہنچے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، "کہ جن حضرات نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان پر لبیک کہی اور ابوسفیان رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال میدان بدر میں جدھر تم نے ہمارے ساتھیوں کو مارا تھا مقابلہ ہوگا، چنانچہ بزدل تو ڈر کر بھاگ گئے، اور بہادر لڑائی اور تجارت کی تیاری کی وجہ سے چلے گئے۔

غرض یہ کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صحابہ کرام ؓ کے ساتھ اس مقام پر پہنچے تو وہاں کوئی بھی نہ ملا، صحابہ کرام ؓ نے اس مقام پر بازار لگایا اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، (آیت) "فانقلبو بنعمۃ من اللہ"۔ (الخ)

اور ابن مردویہ ؒ نے ابو رافع ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی ؓ کی قیادت میں ایک جماعت ابوسفیان کے تعاقب کے لیے روانہ فرمائی راستہ میں ان کو ایک اعرابی ملا

اور کہنے لگا مکہ والوں نے تم لوگوں کے لیے بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے، انھوں نے کہا (آیت) "حسبنا اللہ ونعم الوکیل"۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح ان حضرات کے بارے میں یہ کلمات نازل فرمائے۔

ان آیات کے شان نزول کے متعلق دو روایتیں بیان کی گئی ہیں جو کہ اوپر بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے:

امام محمد ابن جریر متوفی ؒ ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدی ؒ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان احد سے واپس ہوا تو وہ راستہ میں ایک جگہ اپنے واپس ہونے پر پچھتایا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم نے اچھا نہیں کیا تم نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا اور جب ان میں سے تھوڑے رہ گئے تو تم واپس آ گئے' واپس چلو اور ان کی بنیاد ختم کر دو اور ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکو' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ارادہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مطلع کر دیا' آپ نے مسلمانوں سے فرمایا ان کافروں کا تعاقب کرو' مسلمان اگرچہ جنگ احد میں زخمی اور دل شکستہ تھے لیکن انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر لبیک کہی اور دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے' ابوسفیان کو جب یہ خبر ملی کہ مسلمان ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو وہ خوف زدہ ہو کر مکہ روانہ ہو گئے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حمراء الاسد (ایک مقام ہے) تک ان کا پیچھا کیا۔ [۱]

اس کی تائید میں امام بخاری ؒ کی یہ روایت ہے:

حضرت عائشہ ؓ (آیت) "الذین استجابوا اللہ والرسول"۔ الخ کی تفسیر میں عروۃ بن الزبیر ؓ سے فرمایا: اے میری بہن کے بیٹے ان مسلمانوں میں تمہارے باپ حضرت زبیر اور حضرت ابوبکر ؓ شامل تھے۔

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ١١٧ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ١٤٠٩ھ)

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جنگ احد میں زخمی ہو گئے اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ مشرکین لوٹ آئیں گے آپ نے فرمایا ان کا پیچھا کون کرے گا؟ تو ستر مسلمانوں نے لبیک کہا ان میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ [۱]

دوسری روایت یہ ہے:

امام علی بن احمد واحدی نیشاپوریؒ متوفی ۴۵۸ ھ بیان کرتے ہیں

مجاہد، مقاتل، واقدی، اور کلبیؒ نے بیان کیا ہے کہ جنگ احد کے دن جب ابوسفیان نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو اس نے اعلان کیا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے اور تمہارے درمیان آئندہ سال بدر صغریٰ کے موسم میں جنگ ہوگی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ ہمارے درمیان ہے انشاءاللہ! جب اگلا سال آیا تو ابوسفیان اہل مکہ میں نکلا اور مقام مجنہ پر ٹھیرا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب طاری کر دیا اور اس نے واپس جانے کا ارادہ کیا، پھر اس کی نعیم بن مسعود اشجعی سے ملاقات ہوئی، اس نے نعیم کو مدینہ بھیجا اور کہا وہاں جا کر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو روک دینا اور مسلمانوں کو ڈرانا حتی کہ وہ بدر صغریٰ میں ہمارے مقابلے کے لیے نہ آئیں، کیونکہ اگر ان کی جانب سے اس میعاد کی مخالفت ہو تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے، نعیم مسلمانوں کے پاس گیا تو وہ اس میعاد پر پہنچنے کے لیے تیاریاں کر رہے تھے، اس نے مسلمانوں سے کہا اہل مکہ تمہارے گھر پر آ کر تم پر حملہ کر چکے ہیں اور اس جنگ میں تم کو نقصان پہنچا چکے ہیں تو جب تم ان کے شہر پر جا کر حملہ کرو گے حالانکہ تم تعداد میں کم ہو گے اور وہ زیادہ ہوں گے تو پھر تم کو

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

کسی قدر نقصان اٹھانا پڑے گا' اسی طرح منافقوں نے بھی مسلمانوں کو ڈرایا کہ ابوسفیان اور اس کے اصحاب ایک بڑا لشکر تیار کر چکے ہیں سو تم ان سے ڈرو' مسلمانوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے اور بدر صغری پر پہنچ گئے' یہ وہ جگہ ہے جہاں پر آٹھ دن بازار لگتا تھا' جب مسلمان وہاں پہنچے تو وہاں ان سے مقابلہ کرنے کے لیے کوئی مشرک موجود نہیں تھا مسلمانوں نے اس بازار میں کافی تجارت اور خرید و فروخت کی اور بہت نفع لے کر کامیابی اور کامرانی کے ساتھ واپس آئے۔ (۱)

ان آیتوں کے شان نزول میں اختلاف ہے' امام واقدی کی تحقیق یہ ہے کہ پہلی آیت: جن لوگوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہی' یہ آیت غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہے۔" اور دوسری آیت" ان لوگوں سے بعض لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے۔ سو تم ان سے ڈرو"۔ یہ آیت بدر صغری کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض ائمہ تفسیر نے کہا یہ دونوں آیتیں بدر صغری کے متعلق نازل ہوئی ہیں' لیکن امام واقدی کی تحقیق زیادہ قرین قیاس ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی اس بات پر مدح فرمائی ہے کہ انھوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہی اور یہ مدح اسی وقت لائق ہے جب وہ غزوہ احد کے فوراً بعد غزوہ حمراء الاسد کے لیے روانہ ہوں' کیونکہ اس وقت وہ تازہ تازہ زخمی ہوئے تھے اور غزوہ بدر صغری تو ایک سال بعد واقع ہوا تھا اس وقت ان کے زخم مندمل ہو چکے تھے۔ اور دوسری آیت جس میں مسلمانوں کو شیطان کے ڈرانے کا ذکر ہے وہ غزوہ بدر صغری کے مناسب ہے کیونکہ اسی موقع پر نعیم

۱۔(الوسیط ج۱ص ۵۲۳۔۵۲۲ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت'۱۴۱۵ھ)

بن مسعودؓ ابوسفیان کے کہنے سے مسلمانوں کو ڈرانے مدینہ گیا تھا۔

موسیٰ بن عقبہؒ نے اپنی مغازی میں اور بیہقیؒ نے دلائل میں ابن شہابؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابوسفیان کے بدر کے وعدہ (کو پورا کرنے) کے لیے مسلمانوں کو نکلنے کے مطالبہ پر آمادہ کیا شیطان نے اپنے دوستوں کو لوگوں میں سے تو وہ لوگوں میں چلے اور ان کو ڈرانے لگے اور انھوں نے کہا ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ قریش نے کہا تمہارے خلاف لشکر جمع کیا ہے مثل رات کے وہ ارادہ کرتے ہیں تم پر حملہ آور ہوں اور تم سے سب کچھ چھین لیں اس لیے اپنا بچاؤ کرو (مسلمان) اللہ اور رسول کا کہنا مانتے ہوئے اپنے تجارتی سامان کو لے کر نکل کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا اگر ابوسفیان سے ملاقات ہوگئی تو وہ ہماری مقصود ہے اگر اس سے ملاقات نہ ہوئی تو ہم فروخت کریں گے اپنے سامان کو اور بدر میں تجارت کی جگہ ہوتی تھی جو تمام سال کی ضروریات کو پورا کرتی یہ لوگ چلے یہاں تک کہ بدر کے تجارتی میلہ میں پہنچے خرید وفروخت کی انھوں نے اس سے اپنی ضرورت کو پورا کیا ابوسفیان نے اپنے وعدے کی خلاف ورزی کی وہ اور اس کے ساتھی نہ آئے ابن حمام صحابہ پر گزرا تو اس نے کہا یہ کون لوگ ہیں انھوں نے جواب دیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہؓ ہیں ابوسفیان اور اس کے ساتھ قریش کا انتظار کر رہے ہیں ابن حمام جب ابوسفیان کے پاس آیا تو اس نے ان کو خبر دی ابو سفیان پر رعب طار ہو گیا اور مکہ کی طرف لوٹ گیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ کی طرف واپس تشریف لے گئے اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ اور اس کے غزوہ کو غزوہ جیش سویق کا نام دیا گیا اور یہ غزوہ شعبان ۳ ہجری میں ہوا۔

صحابہ کرامؓ کا جذبہ ایمانی

النسائی وابن ابی حاتم والطبرانیؒ نے صحیح سند کے ساتھ عکرمہؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب مشرکین احد سے لوٹ گئے تو انھوں نے کہا نہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کیا نہ تم نے نو جوان عورتوں کو پیچھے بٹھایا تم نے کتنا برا کیا تم واپس لوٹ جاؤ اس بات کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سنا تو آپ نے مسلمانوں کو بلایا صحابہؓ نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی یہاں تک حمراء الاسد تک پہنچ گئے یا ابو عتبہ کے کنوئیں پر پہنچ گئے ابوسفیان کو شک ہوا مشرکوں نے کہا ہم واپس لوٹتے ہیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واپس لوٹ آئے اور یہ واقعہ غزوہ میں شمار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لفظ آیت "الذین استجابوا اللہ والرسول" ابوسفیان نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے وعدہ کیا تھا اگلی جنگ بدر کے تجارتی میلہ کے موقع پر ہوگی جہاں تم نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا تھا لیکن بزدل تو لوٹ گیا لیکن بہادر نے جنگ اور تجارت کا سامان لیا وہ لوگ بدر کے مقام پر آئے تو انھوں نے کسی کو بھی نہ پایا تو صحابہؓ نے کاروبار شروع کر دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری "فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل"۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدر صغری کی طرف نکلے حالانکہ صحابہ کرامؓ زخمی تھے یہ سب لوگ ابوسفیان کے وعدہ (کو پورا) کرنے کے لیے نکلے تو ان کے ساتھ ایک دیہاتی گذرا پھر وہ دیہاتی ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ بھی گذرا اور وہ کہہ رہا تھا:

ونفرت من رفقتی وعجوۃ منثورہ کالعجد

ترجمہ: میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھیوں کے پاس سے گذرا اس حال میں کہ وہ عجوہ کھجور

بکھری پڑی تھی جو ردی کشمش کی طرح تھیں۔

ابوسفیان اس (دیہاتی) سے ملا اور کہنے لگا افسوس ہے تجھ پر تو کیا کہہ رہا ہے اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کے اصحابؓ کو میں نے بدر صغری میں چھوڑا ہے ابوسفیان نے کہا وہ جو کہتے ہیں سچ بولتے ہیں اور ہم جو کہتے اور سچی بات نہیں کرتے عکرمہؓ نے فرمایا انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "الذین استجابوا للہ والرسول" سے لے کر "فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل" تک۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی اور واپس لوٹ گئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ابوسفیان لوٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا پس کون چلتا ہے اس کی طلب میں؟ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہوئے اور (ان کے ساتھ) ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور صحابہؓ میں سے بہت سے لوگ آپ کے ساتھ چل دیئے اور مشرکین کا پیچھا کیا جب یہ بات ابوسفیان کو پہنچی کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی تلاش میں ہیں تاجروں کا ایک قافلہ اس سے ملا تو اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (کسی طرح سے) لوٹا دو اور تمہارے لیے اتنا اتنا انعام ہوگا اور ان کو بتلا دو کہ میں نے ان کے لیے (بڑا لشکر) تیار کیا ہے اور میں ان کی طرف لوٹنے والا ہوں جب وہ تاجر آئے تو انھوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ بات بتائی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "حسبنا اللہ" (ہم کو اللہ کافی ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا لفظ آیت "الذین استجابوا للہ والرسول"۔

احد سے واپسی پر مشرکین کا تعاقب

ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھے اس بات کی خبر دی گئی کہ ابوسفیان

اوراس کے ساتھی جب غزوہ احد کے دن واپس ہوئے تو مسلمانوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ لوگ مدینہ منورہ کی طرف لوٹ رہے ہیں آپ نے فرمایا اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہیں اورانھوں نے اونٹوں کو چھوڑ دیا ہے تو (سمجھ لو) کہ انھوں نے لوٹنے کا ارادہ کیا ہے اور اگر وہ اپنے اونٹوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اورانھوں نے اپنے گھوڑوں کو چھوڑ دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب کو ڈال دیا تو وہ اب نہیں لوٹیں گے (جب دیکھا گیا) تو وہ اپنے اونٹوں پر بیٹھے ہوئے پھر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں کو آواز دی کہ ان کا پیچھا کریں تا کہ ان کو اپنی قوت دکھائیں مسلمانوں نے (کافروں کا) دو یا تین راتیں پیچھا کیا (مگر وہ نہ ملے) تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”الذین استجابوا اللہ والرسول“۔

سعید بن منصور وابن ابی شیبہ واحمد بخاری ومسلم وابن ماجہ وابن ابی حاتم والبیہقیؒ نے دلائل میں حضرت عائشہؓ سے اس آیت ”الذین استجابوا اللہ والرسول“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انھوں نے عروہؓ سے فرمایا اے میرے بھانجے تیرے دونوں باپ یعنی زبیر اور ابوبکرؓ ان لوگوں میں سے تھے جب اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو احد کے دن جو تکلیف پہنچی تو مشرکین وہاں سے چلے گئے تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خوف محسوس کیا کہ شاید وہ لوٹ کر پھر نہ آجائیں آپ نے فرمایا کون ان کے پیچھے جائے گا؟ تو ان میں سے (یعنی صحابہ میں سے) ستر آدمی تیار ہوگئے ان میں سے ابوبکر اور زبیرؓ تھے یہ لوگ اس قوم کے پیچھے نکلے اور کافروں سے ان کے بارے میں سنا (تو وہ بھاگ نکلے) اور یہ لوگ اللہ کی نعمت فضل کے ساتھ واپس ہوئے اور دشمن سے ملاقات نہیں ہوئی۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ہم کو اٹھارہ آدمیوں کے بارے میں نازل

ہوا یعنی لفظ آیت "الذین استجابوا للہ والرسول"۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ احد کا واقعہ نصف شوال ہفتہ کے دن واقع ہوا جب غزوہ احد کا اگلا دن سولہ شوال آیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے موذن نے کافروں کا پیچھا کرنے کا حکم دیا موذن نے یہ اعلان بھی کیا کہ ہمارے ساتھ چلے جو کل ہمارے ساتھ چلا تھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! بیشک میرے باپ نے مجھے چھوڑا ہے میری سات بہنوں پر اور کہا کہ اے میرے بیٹے میرے لیے اور تیرے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم چھوڑیں ان عورتوں کو جن میں کوئی مرد نہیں اور میں تجھے اس بات میں بھی ترجیح نہیں دیتا کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جہاد پر جاؤ بس تم پیچھے رہ جاؤ اپنی بہنوں پر تو اس وجہ سے میں پیچھے رہ گیا تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو اجازت دے دی تو وہ آپ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دشمن کو ڈرانے کے لیے نکلے تھے تاکہ ان کو یہ خبر پہنچ جائے کہ وہ نکلے ہیں ان کی طلب میں اور کفار یہ گمان کریں کہ آپ کے پاس بڑی قوت ہے مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی ہے اس نے ان کو دشمن کا مقابلہ کرنے سے کمزور نہیں کیا۔

ابو السائب مولی عائشہ بنت عثمانؓ سے روایت کیا کہ ایک آدمی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے جو بنی عبد الاشہل کے قبیلے میں سے تھے احد کی جنگ میں حاضر ہوئے تھے انھوں نے کہا کہ میں اور میرا بھائی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ احد میں شریک ہوا تھا تو ہم واپس ہوئے زخمی ہو کر جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دشمن کا پیچھا کرنے کا اعلان فرمایا تو میں نے اپنے بھائی سے کہا یا اس نے مجھ سے کہا ہم سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کون ہو جائے گا نہیں ہے ہمارے پاس کوئی جانور جس پر کوئی سواری کر سکیں اور ہم سخت زخمی ہیں پس ہم نکلے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ اور میں اس سے کم زخمی تھا اور جب اس کا چلنا مشکل ہو جاتا تو میں اسے ایک گھاٹی اٹھا لیتا اور ایک گھاٹی وہ خود چلتا یہاں تک کہ ہم پہنچ گئے جہاں مسلمان پہنچ چکے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لے گئے یہاں تک کہ حمراء الاسد تک پہنچ گئے اور یہ مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے آپ نے وہاں تین دن قیام فرمایا پیر منگل اور بدھ کے دن پھر آپ واپس مدینہ تشریف لے آئے یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "الذین استجابوا للہ والرسول"۔

ابن جریرؒ نے ابراہیمؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس دعوت پر لبیک کہی۔

ابن المنذرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "من بعد ما اصابہم القرح" سے "الجراحات" مراد ہیں یعنی زخم۔

سعید بن منصورؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھا کرتے تھے لفظ آیت "من بعد ما اصابہم القرح"۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ان دونوں (آیتوں) لفظ آیت "للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم" اور "الذین قال لہم الناس" کے درمیان فصل کیا کرو۔

﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ

سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

یہ ایسے ہیں کہ جن کو لوگوں نے کہا کہ بیشک لوگوں نے تمہارے خلاف بہت طاقت اکٹھی کی ہے تو ان سے ڈرو تو اس چیز نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور وہ بولے ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ (۱۷۳) پھر وہ اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ لوٹے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب کرنے والے ہوئے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (۱۷۴) یہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے تمہیں ڈراتا ہے، تم ان سے نہ ڈرو مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ (۱۷۵)

شانِ نزول

اگلی آیت بھی ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے، نعیم بن مسعود اشجعی نے ان حضرات سے کہہ دیا تھا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے مکہ مکرمہ کے قریب لطیمہ نامی بازار میں ایک لشکر تمہارے مقابلے کے لیے تیار کیا ہے مگر صحابہ کرامؓ میں یہ خبر سن کر اور جرات پیدا ہوگئی، اور انھوں نے یہ کہہ کر

بات ختم کردی کہ اللہ تعالیٰ سب مہمات میں ہمارے لیے کافی ہیں اور جو کچھ کفار نے بازار میں اسباب جمع رکھے تھے، ان کو اور مال غنیمت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب لے کر لوٹ آئے۔ (۱)

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوسفیان اور اس کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے واپس ہو کر نادم ہوئے تو انھوں نے (آپس میں) کہا لوٹ جاؤ اور ان کو جڑ سے اکھاڑ دو (یعنی) ان کو ملیا میٹ کر دو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تو وہ واپس لوٹ گئے ایک دیہاتی ان کو (راستے میں) ملا تو انھوں نے اس کو کچھ اجرت دی اور اس سے کہا کہ اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہؓ سے ملے تو ان کو یہ خبر دے دینا کہ ہم نے ان کے لیے بڑا لشکر تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس کی خبر دے دی تو آپ نے حمراء الاسد تک ان کا پیچھا کیا وہ دیہاتی راستے میں ملا تو اس نے ان کو (کافروں کے جمع ہونے کی) خبر دی تو صحابہؓ نے فرمایا لفظ آیت "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" پھر صحابہ کرامؓ حمراء الاسد سے واپس لوٹے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اور اس دیہاتی کے بارے میں جو ان سے ملا تھا (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت "الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم"۔

ابن سعدؒ نے ابن ابزیؒ سے "الذین قال لھم الناس" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے قافلہ والوں کو کہا تھا اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھیوں سے ملو تو ان کو خبر دے دو کہ ہم ان کے لیے لشکر تیار کر رہے ہیں قافلہ والوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بتایا تو صحابہؓ نے کہا لفظ آیت "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" (ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے)۔

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان احد سے لوٹتے وقت ایک تجارتی قافلے سے ملا جو مدینہ منورہ میں اپنے سامان کو لے کر آ رہا تھا جبکہ قریش اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان پہاڑ حائل تھا ابوسفیان نے ان (قافلے والوں) سے کہا مجھ پر لازم ہے کہ انعام دے کر تم کو راضی کر دوں اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو واپس کر دو اور اگر تم ان کو میری طلب میں پاؤ تو ان کو یہ خبر دے دو کہ میں نے ان (کے مقابلہ) کے لیے بڑا (لشکر) جمع کر لیا ہے یہ قافلہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملا تو ان لوگوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپ کو خبر دیتے ہیں کہ ابوسفیان نے آپ (کے مقابلہ) کے لیے ایک بڑا لشکر جمع کر لیا ہے اور مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہا ہے اگر آپ چاہیں تو مدینہ کی طرف لوٹ جائیں مگر اس (خبر) نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کے یقین کو اور زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا لفظ آیت "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" اور اللہ تعالیٰ (یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا"۔

صحابہ کرامؓ کی قوت ایمانی کا ذکر

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہؓ میں سے ایک جماعت ان کے پیچھے چلی ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے احد سے چلے جانے کے بعد یہاں تک کہ وہ جب ذوالحلیفہ میں تھے تو دیہاتی اور دوسرے لوگ ان کے پاس آئے اور ان کو کہنے لگے کہ ابوسفیان لوگوں کے ساتھ تم پر (دوبارہ) حملہ کرنے والا ہے تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا لفظ آیت "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری "الذین قال لھم الناس"۔

عبد بن حمید و ابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے لفظ آیت "الذین قال لھم الناس" کے بارے میں روایت

کیا ہے کہ ابوسفیان نے احد کے دن یا احزاب کے دن قریش غطفان اور ھوازن (قبائل) کی طرف کہلا بھیجا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لشکر بنا کر آ جاؤ یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے ساتھیوں کو پہنچی تو یہ کہا گیا کہ مسلمانوں میں ایک جماعت جائے جو تمہاری خبر لے آئے تو ایک جماعت چلی گئی یہاں تک کہ جب وہ اس جگہ پر تھی کہ جس کے بارے میں ان کو بتایا گیا تھا کہ وہ اس (جگہ) میں ہیں لیکن انھوں نے کسی کو نہ دیکھا تو وہ واپس لوٹ آئے۔

ابن مردویہ اور خطیبؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) احد کے دن تشریف لائے تو آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ! "ان الناس قد جمعو الکم فاخشوہم" یعنی لوگ تمہارے لیے جمع ہو رہے ہیں اس لیے تم ڈر جاؤ۔ تو آپ نے فرمایا "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری "الذین قال لہم الناس"۔

ابن مردویہؒ نے ابورافعؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علیؓ کو چند افراد کے ساتھ ابوسفیان کی تلاش میں بھیجا تو (قبیلہ) خزاعہ کے ایک دیہاتی ان سے ملا اور اس نے کہا لفظ آیت "ان القوم قد جمعو الکم" تو انھوں نے فرمایا "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ (حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ) کا کلمہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اس وقت کہا تھا جب انھیں آگ میں ڈالا گیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس وقت کہا جب لوگوں نے کہا: (اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِيْمَانًا ڰ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ) [آل عمران: ۱۷۳] "بیشک لوگوں نے تمہارے لیے (فوج) جمع

کرلی ہے،سوان سے ڈرو،تواس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کردیااورانھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہےاوروہ اچھا کارساز ہے۔"[۱]

اگلی آیت سے کلمہ"حسبنا اللہ ونعم الوکیل" کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ کس طرح ابراہیم (علیہ السلام)، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اورصحابہ کرامؓ ہر قسم کی برائی سے محفوظ رہ کر اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس پلٹے اورانھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی۔اس لیے ہر مصیبت کے وقت اس وظیفہ کو معنی کا خیال کرتے ہوئے کثرت سے پڑھنا چاہیے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذروابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت"ان القوم قد جمعوا الکم" کے بارے میں روایت کیا ابوسفیان نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کواحد کے دن کہا تھا ہمارا آئندہ مقابلہ بدر کے مقام پر ہوگا جہاں تم نے ہمارے ساتھیوں کوقتل کیا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ممکن ہے ایسا ہواس لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے وعدہ کے مطابق چلے یہاں تک کہ آپ بدر کے مقام پراترے اور بازار میں پہنچے خریدوفروخت کی اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت"فانقلوا بنعمة من اللہ وفضل لم یمسسہم"اور یہ بدرصغریٰ کا واقعہ ہے۔

سعید بن منصور وابن جریر وابن المنذروابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ بدر تجارتی منڈی تھی جاہلیت کے زمانے میں اوررسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وعدہ فرمالیا تھا ابوسفیان سے کہ وہ اس مقام پرملیں گے پس صحابہؓ کوایک آدمی ملااوران سے کہا کہ مشرکین کا وہاں پر بڑا لشکر اکٹھا ہے پس جو بزدل تھے وہ لوٹ آئے جو بہادر تھے انھوں نے تجارت اور جنگ کا سامان ساتھ لے لیا اور

۱۔[بخاری،کتاب التفسیر،باب قولہ:(الذین قال لھم الناس إن الناس قد جمعوا۔۔الخ):٤٥٦٣]

انھوں نے کہا لفظ آیت "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" یعنی ہم کو اللہ کافی ہے اور بہترین کارساز ہے پھر صحابہؓ کی طرف نکلے یہاں تک کہ اس مقام یعنی بدر کے مقام پر آئے اور انھوں نے خوب تجارت کی اور کسی ایک دشمن سے بھی ملاقات نہیں کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "الذین قال لھم الناس" قول "بنعمۃ من اللہ وفضل"۔

ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فزادھم ایمانا" سے مراد ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔

بخاری ونسائی وابن ابی حاتم وبیہقیؒ نے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" کہ یہ کلام حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کی تھی جب وہ آگ میں ڈالے گئے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کلام کو کہا جب لوگوں نے کہا تھا لفظ آیت "ان الناس قد جمعوا الکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل" یعنی لوگ تمہارے لیے جمع ہو چکے ہیں پس تم ان سے ڈر جاؤ اس بات نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔

بخاری وابن المنذر وحاکم اور بیہقیؒ نے الاسماء الصفات میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آخری بات ابراہیم (علیہ السلام) کی یہ تھی جب وہ آگ میں ڈالے گئے یعنی لفظ آیت "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" اور تمہارے نبی نے اسی طرح کہا تھا۔ لفظ آیت "الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا الکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل"۔

عبدالرزاق وابن ابی شیبہؒ نے ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ وہ کلمہ ہے جو

ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا تھا جب وہ لوگ آگ میں ڈالے گئے یعنی لفظ آیت "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" اور یہ وہ کلمہ ہے جس کو تمہارے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے کہا تھا جب ان سے کہا گیا لفظ آیت " ان الناس قد جمعوا الکم فاخشوہم" یعنی لوگ تمہارے لیے جمع ہو چکے ہیں پس تم ان سے ڈر جاؤ (لیکن انھوں نے کہا ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور بہترین کارساز ہے)۔

ابن مردویہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم کسی بڑی پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ تو یوں کہا کرو لفظ آیت "حسبنا اللہ ونعم الوکیل"۔

ابن ابی الدنیاؒ نے ذکر میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جب سخت غم پیش آتا تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ کو اپنے سر اور داڑھی پر پھیرتے پھر آپ لمبی سانس لیتے ہوئے یوں فرماتے اللہ میرے لیے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔

شداد بن اوسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ لفظ آیت "حسبی اللہ ونعم الوکیل" یہ امان ہے ہر خوف زدہ کے لیے۔

فجر کے بعد دس کلمات کہنے کی برکات

الحکیم الترمذیؒ نے حضرت بریدہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص دس کلمات کہے ہر صبح کی نماز کے بعد پائے گا اللہ تعالیٰ کو ان کے پاس کفایت شعاری کرنے والا اور جزا دینے والا (یہ کلمات) پانچ دنیا کے لیے ہیں اور پانچ آخرت کے لیے ہیں (جن کا ترجمہ یہ ہے) کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے دین کے لیے کافی ہے اللہ تعالیٰ اس کام کے لیے جس کا میں ارادہ کروں کافی ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جو مجھ پر بغاوت کرے کافی ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جو میرے

ساتھ حسد کرے کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے لیے موت کے وقت کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے لیے سوال کرنے کے وقت قبر میں کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے لیے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل" میں (النعمۃ) سے مراد ہے کہ وہ صحیح سالم واپس آئے اور الفضل سے مراد ہے کہ ایک قافلہ گزرا اور موسم کے دنوں میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس قافلے سے کچھ خرید فرمایا آپ نے بہت سا نفع کمایا پھر آپ نے نفع کو اپنے صحابہ میں تقسیم فرمایا۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ الفضل سے مراد ہے تجارت اور نفع۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دراہم دیئے گئے بدر صغریٰ کے موقع پر جب آپ غزوہ کی طرف نکلے جس سے خرید وفروخت کی بدر کی تجارتی میلہ میں اور ان سے نفع کمایا اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے لفظ آیت " فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسھم سوء " راوی نے فرمایا کہ نعمت سے مراد عافیت ہے اور فضل سے مراد تجارت ہے اور سوء سے مراد قتل ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " لم یمسسھم سوء" سے مراد ہے کہ ان میں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچی اور لفظ آیت " واتبعوا رضوان اللہ" سے مراد ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔

الفریابی وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن الانباریؒ نے المصاحف میں عطاؒ کے طریق سے حضرت ابن

عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو یوں پڑھتے تھے لفظ آیت "انما ذلکم الشیطن یخوف اولیاءہ "۔

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "انما ذلکم الشیطن یخوف اولیاءہ" کہ اس آیت سے مراد ہے کہ شیطان ایمان والوں کو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ "انما ذلکم الشیطن یخوف اولیاءہ" سے مراد ہے کہ وہ ایمان والوں کو کافروں سے ڈراتا ہے۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یخوف اولیاءہ" سے مراد ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو بڑا بناتا ہے تمہاری آنکھوں میں۔

ابن المنذرؒ نے عکرمہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ تم کو ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے۔

ابن المنذرؒ نے ابراہیمؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ہے شیطان کا ڈرانا ہے اور شیطان سے اس کا دوست ہی ڈرتا ہے۔

حضرت سہلؒ نے کہا ہے: حضرت ربیع بن خثیمؒ جب لوہار کی بھٹی کے پاس سے گزرتے تو اس کو ڈھانپ دیا جاتا تھا، تو حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو اس بارے بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: جب وہ وہاں پہنچیں تو مجھے آگاہ کرنا، پس وہ وہاں پہنچے تو لوگوں نے آپ کو اطلاع دی، چنانچہ آپ وہاں آئے اور اپنا ہاتھ ان کی قمیص میں داخل کیا تو آپ نے ان کی (دل کی) حرکت کو بڑا تیز اور بلند پایا تو فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ تمہارے اہل زمانہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا وہ ہے کہ وہ اس

سے ڈرے کہ اللہ تعالیٰ اسے سزا دے گا چاہے دنیا میں یا آخرت میں اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے: ڈرنے والا وہ نہیں ہے جو رو رہا ہو اور اپنی آنکھیں پونچھ رہا ہو بلکہ ڈرنے والا وہ ہے جو اسے چھوڑ دے جس کے بارے وہ خوف رکھتا ہو کہ اس سے اسے عذاب دیا جائے گا، پس اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کر دیا ہے کہ وہ اس سے ڈریں چنانچہ ارشاد فرمایا:

(آیت) ”وخافون ان کنتم مؤمنین“۔ اور فرمایا (آیت) ”وایای فارھبون“۔ (البقرہ) ترجمہ: اور صرف مجھی سے ڈرا کرو۔

اور مومنین کی خوف کے سبب مدح کرتے ہوئے فرمایا:

(آیت) ”یخافون ربھم من فوقھم (النحل: ۵۰) ترجمہ: ڈرتے ہیں اپنے رب کی قدرت سے۔ اور ارباب اشارات کی خوف کے بارے میں کئی عبارات ہیں جن کا مرجع وہ ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

الاستاذ ابوعلی الدقاق ؒ نے کہا ہے: میں ابوبکر بن فورک ؒ کی عیادت کرنے کے لیے گیا، پس جب انھوں نے مجھے دیکھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو میں نے ان سے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت اور شفا عطا فرمائے گا، تو انھوں نے مجھے کہا: کیا تو یہ گمان کر رہا ہے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں؟ بلاشبہ میں تو موت کے بعد والی کیفیت سے ڈر رہا ہوں۔ [1]

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے اور میں جو سن رہا ہوں وہ تم نہیں سن سکتے، آسمان چر چرا رہا ہے اور اس کے لیے لازم کیا گیا ہے کہ وہ چر چرائے اس میں چار انگلیاں رکھنے

۱۔ تفسیر قرطبی

برابر بھی کوئی جگہ نہیں ہے مگر اس میں فرشتے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیشانی رکھے ہوئے ہیں قسم بخدا! اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت تھوڑا ہنسو اور تم بہت زیادہ رو، اور تم بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز نہ ہو اور یقیناً تم دشوار گزار گھاٹیوں کی جانب نکل جاؤ جہاں تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع اور عاجزی کرتے ہوئے دعا مانگو قسم بخدا میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا ہے۔[١]

﴿وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٦﴾﴾

اور آپ ان لوگوں سے غمزدہ نہ ہوں جو کفر کے میدان میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں، بیشک یہ اللہ تعالیٰ کے دین کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہ رکھے، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ربط آیات:

سابقہ آیات میں منافقین کی بے وفائی، بدخواہی کا ذکر تھا، مذکورہ آیتوں میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

١۔(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، جلد ١، صفحہ ٣١٩، ایضا ابن ماجہ حدیث نمبر ٤١٧٩، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اسے ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: حدیث حسن غریب (یہ حدیث حسن غریب ہے) اور اس سند کے علاوہ اور سے روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوذر ؓ نے کہا ہے: لوددت انی کنت شجرۃ تعضد (جامع ترمذی، کتاب الزہد، جلد ٢ صفحہ ٥٥۔)

وسلم) کی تسلی ہے کہ آپ ان کفار کی حرکتوں سے رنجیدہ اور شکستہ خاطر نہ ہوں، وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، آخری آیت میں اس خیال کا جواب ہے کہ بظاہر تو دنیا میں یہ کفار پھلتے پھولتے نظر آتے ہیں تو ان کو مقہور و مغضوب کیسے سمجھا جائے؟

شان نزول

قولہ تعالیٰ: (آیت) "ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر"۔ یہ ایک قوم تھی جو اسلام لائے اور پھر مرتد ہو گئے مشرکین کے خوف سے، تو حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مغموم ہو گئے پس اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) "ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر"۔ اور کلبیؒ نے کہا ہے: اس سے مراد منافقین اور یہود کے سردار ہیں، انھوں نے کتاب میں موجود حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صفات کو چھپالیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے جب اہل کتاب ایمان نہ لائے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ شاق گزرا، کیونکہ لوگ ان کی طرف دیکھتے اور یہ کہتے: بلاشبہ یہ اہل کتاب ہیں، پس اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قول حق ہوتا تو یقیناً یہ آپ کی اتباع اور پیروی کرتے، پس یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) "ولا یحزنک"۔ [۱]

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر" سے منافق لوگ مراد ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ "ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر" سے کافر مراد ہیں۔

۱۔ (زاد المسیر، جلد ۱۔۲، صفحہ ٤٠٤)

ابن ابی حاتمؒ نے مجاہد رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان الذین اشتروا الکفر بالایمان" سے منافق لوگ مراد ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں۔

کافر اور منافق مختلف طریقوں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرتے رہتے تھے جس سے آپ طبعی طور پر رنجیدہ خاطر بھی ہو جاتے، خصوصاً غزوہ احد کے واقعہ کو منافقین نے بہت ہوا دی اور مسلمانوں کو اللہ کی نصرت سے مایوس کرنے کی کوشش کی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دی کہ اس قسم کی مخالفتوں سے کفار اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، بلکہ اس قسم کا رویہ اختیار کر کے خود آخرت کے حصے سے محروم ہو رہے ہیں، بلکہ اپنی ہی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا : اللہ تعالیٰ کا دین کامل ہو کر رہے گا، خواہ کافر اس کو نقصان پہنچانے کی کتنی ہی کوشش کریں، ارشاد فرمایا:

(يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ) [الصّف: ۸] "وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ : یعنی اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں انھیں کچھ نہ ملے، جو کچھ ملنا ہے دنیا میں مل جائے، آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے، ارشاد فرمایا:

(وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ

اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ)[التوبۃ:٨٥] ”اور تجھے ان کے اموال اور ان کی اولاد بھلے معلوم نہ ہوں، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔“ اور فرمایا: (لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِى الۡبِلَادِ۔ مَتَاعٌ قَلِيۡلٌ ثُمَّ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ)[آل عمران:١٩٦، ١٩٧] ”تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔“

﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيۡـئًا ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۷۷﴾ ﴾

بیشک جن لوگوں نے ایمان کے بدلہ کفر کو خرید لیا وہ اللہ (کے دین) کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) ”ان الذین اشتروا الکفر بالایمان“۔ اس کا بیان سورہ البقرہ میں گزر چکا ہے۔ (آیت) ”لن یضروا اللہ شیئا“ اسے تاکید کے لیے مکرر لایا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: یعنی ایمان کو کفر کے ساتھ تبدیل کرنا کے عوض اسے بیچنا یہ اس کی بری تدبیر میں سے ہے، (اور اس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گے) پس اسے اس کی اطاعت نہ کرنے کا کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ہی اس کی تدبیر کا کوئی خوف ہے اور شیئا“ دونوں آیتوں میں مصدر کی جگہ واقع ہونے سے منصوب ہے، گویا کہ یہ فرمایا: لن یضروا اللہ ضررا قیلا ولا کثیر“۔ (وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز تھوڑا یا زیادہ نقصان نہیں پہنچا

سکیں گے)اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ با کو حذف کرنے کی تقدیر پر منصوب ہو، گویا کہ فرمایا: لن یضر وا اللہ بشئ“۔

یعنی ایمان کی بجائے کفر اختیار کر کے خود اپنا برا کر رہے ہیں، اس کے نتیجہ میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: (اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ)[البقرۃ:١٧٤،١٧٥] ”بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو بخشش کے بدلے خریدا، سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں۔“

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ١٧٨ ﴾

اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا کہ ہم جو ان کو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے بات یہ ہے کہ ہم انھیں مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں اور زیادہ ترقی کر لیں اور ان کے لیے عذاب ہے ذلیل

کرنے والا۔

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوریؒ متوفی ٤٥٨ھ لکھتے ہیں

حضرت عباسؓ نے فرمایا اس آیت کے مصداق منافقین اور بنو قریظہ اور بنو نضیر ہیں اور مقاتلؒ نے کہا اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کی عمر لمبی کر کے ان کو مزید گناہ کرنے کا موقع دیتا ہے تاکہ ان کا کفر اور گناہ زیادہ ہوں۔

زجاجؒ نے کہا اس کا مصداق وہ قوم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبر دے دی تھی کہ وہ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور ان کی بقا صرف کفر اور گناہوں میں زیادتی کے لیے ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا مومن یا کافر، ہر ایک کے لیے موت اس کی زندگی سے بہتر ہے، کسی نے کیا یہ بات نہیں ہے کہ مومن زندگی میں نماز پڑھتا رہتا ہے اور روزے رکھتا ہے اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوتی رہتی ہیں؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما عند اللہ خیر للابرار (آل عمران: ١٩٨) تو اگر وہ نیک ہے تو اللہ کے پاس جو اس کا اجر ہے وہ زیادہ بہتر ہے، ان سے کہا گیا کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب کافر مرے گا تو فوراً دوزخ میں چلا جائے گا حالانکہ دنیا میں وہ کھاتا پیتا ہے اور کپڑے پہنتا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ عزوجل فرماتا ہے: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ ہم ان کو محض ان کی بھلائی کے لیے ڈھیل دے رہے ہیں، ہم تو ان کو صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ (کا عذاب) زیادہ ہو۔ (آل عمران: ١٧٨)۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے موت کو زندگی سے بہتر فرمایا ہے بظاہر ان کا یہ قول حسب ذیل احادیث

ا۔ (الوسیط ج ١ ص ٥٢٥، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٥ھ)

کے خلاف ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ٢٥٦ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مصیبت پہنچنے پر موت کی تمنا نہ کرے اگر اس نے خواہ مخواہ موت کی تمنا کرنی ہو تو یہ دعا کرے اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ شخص نیک ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کرے اور اگر وہ بدکار ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ توبہ کر کے اللہ کی رضا طلب کرے۔ (١)

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ٢٦١ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور مومن کی عمر اس میں نیکی کے سوا اور کسی چیز کو زیادہ نہیں کرتی۔ (٢)

حافظ جلال الدین سیوطی ؒ متوفی ٩١١ ھ بیان کرتے ہیں:

امام مروزی ؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے موت کی تمنا کی جس

١۔ (صحیح بخاری ج ٢ ص ٨٤٧، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ١٣٨١ ھ)

٢۔ (صحیح مسلم ج ٤ ص ٢٠٦٥، الحدیث: ٢٦٨٢، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا موت کی تمنا نہ کرو اگر تم اہل جنت میں سے ہو تو تمہارا باقی رہنا زیادہ بہتر ہے (کیونکہ تم نیکیاں کرو گے) اور اگر تم اہل دوزخ میں سے ہو تو تمہیں دوزخ میں جانے کی کیا جلدی ہے؟۔ (۱)

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے جو فرمایا ہے کہ کافر ہو یا مومن اس کے لیے موت زندگی سے بہتر ہے' وہ بہ اعتبار نتیجہ اور مال کے ہے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے موت کی دعا اور اس کی تمنا سے منع فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ زندگی موت سے بہتر ہے بلکہ امام عبداللہ بن مبارکؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مومن کا تحفہ موت ہے۔ (۲)

اس حدیث سے بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میری جان ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل جاؤں۔ (۳)

۱۔ (شرح الصدور ص ۳' مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

۲۔ (کتاب الزہد ص ۲۱۲' الحدیث: ۵۹۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' المستدرک ج ٤ ص ۳۱۹' حافظ الہثمی نے لکھا ہے کہ اس کے روای ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۰' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۰۸' حافظ منذری نے اس کو امام طبرانی کی معجم کبیر کے حوالہ سے لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے' الترغیب والترہیب ج ٤ ص ۳۳۵' مطبوعہ مصر)

۳۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲)

اورحضرت عمرؓ نے دعا کی: اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں میری موت مقدر کر دے۔ (۱)

نیز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے صدق دل سے شہادت کی دعا کی اللہ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا خواہ وہ بستر پر فوت ہو۔ (۲)

سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے ابوالدرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ نہیں ہے کوئی مومن مگر موت اس کے لیے بہتر ہے اور نہیں ہے کوئی کافر مگر موت اس کے لیے بہتر ہے پس جو شخص مجھے سچا نہ مانے تو بیشک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لفظ آیت "وما عنداللہ خیر للابرار" (اور فرمایا) "ولا یحسن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین"۔

سعید بن منصور وابن المنذرؒ نے محمد بن کعبؒ سے روایت کیا ہے کہ موت بہتر ہے کافر کے لیے اور مومن کے لیے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ کافر جب تک زندہ رہے اس کے لیے اتنا ہی سخت عذاب ہوگا قیامت کے دن۔

عبد بن حمیدؒ نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک مگر موت اس کے لیے بہتر ہے زندگی سے مومن مرتا ہے تو راحت پاتا ہے اور کافر کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا۔

لفظ آیت "ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم"۔

۱۔(صحیح بخاری ج۱ ص ۲۵۴۔۲۵۳)

۲۔(سنن دارمی ج۲ ص ۱۲۵)

﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ ﴾

اللہ (ایسا) نہیں ہے کہ ایمان والوں کو (اس حال پر) چھوڑ دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کردے، اور اللہ (ایسا) نہیں ہے کہ تمہیں غیب کی خبر دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے چن لیتا ہے جس کو چاہے، تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لیے بڑا اجر ہے۔

شانِ نزول

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ منافقوں نے کہا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے ہیں تو ان کو چاہیے ہم کو بتائیں کون ہم میں سے ایمان لائے گا اور کون ہم میں سے کافر رہے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لفظ آیت "ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ"۔

ابن ابی حاتم ؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ) کافروں کے لیے

فرماتے ہیں لفظ آیت ”ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب“ پس وہ تمیز کرے گا مگر سعادت والوں کو شقاوت والوں سے (یعنی مسلمانوں کو کافروں سے الگ کر دے گا)۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مومن اور طیب ہونے پر دلیل

امام ابن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منافقوں سے متمیز کر دیا' ابن جریجؒ نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچے مومنوں کو جھوٹوں سے الگ کر دیا۔ [۱]

یہ آیت بھی قصہ احد کے واقعات میں سے ہے جب عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر مسلمانوں کے لشکر سے نکل گیا تو مومن اور منافق الگ الگ ہو گئے، اسی طرح جنگ احد کے فوراً بعد جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ حمراء الاسد کے مقام پر ابوسفیان دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو اس کا تعاقب کرنے کا حکم دیا' اس وقت مسلمان زخمی اور دل شکستہ ہونے کے باوجود آپ کے حکم کی تعمیل میں چل پڑے اور منافقوں نے آپ کا ساتھ نہیں دیا' اس طرح مومن اور منافق الگ الگ ہو گئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ دینے والے تمام صحابہ کرامؓ کو مومن اور طیب فرمایا ہے اور یہ سات سو صحابہؓ تھے اور ان میں خلفاء راشدین حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی ہیں اس لیے جو شخص ان کو برا اور کافر' ظالم یا منافق کہتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد چھ کے سوا تمام اصحابؓ مرتد ہو گئے تھے وہ قرآن مجید کی اس آیت

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ۱۲۳' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱٤۰۹ھ)

کے خلاف کہتا ہے۔

غزوہ احد کے بعد منافقین تقریباً ظاہر ہو گئے اور اپنے دل کی باتیں اگلنے لگے اور لوگ تین گروہوں (کافر، مومن اور منافق) میں بٹ گئے اور مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ ان کے گھروں میں اور ان کے ساتھ بھی ان کے دشمن موجود ہیں۔ اس لیے احتیاط کرنے لگے اور اپنے آستین کے سانپوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار رہنے لگے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اسی حکمت کو بیان فرمایا کہ مومن و منافق کی تمیز کیے بغیر مسلمانوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ: احد میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آزمایا جس سے ان کے ایمان، صبر و ثبات اور جذبہ واطاعت کا اظہار ہوا اور منافقین نے اپنے اوپر جو نفاق کا پردہ ڈال رکھا تھا وہ اتر گیا، ارشاد فرمایا: (وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ) [آل عمران: ١٦٦، ١٦٧] "اور جو مصیبت تمھیں اس دن پہنچی جب دو جماعتیں بھڑیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور تا کہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔ اور تا کہ وہ ان لوگوں کو جان لے جنھوں نے منافقت کی اور جن سے کہا گیا آؤ اللہ کے راستے میں لڑو، یا مدافعت کرو تو انھوں نے کہا اگر ہم کوئی لڑائی معلوم کرتے تو ضرور تمھارے ساتھ چلتے۔ وہ اس دن اپنے ایمان (کے قریب ہونے) کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ

زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے ہیں۔“

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ: یعنی اگر اللہ تعالیٰ اس طرح ابتلا و آزمائش کے ذریعے سے لوگوں کے حالات اور ان کے ظاہر و باطن کو نمایاں نہ کرے تو تمھارے پاس کوئی غیب کا علم تو ہے نہیں کہ جس سے تم پر یہ چیزیں منکشف ہو جائیں اور تم جان سکو کہ کون منافق ہے اور کون مومن خالص؟ ارشاد فرمایا: (عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا) [الجن: ۲۶، ۲۷] ”(وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کر لے تو بیشک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔“

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے، جس کو چاہتا ہے غیب کی جتنی بات چاہتا ہے اس کی اطلاع دے دیتا ہے، جو نہیں چاہتا نہیں بتاتا۔ اب منافقین میں سے بعض کا بتا دیا بعض کا نہیں بتایا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ڕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ڀ مَرَدُوْا عَلَي النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ) [التوبۃ: ۱۰۱] ”اور ان لوگوں میں سے جو تمھارے ارد گرد بدویوں میں سے ہیں، کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑ گئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔“ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے رسولوں کو غیب کی کچھ باتوں کی اطلاع دیتا ہے، جن کو ان کی نبوت کی دلیل کے طور پر ضرورت ہوتی ہے، مگر وہ اس سے عالم الغیب نہیں بنتے، عالم الغیب ایک اللہ ہی کی ذات ہے۔

وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ: یعنی مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ رسول سے اپنی مرضی کی

غیب کی باتیں بتانے کا مطالبہ کریں، ان کا کام اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ہے، اگر وہ ایمان لا کر تقویٰ اختیار کریں گے تو ان کے لیے اجر عظیم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝31 حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۝32 وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝33 وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۝34 لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝35 جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا)[النبا:۳۱ تا ۳۶] "یقیناً پرہیزگاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ (ایک دوسرے کو) جھٹلائیں گے۔ تیرے رب کی طرف سے بدلے میں ایسا عطیہ ہے جو کافی ہوگا۔" اور فرمایا: (اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝51 فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝52 يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝53 كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝54 يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ)[الدخان:۵۱ تا ۵۵] "بیشک متقی لوگ امن والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور گاڑھے ریشم کا لباس پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہوگا اور ہم ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیں گے، جو بڑی آنکھوں والی ہیں۔ وہ اس میں ہر پھل بے خوف ہو کر منگوا رہے ہوں گے۔"

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص نیکی کرتی ہوا بیت اللہ میں داخل ہو وہ اپنے گناہوں سے بخشا ہوا بیت اللہ سے نکلے گا۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص بیت اللہ

۱۔(المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

میں داخل ہوا وہ بخشا ہوا نکلے گا۔

علامہ عز الدین بن جماعہ الکنانیؒ متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابوسعید جندیؒ فضائل مکہ میں اور امام واحدیؒ اپنی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے بیت اللہ کے گرد سات طواف کئے اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' اور زمزم کا پانی پیا اس کے گناہ جتنے بھی ہوئے ہوں معاف کر دیئے جائیں گے۔ ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہوتے ہیں۔

امام ازرقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب کوئی شخص بیت اللہ میں طواف کے ارادہ سے نکلتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کا استقبال کرتی ہے' اور جب وہ بیت اللہ میں داخل ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے' اور اس کے ہر قدم کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ پانچ سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے پانچ سو گناہ مٹا دیتا ہے' اور اس کے لیے پانچ سو درجات بلند کر دیتا ہے اور جب وہ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتا ہے' تو وہ گناہوں سے اسی طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور اس کے لیے اولاد اسماعیل سے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور حجر اسود کے قریب ایک فرشتہ اس کا استقبال کر کے کہتا ہے تم اپنے پچھلے عملوں سے فارغ ہو گئے' اب از سر نو عمل شروع کرو' اور اس کو اس کے خاندان کے ستر نفوس کے حق میں شفاعت کرنے والا بنایا جائے گا۔ (۱)

امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں:

۱۔ (اخبار مکہ ج ۲ ص ۵۔۴) (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۱۶۔۲۲۱۵' رقم الحدیث ۲۸۸۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۹۵' رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ بیروت' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صبح کی نماز کے لیے آنے میں دیر کی حتیٰ کہ عنقریب ہم سورج کو دیکھ لیتے پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جلدی سے آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مختصر نماز پڑھائی' پھر آپ نے سلام پھیر کر ہم سے بہ آواز بلند فرمایا جس طرح اپنی صفوں میں بیٹھے ہو بیٹھے رہو' پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا میں اب تم سے یہ بیان کروں گا کہ مجھے صبح کی نماز کے لیے آنے میں کیوں دیر ہوگئی' میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے میں اتنی نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی پھر مجھے نماز میں اونگھ آ گئی پھر مجھے گہری نیند آئی اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا رب تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں' فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا' آپ نے کہا میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کے پوروں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا۔ [1]

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین صورت دیکھا' میرے رب نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا حاضر ہوں یا رب! فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا اے میرے رب میں نہیں جانتا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی' پھر میں

۱۔ الحدیث الی قولہ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (الجامع الصحیح ج ۵ ص ۳۶۹۔۳۶۸' رقم الحدیث ۳۲۳۵' مطبوعہ بیروت' ج ۲ ص ۱۵۵' فاروقی کتب خانہ ملتان' و مطبع مجتبائی پاکستان و کتب خانہ رحیمیہ دیوبند انڈیا' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸' ج ۴ ص ۶۶' العلل المتناصیہ ج ۱ ص ۲۱۔۲۰)

نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ (١)

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٨٠﴾ ﴾

جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ بخل کو اپنے لیے بہتر نہ سمجھیں بلکہ بخل کرنا ان کے لیے برا ہے عنقریب قیامت کے دن وہ بخل والی چیز ان کے گلے میں ڈالی جائے گی اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی ملکیت ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔

ربط آیت:

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جان کی قربانی دینے کی خوب ترغیب دلائی ہے اور یہاں

١۔(الجامع الصحیح ج ٥ ص ٣٦٧، رقم الحدیث ٤ ٣٢٣، مطبوعہ بیروت، ج ٢ ص ١٥٦، فاروقی کتب خانہ ملتان، مطبع مجتبائی پاکستان وکتب خانہ رحیمیہ دیوبند انڈیا، تحفۃ الاحوذی ج ٢ ص ١٧٥۔ ١٧٣، نشر السنۃ ملتان) یہ حدیث حضرت عبدالرحمن بن عائش سے بھی مروی ہے دیکھئے سنن دارمی ج ٢ ص ٥١، کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ٣٧٨، جامع البیان للطبری ج ٧ ص ١٦٢، الدر المنثور ج ٣ ص ٢٤، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو امام ابن خزیمہ اور امام ابونعیم کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔ الاصابہ ج ٢ ص ٣٩٩۔ ٣٩٧، الطبقات الکبری ج ٧ ص ١٥٠، زاد المسیر ج ١ ص ١٥٥، اتحاف السادۃ المتقین ج ١ ص ٢٢٥ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

مال کی قربانی پرزور دیا ہے اور بخیلوں کے لیے شدید وعید کا ذکر کیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مال جمع کرنا ان کے لیے نفع بخش ہے، بلکہ یہ تو قیامت کے دن عذاب الیم کا سبب بنے گا اور طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

بخل کا لغوی معنی

علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی ؒ متوفی ۸۱۷ ھ لکھتے ہیں:

بخل کرم کی ضد ہے۔ (۱)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی ؒ متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

جس مال کو جمع کرنے کا حق نہ ہو اس کو خرچ نہ کرنا بخل ہے اس کا مقابل جود ہے، بخیل اس شخص کو کہتے ہیں جو بہ کثرت بخل کرے، بخل کی دو قسمیں ہیں، اپنے مال میں بخل کرنا، اور غیر کے مال میں بخل کرنا اور یہ زیادہ مذموم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(آیت) " الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اٰتھم اللہ من فضلہ واعتدنا للکفرین عذابا مھینا "۔ (النساء: ۳۷)

ترجمہ: جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں، اور اللہ نے اپنے فضل سے جو ان کو دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۲)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ:

۱۔ (القاموس المحیط ج ۳ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۲ ھ)

۲۔ (المفردات ص ۳۸، مطبوعہ کتاب فروشے مرتضوی، ۱۳۶۲ ھ)

ارشاد فرمایا: (هٰٓاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ وَمَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاللّٰهُ الۡغَنِیُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَكُمۡ ثُمَّ لَا یَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ)[محمد:۳۸] ”سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پرواہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔“

بخل کی مذمت کے متعلق احادیث اور آثار

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن کئی اندھیرے ہوگا اور بخیلی سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلوں کو برباد کر دیا، اس نے ابھار کر انھیں اس بات پر آمادہ کر دیا کہ انھوں نے اپنے خون بہا دیے اور اپنے آپ پر حرام چیزیں حلال کر لیں۔“ [۱]

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے: (اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنَ الۡجُبۡنِ وَ اَعُوۡذُبِكَ مِنَ الۡبُخۡلِ وَ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ اَنۡ اُرَدَّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ وَ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ فِتۡنَةِ الدُّنۡیَا وَ عَذَابِ الۡقَبۡرِ) ”اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں

۱۔[مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم: ۲۵۷۸]

نکمی عمر کی طرف لوٹا یا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے۔[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”آدمی میں بدترین خصلت سخت گھبراہٹ میں ڈال دینے والی حد سے بڑھی ہوئی کنجوسی اور سخت بزدلی ہے۔“[2]

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کے مال کو ایک گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی، جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور اس کا قیامت کے دن اسے طوق پہنا دیا جائے گا، وہ اسے اس کے دونوں کناروں سے پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“ پھر آپ نے اس موقع پر اس آیت کی تلاوت فرمائی: (وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ) ”اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا۔“[3]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کے مال کو گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی اور وہ اس کا پیچھا کرے گا، یہ اس سے بھاگے گا مگر وہ اس کا پیچھا کرے گا اور کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں۔“ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

1۔ [بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذۃ من أرذل العمر ومن فتنۃ الدنیا: ٦٣٧٤]

2۔ [أبو داؤد، کتاب الجھاد، باب فی الجرأۃ والجبن: ٢٥١١]

3۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب (ولا یحسبن الذین یبخلون ... الخ): ٤٥٦٥]

نے اس کی مصداق قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھا: (سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ) ” عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا۔“ [۱]

سیدنا جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ” جو مال دار اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجا سانپ بن جائے گا، پھر وہ منہ کھولے ہوئے جہاں کہیں وہ شخص جائے گا اس کا پیچھا کرے گا اور وہ شخص اس سے بھاگے گا۔ اس سے کہا جائے گا یہ تیرا مال ہے جس کے معاملے میں تو بخل کرتا تھا، جب وہ دیکھے گا کہ اس سے چھٹکارا نہیں ملتا تو وہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کردے گا، چنانچہ وہ سانپ اونٹ کی طرح اس کے ہاتھ کو چبا ڈالے گا۔“ [۲]

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : یعنی جب آسمانوں کا، زمین کا اور تمام مال و دولت کا حقیقی وارث اللہ تعالیٰ ہے، تو جس مال کے بظاہر تم وارث بنائے گئے ہو اس میں بخل کیوں کرتے ہو؟ ارشاد فرمایا: (اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ) [مریم: ٤٠] ”بیشک ہم، ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔“ اور فرمایا: (وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) [الحدید: ١٠] ”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔“

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہر روز فرشتے نازل

۱۔ [مسند أحمد: ۱/۳۷۷، ح: ۳۵۷٦۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورہ آل عمران: ۳۰۱۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی، باب قولہ تعالیٰ: (سیطوقون ما بخلوا بہ): ۱۱۰۸٤]

۲۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ: ۹۸۸]

ہو کر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور اے اللہ خرچ نہ کرنے والے کے مال کو ضائع کر دے۔ (۱)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہ کثرت مرتبہ یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے: اے اللہ! میں پریشانی، غم، عاجز ہونے، سستی، بخل، بزدلی، قرض کی زیادتی، اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (۲)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بخیل اور صدقہ کرنے والے کی ایک مثال بیان فرمائی، ان کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے، جنہوں نے لوہے کی دو زرہیں پہنی ہوئی ہیں جو ان کی چھاتیوں سے ہنسلیوں اور ان کے ہاتھوں تک ہیں، جب صدقہ کرنے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اس سے ڈھیلی ہو جاتی ہے حتی کہ اس کی انگلیوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کا نشان مٹ جاتا ہے اور جب بخیل کسی چیز کے صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ تنگ ہو جاتا ہے۔ (۳)

سخی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے پوری زرہ پہنی اور وہ اس کے جسم پر پھیلتی رہی حتی کہ اس نے پورے بدن کو چھپا لیا، اور زرہ نے اس کو محفوظ کر لیا اور بخیل کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے دونوں ہاتھ طوق بنے ہوئے ہیں جو اس کے سینہ کے سامنے ابھرے ہوئے ہیں جب وہ زرہ پہننے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ درمیان میں حائل ہو جاتے ہیں اور اس زرہ کو بدن پھیلنے نہیں دیتے اور وہ اس کی گردن میں

۱۔ (صحیح البخاری ج۱ ص ۴۴۳، رقم الحدیث ۱۴۴۲، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۲ھ)

۲۔ (صحیح البخاری ج۳ ص ۳۰۵، رقم الحدیث ۲۸۹۳، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۲ھ)

۳۔ (صحیح البخاری ج۷ ص ۴۷، رقم الحدیث ۵۷۹۷، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۲ھ)

اکٹھی ہوکر اس کی ہنسلیوں سے چمٹ جاتی ہے اور اس کے لیے وبال جان اور بوجھ بن جاتی ہے' اور اس کے بدن کی حفاظت نہیں کرتی۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمہ اللہ متوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تنگ دلی کرنے سے بچو' کیونکہ تم سے پہلے لوگ تنگ دلی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے' اس تنگ دلی نے ان کو بخل کا حکم دیا تو انھوں نے بخل کیا اور اس نے ان کو قطع تعلق کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے قطع تعلق کیا اور اس نے ان کو جھوٹ بولنے کا حکم دیا تو انھوں نے جھوٹ بولا۔

میں نے الشح کا ترجمہ تنگ دلی کیا ہے کیونکہ حافظ منذری متوفی ٦٥٦ھ نے لکھا ہے کہ شح منع کرنے میں بخل سے زیادہ بلیغ ہے' شح بہ منزل جنس ہے اور بخل بہ منزلہ نوع ہے شح انسان کی طبیعت اور جبلت کی طرف سے وصف لازم کی طرح ہے اور بعض نے کہا کہ بخل صرف مال میں ہوتا ہے اور شح مال اور نیکی دونوں میں ہوتا ہے۔ (١)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے پاس صرف وہی مال ہے جو زبیر نے اپنے گھر میں رکھا ہے کیا میں اس میں سے دیا کروں؟ آپ نے فرمایا دیا کرو اور تھیلی کا منہ باندھ کر نہ رکھو ورنہ تم بھی بندش کر دی جائے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے مساکین یا صدقہ کو گننے کا ذکر کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دیا کرو اور گنا نہ کرو ورنہ تم کو بھی گن کر دیا جائے گا۔ (٢)

١۔ (مختصر سنن ابوداؤد ج ٢ ص ٢٦٣ 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

٢۔ (سنن ابوداؤد ج ٢ ص ١٣٧ 'رقم الحدیث: ١٧٠٠ '١٦٩٩ '١٦٩٨ 'مطبوعہ دار الجیل بیروت ١٤١٣ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں۔ بخل اور بد خلقی' حضرت ابوبکر صدیقؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا دھوکا دینے والا' احسان جتلانے والا اور بخیل جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تمہارے اچھے لوگ تمہارے حاکم ہوں اور تمہارے مال دار سخی ہوں' اور تمہارے باہمی امور مشاورت سے ہوں تو زمین کے اوپر رہنا تمہارے لیے زمین کے نیچے دفن ہونے سے بہتر ہے' اور جب تمہارے بدترین لوگ تمہارے حاکم ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے امور تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے نیچے دفن ہونا تمہارے لیے زمین کے اوپر رہنے سے بہتر ہے۔ (۲)

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو' عرض کیا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' بخل کرنا (اور روایت میں سحر ہے) ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا' پاک دامن' مومن بھولی بھالی عورتوں کو تہمت لگانا۔ (۳)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: وہ شخص مومن

۱۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ٣٤٣' رقم الحدیث: ١٩٦٣۔١٩٦٢' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
۲۔الجامع الصحیح ج ٤ ص ٥٢٩' رقم الحدیث: ٢٢٦٦' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
۳۔(سنن نسائی ج ٢ ص ١٣٤' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

(کامل) نہیں ہے جو سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوک سے کروٹیں بدل رہا ہو۔[1]

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ
اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ
وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿١٨١﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ
وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٨٢﴾﴾

بیشک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں، ہم ان کا یہ قول (ان کے نامہ اعمال میں) لکھ لیں گے اور ان (کے اسلاف) کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا (بھی ان کے اسلاف کے نامہ اعمال میں پہلے سے درج ہے) اور (قیامت کے دن) ہم کہیں گے کہ اب آگ کا عذاب چکھو۔(۱۸۱) یہ تمہارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے اور بلاشبہ اللہ بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے۔(۱۸۲)

ربط آیت:

ابتداء سورت کا بڑا حصہ اہل کتاب (یہود و نصاری) سے متعلق تھا اور درمیان میں خاص خاص مناسبات

۱۔(مستدرک ج ٤ ص ١٦٨، مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ)

کے بنا پر غزوہ احد کی تفصیلات کا بیان ہوا اب اخیر سورت میں پھر اہل کتاب کی کچھ شنائع اور قبائح کو بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ اہل کتاب میں یہود کا معاملہ سخت تھا اور یہ گروہ مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا اور منافقین بھی اکثر انہی میں کے تھے اس لیے یہود کی گستاخیوں کو خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔

شان نزول: (آیت) "لقد سمع اللہ"

ابن اسحاق ؒ اور ابن ابی حاتم ؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے یہودیوں کو فخاص نامی ایک شخص کے پاس جمع پایا وہ شخص کہنے لگا اے ابوبکرؓ ہمیں اللہ کی طرف کسی قسم کی احتیاج نہیں وہ ہمارا محتاج ہے اور اگر وہ غنی ہوتا تو وہ ہم سے کیوں قرض لیتا، جیسا کہ تمہارا صاحب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتا ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ غصہ میں آگئے اور اس یہودی کے مونہہ پر ایک چانٹا مارا، فخاص رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آیا، کہنے لگا دیکھیے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھی نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس نے بہت بری بات کہی یہ کہتا ہے کہ العیاذ باللہ تعالیٰ مفلس ہے اور یہ لوگ مال دار ہیں، فخاص اپنے قول سے پھر گیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی بیشک اللہ تعالیٰ نے ان گستاخ لوگوں کا قول سن لیا ہے۔

نیز ابن ابی حاتم ؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی (آیت) "من ذالذی یقرض اللہ"۔ (الخ) تو یہود حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارا رب العیاذ باللہ محتاج ہے اپنے بندوں سے مانگتا ہے، اس پر اللہ

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [1]

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بیت المدارس گئے آپ نے دیکھا وہاں بہت سے یہودی فخاص کے گرد جمع تھے۔ یہ شخص یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا' حضرت ابوبکر ؓ نے فخاص سے کہا اے فخاص! تم پر افسوس ہے، تم اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرلو' تم کو معلوم ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں' وہ اللہ کے پاس سے وہ دین برحق لے کر آئے ہیں جس کو تم تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو' فخاص نے کہا بہ خدا اے ابوبکر ؓ ہمیں اللہ کی کوئی حاجت نہیں ہے' بلکہ اللہ ہمارا محتاج (فقیر) ہے' ہمیں اس سے فریاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ ہم سے فریاد کرتا ہے اور ہم اس سے مستغنی (غنی) ہیں' اگر اللہ ہم سے مستغنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا جیسا کہ تمہارے پیغمبر کہتے ہیں' وہ ہم کو ربا (سود) سے منع کرتا ہے اور خود ہم کو سود (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر زیادہ اجر) دیتا ہے' اگر اللہ غنی ہوتا تو ہم کو سود نہ دیتا' حضرت ابوبکر ؓ یہ سن کر غضبناک ہوئے اور فخاص کے منہ پر زور سے ایک تھپڑ مارا اور فرمایا بہ خدا اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا' فخاص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا اور حضرت ابوبکر ؓ کی شکایت کی' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابوبکر ؓ سے پوچھا تم نے اس کو تھپڑ کیوں مارا تھا؟ حضرت ابوبکر ؓ نے بتایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی اور کہا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' اس وجہ سے میں نے غضبناک ہو کر اس کو تھپڑ مارا فخاص نے اس کا انکار کیا اور کہا میں نے یہ نہیں کہا تھا تب اللہ تعالیٰ نے فخاص کے رد اور

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بیشک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ ①

ابن جریر وابن المنذرؒ نے حضرت عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابوبکرؓ کو فنحاص یہودی کے پاس بھیجا تاکہ اس سے مدد طلب کرے اور اس کی طرف آپ نے خط میں لکھا اور ابوبکرؓ سے یہ بھی فرمایا یہاں تک کہ تو میری طرف لوٹ آئے جب فنحاص نے خط پڑھا تو کہنے لگا کہ تمہارا رب محتاج ہو گیا ہے (نعوذ باللہ) حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں پھر مجھے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان یاد آ گیا کہ معاملہ میں جلدی نہ کرنا اس پر یہ آیت نازل ہوئیں لفظ آیت "لقد سمع اللہ قول الذین قالوا" اور "ولتسمعن من الذین اوتوا الکتب من قبلکم" اور یہ یہودی بنی قینقاع کے ساتھ معاملہ ہوا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کی تصدیق معراج کا صلہ

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیرؒ متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتمؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے (الی قولہ) صبح کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا وہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور کہا اے ابوبکرؓ! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گزشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس آ گئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ١٢٩، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ١٤٠٩ھ)

ہوں آپ آسمانوں سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اسی دن سے حضرت ابوبکرؓ کا نام صدیق پڑ گیا۔ (۱)

جب تمام مشرکین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سفر معراج کا انکار کر رہے تھے تو سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اس کی تصدیق کی تھی اور جب فخاص اللہ تعالیٰ کو فقیر کہہ کر منکر ہو گیا اور سب یہودی حضرت ابوبکرؓ کی تکذیب کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کی تصدیق کی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جو حضرت ابوبکرؓ نے تصدیق کی تھی اس کا بدلہ اتار دیا!۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہودی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے جب یہ آیت "من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا" اللہ تعالیٰ نے اتاری تو کہنے لگے اے محمد! کیا ہمارا رب (نعوذ باللہ) فقیر ہو گیا کہ اپنے بندوں سے قرضہ مانگتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری "لقد سمع اللہ قول الذین قالوا"۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے "لقد سمع اللہ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ یہ آیت حیی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی تو کہنے لگا کہ ہمارا رب ہم سے قرضہ مانگتا ہے بلاشبہ فقیر، غنی سے قرضہ مانگا کرتا ہے۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ سے روایت کیا ہے کہ علاء بن بدرؒ سے اس آیت "وقتلھم الانبیاء بغیر حق" کے بارے میں پوچھا کہ ان (موجودہ) یہودیوں نے اس زمانہ کو نہیں پایا (یعنی انھوں نے تو انبیاء کو قتل نہیں کیا) تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے قتل کرنے

۱۔ (تفسیر ابن کثیر ج ٤، ص ٢٤٨، مطبوعہ ادارہ اندلس، بیروت، ١٣٨٥ھ)

والوں سے محبت کرتے ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے لفظ آیت "ونقول ذوقوا عذاب الحریق" کے بارے میں روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان اللہ لیس بظلام للعبید" سے مراد ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں اس شخص کو عذاب دینے والا نہیں ہوں جو جرم نہ کرے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ ﴾

جنھوں نے کہا بیشک اللہ نے ہم سے اقرار لیا ہے کہ ہم کسی رسول کی بات کا یقین نہ کریں، یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے جسے آگ کھا جائے، کہہ دے بیشک مجھ سے پہلے کئی رسول تمہارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ چیز لے کر بھی جو تم نے کہی ہے، پھر تم نے انھیں کیوں قتل کیا، اگر تم سچے تھے۔ (۱۸۳)

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس پر بھی اگر وہ تمہیں جھٹلائے چلے جائیں تو (یہ کوئی ایسی

بات نہیں) بہت پیغمبر تجھ سے پہلے جھٹلائے جا چکے ہیں جو لائے تھے کھلی نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب۔ (۱۸۴)

شان نزول

الکلبیؒ کا قول ہے کہ میں کعب بن اشرف، مالک الضیف، وہب بن یہوذا، زید بن تابوہ، فنحاص بن عازورا اور حی بن اخطب کے ہاں فروکش ہوا یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے انھوں نے آپ سے کہا کہ آپ کا خیال ہے کہ اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ پر کتاب نازل کی ہے ہم سے اللہ نے توراۃ میں یہ عہد کیا ہے کہ ہم تب تک کسی ایسے رسول پر ایمان نہ لائیں جو یہ خیال کرے کہ وہ اللہ کی طرف سے آیا ہے تاوقتیکہ وہ ایسی قربانی کرے جسے آگ کھا لے اگر آپ ہمیں ایسی قربانی کر کے دکھا دیں تو ہم آپ کی تصدیق کریں گے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ ۱

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوریؒ متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں

عطاؒ بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل اللہ کے لیے جانور ذبح کرتے اور اس میں سے عمدہ گوشت نکال کر گھر کے وسط میں رکھ دیتے' گھر کی چھت کھلی ہوئی ہوتی تھی، پھر ان کے نبی کریم کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کرتے اور بنو اسرائیل گھر کے گرد کھڑے ہوتے تھے' پھر آسمان سے بغیر دھوئیں کے صاف آگ اترتی اور اس قربانی کو کھا جاتی تھی۔ ۲

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ اسباب نزول قرآن

۲۔ (الوسیط ج۱ ص ۵۲۹ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ (پچھلی امتوں میں) ایک شخص صدقہ کرتا تھا اگر وہ صدقہ قبول ہو جاتا تو آسمان سے آگ اتر کر اس کو کھا جاتی تھی۔ ١

حافظ جلال الدین سیوطی ؒ متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر ؒ نے ابن جریر ؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے پہلی امتوں میں کوئی شخص قربانی سے تقرب حاصل کرتا تو لوگ نکل کر دیکھتے کہ اس کی قربانی قبول ہوئی ہے یا نہیں اگر اس کی قربانی قبول ہوتی تو آسمان سے ایک سفید آگ آکر اس کو کھا لیتی، اگر اس کی قربانی قبول نہ ہوتی تو آگ آکر نہیں کھاتی تھی۔

حافظ جلال الدین ؒ نے ابن ابی حاتم ؒ سے روایت کیا ہے کہ پچھلی امتوں میں رسول دلائل لے کر آتے اور ان کی نبوت کی علامت یہ تھی کہ وہ گائے کے گوشت کو اپنے ہاتھ پر رکھتے پر آسمان سے آگ آکر اس کو کھا لیتی۔ ٢

پچھلی امتوں پر مال غنیمت کا کھانا بھی حلال نہیں تھا اور آسمانی آگ آکر غنیمت کو کھا جاتی تھی البتہ اگر کوئی شخص خیانت کر کے مال غنیمت سے کوئی چیز نکال لیتا تو پھر آسمانی آگ نہیں آتی تھی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا انبیاء سابقین میں سے کسی نبی نے جہاد کیا اور اپنی امت سے فرمایا جس شخص نے نکاح کیا ہو اور وہ اپنی بیوی سے عمل ازواج کرنا چاہتا ہو، جب کہ ابھی تک اس نے یہ عمل نہ کیا ہو اور جس نے گھر بنایا ہو اور ابھی اس کی چھت نہ ڈالی ہو، اور جس شخص نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچوں کی پیدائش کا انتظار کر رہا

١

٢۔(الدرالمنثور ج٢ ص ٤٠٥، مطبوعہ ایران)

ہو' یہ سب لوگ ہمارے ساتھ نہ جائیں' اس نبی نے عصر کی نماز یا اس کے قریب وقت تک جہاد کیا' پھر اس نے سورج سے کہا تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں' اے اللہ! اس کو ہم پر روک دے' حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو فتح عطا فرمائی' پھر تمام مال غنیمت جمع کیا گیا' آگ آئی اور اس نے مال کو نہیں کھایا اس نبی نے فرمایا تم میں کوئی خیانت کرنے والا ہے' ہر قبیلہ کا ایک شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرے' ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا' انھوں نے کہا تم میں کوئی شخص خیانت کرنے والا ہے' تمہارے قبیلے کا ہر شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرے' پھر اس قبیلہ کے دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا' انھوں نے فرمایا تم میں خیانت ہے' تب وہ سونے کی بنی ہوئی گائے کا سر لائے' انھوں نے مال غنیمت میں سونے کا وہ سر رکھا آگ نے اس کو کھالیا پھر اللہ نے ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا' اللہ نے ہمارے ضعف اور عجز کو دیکھ کر اس کو حلال کیا۔ (۱)

امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم سے پہلے بنو آدم میں سے کسی کے لیے مال غنیمت حلال نہیں ہوا' آسمان سے ایک آگ آکر اس کو کھالیتی تھی۔ (۲)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

وہب بن منبہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے رب! میں نے تورات میں یہ دیکھا ہے کہ ایک امت اپنے صدقات کو خود کھائے گی اور ان سے پہلے جب کوئی اپنا صدقہ نکالتا تھا تو اللہ تعالیٰ ایک آگ بھیجتا تھا وہ اس کو کھالیتی تھی' اگر وہ صدقہ قبول نہیں ہوتا تھا تو

۱۔ (صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۸۲' رقم الحدیث، ۳۱۲۴ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۳۶۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

۲۔ (صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۷۲' رقم الحدیث، ۳۰۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن کبری للنسائی ج ۵ ص ۳۵۲ طبع بیروت)

وہ آگ اس کے قریب نہیں جاتی تھی، اے اللہ اس امت کو میری امت بنا دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ امت احمد ہے۔ [۱]

توراۃ میں لکھا ہے:

اور خداوند کے حضور سے آگ نکلی اور سوختنی قربانی اور چربی کو مذبح کے اوپر بھسم کر دیا۔ [۲]

ابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار" سے مراد ہے کہ ایک آدمی ہم میں سے صدقہ کرتا تھا اور وہ جب قبول ہوتا تھا تو اس پر آسمان سے آگ اترتی تھی جو اس کو کھا لیتی تھی۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے پہلی امتوں میں سے جب کوئی قربانی پیش کرتا تھا تو لوگ باہر نکل آتے تھے اور دیکھتے تھے کہ قربانی قبول ہوتی ہے یا نہیں اگر وہ قبول ہوتی تو آگ نہ ہوتی تو لوگ پہچان لیتے کہ اس کی قربانی قبول نہیں جب اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا تو ان سے اہل کتاب نے قربانی لانے کا سوال کیا (تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا) لفظ آیت "قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینت وبالذی قلتم" یعنی مجھ سے پہلے تمہارے پاس آئے دلائل لے کر اور اس چیز کو لے کر آئے جو تم نے کہا قربانی "فلم قتلتموہم" پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا) یعنی ان کو عار دلائی ان کے کفر کی وجہ سے۔

ابن المنذر ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے لفظ آیت "الذین قالوا ان اللہ عہد" کے بارے میں روایت کیا

۱۔(دلائل النبوۃ ج۱ ص۳۷۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، مختصر تاریخ دمشق ج۲ ص۴٤ مطبوعہ دارالفکر، البدایہ والنہایہ ج٦ ص٦٢ مطبوعہ دارالفکر، بیروت الوفا لابن الجوزی ج۱ ص۳۹، طبع فیصل آباد پاکستان، دلائل النبوۃ لابی نعیم ج۱ ص٦٨، سبل الھدی والرشاد ج۱۰ ص۳٦٦)

۲۔(احبار: باب۹، آیت:۲٤، توراۃ ص۱۰۲، مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

ہے کہ وہ یہودی تھے جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا اگر تو ہمارے پاس قربانی کو لے آئے جس کو آگ کھالے تو پھر ہم تیری تصدیق کریں گے ورنہ تو نبی نہیں ہے۔

عبد بن حمید و ابن ابی حاتمؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کسی آدمی کے خون میں شریک ہوجاتا ہے جبکہ اس انسان کو اس کی پیدائش سے پہلے ہی قتل کیا گیا ہوتا ہے پھر شعبیؒ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت " قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینت وبالذی قلتم فلم قتلتموھم " اس زمانہ کے لوگوں کو ان کا قاتل قرار دیا گیا جبکہ سات سو سال پہلے ان کو قتل کردیا گیا تھا ان کی پیدائش سے پہلے لیکن ان لوگوں نے کہا یہ لوگ حق اور سنت پر قتل کئے گئے تھے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے لفظ آیت " قالوا ان اللہ عھد الینا " کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔

ہر نبیؑ کو معجزہ دیا گیا

ابن ابی حاتمؒ نے العلاء بن بدرؒ سے روایت کیا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) معجزات لے کر آئے تھے اور بعض رسولوں کی نبوت کی نشانی یہ تھی کہ ان میں کا ایک آدمی گائے کے گوشت کو اپنے ہاتھ پر رکھ لیتا تھا آسمان سے ایک آگ آکر اس کو کھا جاتی تھی اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت " قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینت وبالذی قلتم "۔

یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب

یہود کا یہ کہنا کہ سچے نبی کی صرف یہ علامت ہے کہ اس کی پیش کی ہوئی قربانی کو آسمانی آگ کھا جائے، صحیح

نہیں ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی نبوت کے ثبوت میں ید بیضا اور اژدھے کا معجزہ پیش کیا تھا' نیز قربانی کو آسمانی آگ کا کھا جانا اس لیے نبوت پر دلیل ہے کہ وہ ایک امر خلاف عادت ہے اور معجزہ ہے سو جو امر خلاف عادت پیش کیے تو ان پر اس کی تصدیق کرنا واجب ہے' نیز اس سے پہلے بہت سے نبیوں نے ان کا مطلوبہ معجزہ بھی پیش کیا تھا اور ان کی قربانی کو آسمانی آگ کھا گئی تھی۔اس کے باوجود یہود ان پر ایمان نہیں لائے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہود کا رد کرتے ہوئے فرمایا: آپ کہئے کہ مجھ سے پہلے تمہارے پاس کئی رسول بہت سی واضح نشانیاں لے کر اور تمہاری کہی ہوئی نشانی (بھی) لے کر آئے اگر تم سچے ہو تو تم ان کو پھر کیوں قتل کرتے تھے۔

پھر فرمایا (فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ) اس میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے رسولوں کی تکذیب کی گئی ہے۔وہ حضرات کھلے کھلے معجزات لے کر آئے ان کے پاس اللہ کے عطا فرمودہ صحیفے تھے اور خوب اچھی طرح واضح کر کے بیان کرنے والی کتاب تھی۔اس سب کے باوجود جنہیں ایمان نہ لانا تھا وہ ایمان نہ لائے اور رسولوں کی تکذیب کرتے رہے اگر آپ کی تکذیب کی جائے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ان حضرات نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔

ابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے "فان کذبوک" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہودی ہیں کہ انھوں نے جھوٹ بولا۔

ابن ابی حاتم ؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فقد کذب رسل من قبلک" سے مراد ہے کہ وہ

اپنے نبی کو اذیت دیتا تھا۔

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اور وہ اپنے اساتذہ سے روایت کرتے ہیں کہ" بالبینت " سے مراد ہے حلال اور حرام" والزبر" سے انبیاء کی کتابیں مراد ہیں اور" والکتب المنیر " سے قرآن مراد ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے" والزبر والکتب المنیر " سے مراد ہے ایک چیز کو کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے حالانکہ وہ ایک ہوتی ہے۔

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾ ﴾

ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ پھر جس کسی کو دوزخ سے دور ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا، اور یہ دنیوی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔

بخیلوں کا حال اور ان کا کفر بیان کرنے کے بعد یہاں بتایا کہ دنیا کے جس مال و متاع کے جمع کرنے کے لیے انسان بخل کرتا ہے یہ سب فانی اور نہ باقی رہنے والی چیز ہے اور آخرت کی زندگی ہی باقی اور ابدی ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ آخرت کی فکر کرے اور اس میں کامیابی کے لیے کوشاں رہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ: اللہ تعالیٰ اس مقام پر ایک ایسی خبر دے رہا ہے جو تمام مخلوقات کے لیے ہے اور وہ یہ کہ ہر جاندار نے ایک نہ ایک دن موت کے ذائقے کو چکھنا ہے، ارشاد فرمایا: (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ)[الرحمن:٢٦، ٢٧] "ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔"

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ: کامیابی درحقیقت جنت میں داخل ہونا ہے، ارشاد فرمایا: (اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ)[البروج:١١] "بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" اور فرمایا: (وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا)[الاحزاب:٧١] "اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔"

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ: یہ دنیا کی تحقیر و تصغیر ہے کہ یہ گھٹیا اور فانی ہے اور قلیل اور زوال پذیر ہو جانے والی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ)[العنکبوت:٦٤] "اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بیشک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔"

اور فرمایا: (يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ كَبِيۡرٌ)[فاطر: ۵ تا ۷] ”اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور دنیا میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: (فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ)۔ [۱]

سیدنا مستورد بن شدادؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبوئے تو وہ دیکھے کہ اس کی انگلی کے ساتھ سمندر کے پانی میں کس قدر کمی آئی ہے۔“ [۲]

امام احمد بن حنبل متوفیٰ ۲٤۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی راہ میں صبح یا شام کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کے کوڑے جتنی جگہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔ [۳]

۱۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورہ آل عمران: ۳۰۱۳۔ مستدرک حاکم: ۲/ ۲۹۹، ح: ۳۱۷۰]

۲۔[مسلم، کتاب الجنة ونعیمها، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة: ۲۸۵۸]

۳۔(کتاب الزھد ص ۲۹۔ ۲۷ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱٤۱٤ھ)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود بھی دوزخ سے پناہ اور جنت کے حصول کی دعا کی ہے:

امام احمد بن شعیب نسائیؒ متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک مرتبہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ نماز پڑھی آپ جب عذاب کی آیت پڑھتے تو ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے اور جب بھی رحمت کی آیت پڑھتے تو ٹھہر کر اس کی دعا کرتے۔ (۱)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ دعا ہوتی تھی: اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رحمت کے موجبات اور مغفرت کے موکدات کا سوال کرتے ہیں اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کا اور ہر نیکی کے حصول کا اور جنت کی کامیابی کا، اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات کا، یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (۲)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ کے وسیلہ سے صرف جنت کا سوال کیا جائے۔ (۳)

۱۔(سنن نسائی ج۱ ص۱۵۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی) امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ نے اس حدیث کو حضرت عون بن مالک اشجعی سے اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ (رض) سے روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج۱ ص۲۲۹، رقم الحدیث ۸۷۳، مطبوعہ دار الجیل بیروت، مسند احمد ج۶ ص۱۱۹، مطبوعہ بیروت)

۲۔(علامہ ذہبی نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے) (المستدرک ج۱ ص۵۲۵، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

۳۔(سنن ابوداؤد ج۲ ص۱۳۱، رقم الحدیث ۱۶۷۱، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ۱۴۱۲ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ میں سستی' بڑھاپے' قرض اور گناہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب' دوزخ کے فتنہ' قبر کے فتنہ' قبر کے عذاب' مال کے شر کے فتنہ' فقر کے شر کے فتنہ اور مسیح دجال کے شر کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ میری (بہ ظاہر) خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے' اے اللہ! میری (بظاہر) خطاؤں سے میرے دل کو اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صفا کر دیا جاتا ہے' اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کر دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے۔ (۱)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں اس دعا کی قرآن کی سورت کی طرح تعلیم دیتے تھے: اے اللہ! میں عذاب جہنم سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (۲)

علامہ شہاب الدین احمد بن ابوبکر بوصیری رحمہ اللہ متوفی ۸۴۰ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اصل صحیح بخاری

۱۔ (صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۰۷' ۶۳۷۵' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۷۸' رقم الحدیث ۲۷۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' الجامع الصحیح ج ۵ ص ۵۲۵' رقم الحدیث ۳۴۹۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' سنن نسائی ج ۲ ص ۳۱۵' مطبوعہ نور محمد کراچی' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۷' ۵۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

۲۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۲۶۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور صحیح مسلم کی حدیث عائشہ میں ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (۱)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ سے تین بار جنت کا سوال کیا جنت کہتی ہے اے اللہ! اس کو جنت میں داخل کردے اور جس نے تین بار جہنم سے پناہ طلب کی جہنم کہتی ہے اے اللہ اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ۔ (۲)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ (۳)

امام ابویعلی احمد بن علی موصلی ؒ متوفی ۳۰۷ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک اعرابی آیا آپ نے اس کو عزت بخشی، وہ آپ کے بلانے پر آیا تھا، آپ نے اس سے فرمایا تم اپنی حاجت کا سوال کرو، اس نے کہا ہمیں ایک اونٹنی دیجئے تاکہ ہم اس پر سوار ہوں اور ہمارے گھر والے اس کا دودھ دوہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا تم بنواسرائیل کی بڑھیا کی مثل ہونے سے بھی عاجز ہو، صحابہ کرام ؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! بنواسرائیل کی بڑھیا کیسی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب

۱۔(زوائد ابن ماجہ ص ۴۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

۲۔(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۷۰۰، رقم الحدیث ۲۵۷۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۵۲، رقم الحدیث ۴۳۴۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، المستدرک ج ۱ ص ۵۳۵، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

۳۔(الجامع الصحیح ج ۴ ص ۶۷۵، رقم الحدیث ۲۵۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۱۵۲-۱۵۱، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۱، مطبوعہ بیروت، تاریخ کبیر للبخاری ج ۴ ص ۱۴۶، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۳)

حضرت موسیٰ ؑ بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو راستہ بھول گئے حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا اس کا کیا سبب ہے؟ تو علماء بنو اسرائیل نے کہا جب حضرت یوسف (علیہ السلام) کی موت کا وقت آیا تو انھوں نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم اس وقت تک مصر سے نہ نکلیں جب تک کہ ان کی نعش کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں' حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا ان کی قبر کا کس کو علم ہے؟ تو انھوں نے کہا بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا کو اس کا علم ہے' اس کو بلایا گیا وہ آئی تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا ہماری حضرت یوسف (علیہ السلام) کی قبر کی طرف رہنمائی کرو' اس بڑھیا نے کہا جب تک تم میری ایک بات نہیں مانو گے میں نہیں بتاؤں گی' پوچھا تمہاری بات کیا ہے؟ اس نے کہا میں جنت میں تمہارے ساتھ رہوں' حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پریشان ہوئے' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اس کو یہ مرتبہ دے دیں' تب وہ ان کو ایک ایسی جگہ لے گئے جو سمندر کے پانی میں ڈوبی ہوئی تھی' اس بڑھیا نے کہا اس جگہ کو پانی سے خالی کرو' سو اس جگہ کو خالی کیا گیا' بڑھیا نے کہا اس جگہ کھدائی کرو' پھر انھوں نے وہاں سے حضرت یوسف (علیہ السلام) کی نعش کو نکالا' جب انھوں نے ان کی نعش کو اوپر اٹھایا تو ان پر گم شدہ راستہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ (اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ کے رسول جنت عطا کرتے ہیں اور ان سے جنت کا سوال کرنا جائز ہے)۔[1]

۱۔ مسند ابو یعلی ج ٦ ص ٣٩٢،٣٩١' رقم الحدیث ٧٢١٨' مطبوعہ موسسہ علوم القرآن بیروت' حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام ابو یعلی کی اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٧١' ناصر البانی نے بھی یہی لکھا ہے' سلسلۃ الصحیحہ رقم: ٣١٢ حاکم نیشاپوری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور حافظ ذہبی نے اس کی تائید کی ہے' المستدرک ج ٢ ص ٥٧٢' ٥٧١' ٤٠٥' ٤٠٤' امام ابن حبان نے بھی اس کو روایت کیا ہے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ٢ ص ٧١' موارد الظمان ص ٦٠٣' حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس کو درج کیا ہے' المطالب العالیہ ج ٣ ص ٢٧٤' امام طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے المعجم الاوسط ج ٨ ص ٢٦٩۔٢٦٨' مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (آل عمران: ۱۸۵)

دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنے کے متعلق آیات:

(آیت) "انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما وفی الاخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور، (الحدید: ۲۰)

ترجمہ: یقین کرو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے' اور عارضی زینت اور ایک دوسرے پر فخر و برتری ہے اور مال اور اولاد میں زیادتی طلب کرنا ہے' اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جس سے پیداوار کسانوں کو اچھی لگتی ہے پھر وہ (پیداوار) خشک ہو جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں (نافرمانوں کے لیے) سخت عذاب ہے اور (فرمان برداروں کے لیے) اللہ کی مغفرت ہے' اور (اس کی) خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

(آیت) "زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن الماب،۔ (آل عمران: ۱۴)

ترجمہ: لوگوں کے لیے عورتوں سے خواہشات کی اور بیٹوں کی اور سونے اور چاندی کے خزانوں کی اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتی باڑی کی محبت خوش نما بنادی گئی ہے یہ دنیا کی زندگی کا (عارضی) سامان ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

(آیت) "من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون۔ اولئک الذین لیس فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وبطل ما کانوا یعملون"۔ (ھود: ۱۶-۱۵)

ترجمہ: جو لوگ (صرف) دنیا اور اس کی زینت کے طالب ہیں ہم انھیں دنیا میں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے اور اس میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں، اور دنیا میں انھوں نے جو کام کیے وہ ضائع ہو گئے اور انھوں نے جو عمل کیے وہ رائیگاں چلے گئے۔

دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں سے بے رغبتی پیدا کرنے کے متعلق احادیث:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا تم دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر ہو یا سڑک پار کرنے والے اور حضرت ابن عمرؓ یہ کہتے تھے کہ جب شام ہو تو تم صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح ہو تو تم شام کا انتظار نہ کرو (یعنی مسلسل نیک عمل کرتے رہو) اور اپنی صحت کے ایام میں بیمار کے لیے عمل کرلو، اور زندگی میں موت کے لیے عمل کرلو۔ (۱)

حضرت علیؓ نے فرمایا دنیا سفر کرتی ہوئی جا رہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں تو تم ابن الآخرت بنو الدنیا نہ بنو، کیونکہ آج عمل کا موقع ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں ہوگا۔ (۲)

عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے اور شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی پھر آپ منبر کی طرف گئے اور فرمایا میں تمہارا پیش رو ہوں، اور میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا، اور خدا کی قسم! بیشک میں اب بھی ضرور اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں، اور بیشک

۱۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ٦٤١٦)

۲۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ٦٤١٦)

مجھے روئے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم بیشک مجھے تمہارے متعلق ہرگز یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم سب میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے' لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (۱)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کو تلاش کرے گا' اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی' اور توبہ کرنے والے کی توبہ کو اللہ قبول فرماتا ہے۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کون اپنے اس مال کا وارث ہے جو اس کو اپنے مال میں بہت پسند ہو' صحابہؓ نے کہا ہم میں سے ہر شخص اپنے مال کو بہت پسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے پہلے بھیج دیا اور جو اس نے بچا کر رکھا ہے وہ اس کے وارث کا مال ہے۔ (۳)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سامان کی کثرت غنی نہیں ہے غنی نفس کا استغناء ہے۔ (۴)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خوان پر نہیں کھایا حتی

۱۔(صحیح بخاری رقم الحدیث:٦٤٢٦)
۲۔(صحیح بخاری رقم الحدیث:٦٤٣٦)
۳۔(صحیح بخاری رقم الحدیث:٦٤٤٢)
۴۔(صحیح بخاری رقم الحدیث:٦٤٤٦)

کہ آپ کا وصال ہو گیا اور آپ نے پتلی چپاتی نہیں کھائی حتی کہ آپ فوت ہو گئے۔ (۱)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آل نے جس دن بھی دو قسم کے طعام کھائے تو ان میں ایک قسم کھجور تھی۔ (۲)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بستر ایک چمڑا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (۳)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم پر ایسا مہینہ آتا تھا کہ پورے مہینہ آگ نہیں جلتی تھی، ہم صرف کھجور کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے الا یہ کہ کبھی گوشت آجاتا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعا کی اے اللہ! آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا رزق دے جس سے رشتہ حیات برقرار رہ سکے۔ (۴)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ آئے آپ کی آل نے تین دن مسلسل گندم نہیں کھایا حتی کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ (۵)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کبھی ایک دن میں دو مرتبہ روٹی اور

۱۔(صحیح بخاری رقم الحدیث: ٦٤٥٠)
۲۔(صحیح بخاری رقم الحدیث: ٦٤٥٥)
۳۔(صحیح بخاری رقم الحدیث: ٦٤٥٦)
۴۔(صحیح بخاری رقم الحدیث: ٦٤٦٠)(صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۳۲۔۲۱۸ "ملتقطا" مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)
۵۔(صحیح مسلم رقم الحدیث: ٦٤٧٠)

زیتوں کا تیل پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ (۱)

حضرت عتبہ بن غزوانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ساتواں شخص تھا اور ہمارا طعام درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ (۲)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک بازار سے گزرے تو لوگوں نے آپ کو گھیر لیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوٹے کانوں والے ایک مردہ بکری کے بچے کے پاس سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا تم میں سے کون شخص اس کو ایک درہم کے بدلہ میں خریدنا پسند کرتا ہے لوگوں نے کہا ہم اس کو کسی چیز کے بدلہ میں خریدنا پسند نہیں کرتے' ہم اس کا کیا کریں گے! آپ نے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے؟ لوگوں نے کہا بہ خدا اگر یہ زندہ ہوتا پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کے کان چھوٹے ہیں اور اب تو یہ مردہ ہے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہ خدا اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی کم تر ہے۔ (۳)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو لوٹ آتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے' اس کے ساتھ اس کے گھر والے' اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے اس کا اہل اور اس کا مال لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل رہ جاتا ہے۔ (۴)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی

۱۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:٦٤٧٤)

۲۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:٦٤٦٧)

۳۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:٢٩٥٧)

۴۔ (صحیح مسلم الحدیث:٢٩٦٠)

شخص کسی کو مالی اور جسمانی حالت میں افضل دیکھے تو فوراً اس شخص کو دیکھے جو اس سے کمتر ہو اور جس سے یہ افضل ہو۔ ①

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ابن آدم ان تین چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں حق میں نہیں ہے، اس کے رہنے کے لیے گھر ہو، اس کا ستر ڈھانپنے کے لیے لباس ہو، روٹی کا ٹکڑا اور پانی ہو۔ ②

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک دنیا ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ ③

حضرت ابوبکرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کونسا شخص سب سے اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں، اس نے کہا کونسا شخص سب سے برا ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل برے ہوں۔ ④

حضرت ابوطلحہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بھوک کی شکایت کی

۱۔(رقم الحدیث:۲۹۶۳)(صحیح مسلم ج ٤ ص ۲۲۸۳۔۲۲۷۳، ملتقطا مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

۲۔(جامع ترمذی رقم الحدیث:۲۳٤۱)

۳۔(جامع ترمذی رقم الحدیث:۲۳۲۰)

۴۔(جامع ترمذی رقم الحدیث:۲۳۳۰)

اور ہم نے اپنا پیٹ کھول کر ایک ایک پتھر بندھا ہوا دکھایا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے پیٹ سے (بندھے ہوئے) دو پتھر دکھائے۔ ①

حضرت خولہ بنت قیسؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جس کو یہ مال حق کے ساتھ ملے اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے گی، بسا اوقات لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مال سے ناحق لے لیتے ہیں، ان کے لیے قیامت کے دن آگ کے سوا کچھ نہیں۔ ②

﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ١٨٦ ﴾

تم اپنے مالوں اور جانوں کے بارے میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور تم ضرور سنو گے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بیشک یہ بڑے ہمت کے کاموں میں

۱۔(جامع ترمذی رقم الحدیث:۲۳۷۱)

۲۔(رقم الحدیث:۲۳۷۵)(الجامع الصحیح ج ٤ ص ۵۸۲۔ ۵٦۰ 'ملتقطا مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت۔)

سے ہے۔

شانِ نزول: (آیت) ”ولتسمعن من الذین“

ابن ابی حاتم ؒ اور ابن منذرؒ نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ (آیت) ”ان اللہ فقیرا“۔ سے یہاں تک حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور فخاص کے مابین جو معاملہ پیش آیا اس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

اور عبدالرزاق ؒ نے بواسطہ معمرؒ، زہریؒ، کعب بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف یہودی رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرات صحابہ ؓ کی شان میں ہجو (توہین وگستاخی) کے اشعار کہا کرتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنوالحارث بن خزرج میں حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی عیادت کے لیے ایک دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اس سواری پر فدک کی بنی ہوئی ایک موٹی چادر تھی اور آپ کے پیچھے حضرت اسامہ ؓ بیٹھے ہوئے تھے' یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے' آپ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی بیٹھا ہوا تھا' اور مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ بھی تھے' جب اس مجلس پر اس سواری کا غبار پڑا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک پر کپڑا رکھ لیا اور پھر کہا ہم پر غبار نہ اڑاؤ' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو سلام کیا پھر آپ ٹھہر گئے اور سواری سے اترے اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی' اور ان پر قرآن مجید کی تلاوت کی'

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

عبداللہ بن ابی سلول نے کہا جو آپ کہتے ہیں اس سے اچھی کوئی چیز نہیں ہے اگر یہ حق بھی ہے تو آپ ہمیں ہماری مجلس میں ایذاء نہ پہنچائیں' اپنی سواری کی طرف جائیں اور جو شخص آپ کے پاس آئے اس کے سامنے بیان کریں' حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے کہا کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں ٹھہریں' ہم اس کو پسند کرتے ہیں' پھر مسلمان اور مشرکین اور یہود ایک دوسرے کو برا کہنے لگے' حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ جوش میں آجاتے' اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے' حتیٰ کہ ان کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے' اور حضرت سعد بن عبادہ ؓ کے پاس گئے' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا کہ ابوحباب (عبداللہ بن ابی کی کنیت ہے) نے کیا کہا ہے' اس نے اس اس طرح کہا ہے' حضرت سعد بن عبادہ ؓ نے کہا یارسول اللہ! اس کو معاف کر دیجئے اور اس سے درگزر کیجئے' اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے اور آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' اس خطہ زمین کے لوگوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ اس کے سر پر تاج پہنائیں گے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا تو اس نے انکار کر دیا اور یہ غضب ناک ہو گیا اور اس نے وہ کچھ کیا جو آپ نے دیکھا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو معاف کر دیا' اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب' اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کر دیتے تھے' اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے تھے۔ [1]

یہ خطاب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور عام مسلمانوں سے ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری

۱۔ (صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۰۸' رقم الحدیث ٤٥٦٦ 'مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ ۱٤۱۲ھ)

آزمائش ہوگی اور تمہیں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنا ہوں گی، جیسے اموال کا تلف ہوجانا، بیمار پڑ جانا وغیرہ۔ اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے تمہیں انتہائی دل آزار اور جگر خراش طعن و تشنیع، بے ہودہ گفتگو اور جھوٹے الزامات بھی سننا پڑیں گے، جیسا کہ منافقین نے ہر طرح سے ستایا، کعب بن اشرف یہودی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہؓ کی ہجو کی۔ مگر ان سب کا علاج یہ ہے کہ تم صبر یعنی ثابت قدمی اور استقلال سے کام لو اور اللہ کا تقویٰ اپنے دلوں میں رکھو، اگر صبر و تقویٰ سے ان آزمائشوں کا مقابلہ کرو گے تو یہ نہایت ہمت، حوصلہ اور اولوالعزمی کا کام ہے۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ کرامؓ ہمیشہ صبر اور تقویٰ سے کام لیتے رہے۔

لَتُبۡلَوُنَّ فِيٓ اَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ: یعنی مومن کی اپنے مال، جان، اولاد یا اہل میں ضرور آزمائش ہوگی، ارشاد فرمایا: (وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَيۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ۔ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ) [البقرۃ: ۱۵۵ تا ۱۵۷] ”اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بیشک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔“

وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡٓا اَذًى كَثِيۡرًا

عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ : یہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمایا تھا جب مومن مدینہ میں آئے اور ابھی تک واقعہ بدر پیش نہیں آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مشرکوں اور اہل کتاب کی طرف سے پہنچنے والی ایذا کے بارے میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تم اہل کتاب سے بہت سی تکلیف دہ باتوں کو سنو گے، تم پر آوازے کسی جائیں گی، تمہارا مذاق اڑایا جائے گا، تمہیں طعنے دیے جائیں گے اور تم کو برا بھلا کہا جائے گا۔ لہٰذا تمہیں ان سب باتوں کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ تمسخر کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: (زُیِّنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا وَیَسۡخَرُوۡنَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۘ وَالَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا فَوۡقَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَاللّٰہُ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ)[البقرۃ:۲۱۲] ”ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، دنیا کی زندگی خوشنما بنادی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لے آئے، حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَمِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡۤا اَذًی کَثِیۡرًا)[آل عمران:۱۸۶] ”اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے۔“ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَدَّ کَثِیۡرٌ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ لَوۡ یَرُدُّوۡنَکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ اِیۡمَانِکُمۡ کُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِہِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمُ الۡحَقُّ ۚ فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ)[البقرۃ: ۱۰۹] ”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کفار کو ہمیشہ معاف فرما دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں جہاد کا حکم نازل فرما دیا۔ پھر جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگ بدر لڑی اور اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے سرداران قریش کو میدان بدر میں واصل جہنم کر دیا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے مشرک اور بت پرست ساتھیوں نے کہا یہ امر تو اب غالب آ گیا ہے، لہٰذا انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر دیا۔[1]

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ "لتبلون" الآیہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بتایا کہ وہ ایمان والوں کو عنقریب آزمائیں گے اور دیکھیں گے کس طرح وہ صبر کرتے ہیں اپنے دین پر۔

ابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیر ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فان ذلک من عزم الامور" سے مراد ہے کہ یہ صبر کرنا ہے تکلیفوں پر نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے میں سے ہے لفظ آیت "من عزم الامور" سے مراد ہے کہ ان کاموں میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾ ﴾

۱۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب (ولتسمعن من الذین۔۔الخ): ٤٥٦٦۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب فی دعاء النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وصبرہ علی اذی المنافقین: ١٧٩٨]

اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنھیں کتاب دی گئی تھی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے پھیلاؤ گے، اسے پوشیدہ نہیں رکھو گے مگر انھوں نے کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑی قیمت پر اسے بیچ ڈالا کیا ہی بری ہے وہ چیز جسے وہ لے رہے ہیں۔

ربط آیات۔گزشتہ آیتوں کی طرح اس آیت میں بھی یہودیوں کی ایک بری خصلت یعنی بدعہدی کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اہل کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی عام اشاعت کریں گے جو توراۃ میں آئے ہیں اور اپنی نفسانی غرض سے ان میں سے کسی حکم کو نہیں چھپائیں گے۔اہل کتاب نے یہ عہد بھی توڑ دیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس پہلی آیت میں یہود کی ایذا رسانیوں پر آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا تھا اور ان کی ایذا رسانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ توراۃ اور انجیل میں آپ کی نبوت پر جو دلائل تھے وہ ان کو چھپا لیتے تھے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا انھوں نے اس کو چھپایا اور آپ کو کسی اور چیز کی خبر دی' پھر انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جس چیز کی خبر دی تھی اور انھوں نے آپ کے سوال کے جواب میں جس چیز کو چھپایا تھا اس پر وہ بہت خوش ہوئے پھر حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی: (آیت)" واذ اخذ اللہ

میثاق الذین اوتوا الکتاب"۔ (۱)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ان کو جس چیز کے نہ چھپانے کا حکم دیا تھا اس کے چھپانے پر ان کی مذمت کی ہے' اور اس پر ان کو عذاب کی وعید سنائی ہے' محمد بن ثورؒ نے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے تورات میں یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندں پر دین اسلام کو فرض کیا ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہود سے جس چیز کے متعلق سوال کیا تھا میں نے اس کی تفسیر نہیں دیکھی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان سے تورات میں اپنی صفت کے متعلق سوال کیا تھا تو انھوں نے اس کا مجملا جواب دیا۔ (۲)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی امی کی اتباع کریں اور اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لائیں اور جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مجھ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو میں تم سے کئے ہوئے عہد کو پورا کروں گا۔

ابن جریجؒ بیان کرتے ہیں کہ تورات میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس دین کو اپنے بندوں پر فرض کیا ہے وہ اسلام ہے' اور ان کے پاس تورات اور انجیل میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام لکھا ہوا تھا۔ (۳)

۱۔ (صحیح البخاری ج ۵ ص ۲۰۹' رقم الحدیث ۴۵۶۸' مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ' صحیح مسلم ج ۴ ص ۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

۲۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور ۱۴۰۱ھ)

۳۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۱۳۵' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ؒ متوفی ۲۷۵ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور اس نے اس کو چھپایا اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (۱)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی ؒ متوفی ۳۶۰ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص علم حاصل کرے پھر اس کو بیان نہ کرے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو خزانہ حاصل کرے پھر اس کو خرچ نہ کرے۔ (۲)

ابن اسحاق وابن جریر ؒ نے عکرمہ ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس" سے لے کر "عذاب الیم" تک سے مراد ہے فخاص اشیع اوران جیسے دوسرے علماء مراد ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے عوفی ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے لفظ آیت "واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان کو حکم تھا کہ وہ نبی امی کی تابعداری کریں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان لے آئے اور فرمایا اس کی تابعداری کرو تا کہ تم ہدایت

۱۔(سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۳۲۰، مطبوعہ دارالجیل بیروت، امام طبرانی متوفی ۳۶۰ ھ نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔(المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۱۷ طبع بیروت۔امام ابویعلی متوفی ۳۰۷ ھ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابن عباس (رض) سے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔مسند ابویعلی ج ۳ ص ۹۵۔۹۴، امام طبرانی متوفی ۳۶۰ ھ نے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود (رض) سے بھی روایت کیا ہے (المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۱۲۹، طبع بیروت، امام طبرانی کی دونوں سندیں ضعیف ہیں)

۲۔(المعجم الاوسط ج ۱ ص ۳۹۵، ۳۹۴، رقم الحدیث ۶۹۳، مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض، ۱۴۰۵ھ)

پا جاؤ جب اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا تو فرمایا لفظ آیت "اوفوا بعھدی اوف بعھد کم" میرے وعدے کو پورا کرو میں تمہارے وعدے پورے کروں گا جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا تو حکم دیا آپ کی تصدیق کرو اور جب مجھ سے ملاقات کرو گے تو میرے پاس وہ چیز پاؤ گے جو تم پسند کرو گے۔

ابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے علقمہ بن وقاص ؓ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ توراۃ اور انجیل میں ہے کہ اسلام اللہ کا دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے اور بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں وہ لوگ یعنی اہل کتاب اس کو لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں مگر وہ اس (لکھے ہوئے) کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیرؒ سے اس آیت کے بارے میں لفظ آیت "واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہودی ہیں "لتبیننہ للناس" یعنی تا کہ وہ اس کو لوگوں کے لیے بیان کریں فرمایا یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں لوگوں سے بیان کریں۔

علم سیکھانے کا حکم

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ میثاق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے لیا جس شخص نے علم کو سیکھ تو لیا تو اس کو چاہیے کہ لوگوں کو سکھائے اور علم کو چھپانے سے بچو کیونکہ علم کا چھپانا ہلاکت ہے جس چیز کا علم نہ ہو تکلف سے کام نہ لے

خطرہ ہے کہ وہ اللہ کے دین سے نکل جائے گا۔ یہ بات کہی جاتی ہے کہ ایسا علم جس کا اظہار نہ کیا جائے اس کی مثال اس خزانے کی طرح ہے جس سے نفع حاصل نہیں کیا جاتا جیسے وہ حکمت جو ظاہر نہ کی جائے اس کھڑے ہوئے بت کی طرح ہے جو نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے حکمت آمیز باتوں میں سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ ایسے عالم کے لیے خوشخبری ہے جو علم کا اظہار کرتا ہے اور اس کے سننے والے کے لیے مبارک ہو جو یاد رکھتا ہے پھر کسی اور کو سکھاتا ہے یہ وہ آدمی ہے جو علم کو سکھاتا ہے اسے خرچ کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور یہ وہ آدمی ہے جس نے خیر کی بات سنی اور اس کو یاد رکھا اور اس کی حفاظت کی اور اس سے نفع اٹھایا۔

ابن جریرؒ نے حسنؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت "لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ" کی یوں تفسیر کرتے تھے چاہیے کہ وہ حق بات کہیں اور چاہیے کہ اپنے عمل سے اس کی تصدیق کریں۔

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ "فنبذوہ" سے مراد ہے کہ انھوں نے وعدہ کو پھینک دیا تھا۔

عبد بن حمید ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فبئس ما یشترون" سے مراد ہے کہ یہودیوں نے توراۃ کو تبدیل کر لیا۔

عبد بن حمیدؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے وعدہ نہ لیا ہوتا تو میں بیان نہ کرتا اور یہ آیت پڑھی لفظ آیت "واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ"۔

ابن سعدؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ اگر میثاق نہ ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے لیا تو میں بہت مسائل بیان نہ کرتا جو تم پوچھتے ہو۔

اس آیت میں ضمناً عام مسلمان علماء کو بھی یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حق بات کو جانتے بوجھتے چھپانے کے جرم کا ارتکاب نہ کریں۔

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس سے علم کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپایا تو اسے قیامت کے دن جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔“ (۱)

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ: دنیا کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے عہد توڑنے کی برائی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ)[البقرة:۱۷٤]۔

ترجمہ:”بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ

۱۔[ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی کتمان العلم:۲٦٤۹۔ ابن ماجہ، المقدمۃ، باب من سئل عن علم فکتمہ:۲٦٦۔ مستدرک حاکم:۱/۲۰۲، ح:۳٤۹ عن عبداللہ بن عمرو (رض)]

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾

وہ لوگ جو اپنے کیے پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو انھوں نے نہیں کیا اس پر بھی ان کی تعریف کی جائے آپ انھیں ہرگز عذاب سے نجات پانے والے نہ سمجھیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(۱۸۸)اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۱۸۹)

شانِ نزول:(آیت)"لا تحسبن الذین یفرحون"

بخاری و مسلمؒ نے حمید بن عبدالرحمن بن عوفؒ کے ذریعہ سے روایت کیا ہے کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا کہ رافع، ابن عباسؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم میں سے ہر ایک شخص جو چیز اس کو دی گئی ہے اس پر خوش ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جو کام وہ نہیں کرسکتا، اس پر بھی اس کی تعریف کی جائے، ایسے شخص کو اگر عذاب ہوگا تو پھر سب عذاب میں گرفتار ہوجائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم لوگوں کو اس آیت سے کیا واسطہ یہ آیت تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان لوگوں سے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا تھا انھوں نے اس بات کو تو چھپالیا اور دوسری بات بتلادی اور پھر آپ کے پاس سے آکر یہ ظاہر کیا جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا تھا وہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بتلایا ہے اور بڑی ڈھٹائی

سے اس پر اپنی تعریف بھی چاہی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سوال کے جواب کو جو چھپا لیا تھا اس پر آپس میں خوش ہوئے۔

اور بخاری ومسلمؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جہاد پر تشریف لے جاتے تو منافقین میں سے کچھ لوگ آپ کے ساتھ نہ جاتے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عدم موجودگی میں نہ جانے پر خوش ہوتے اور جب آپ واپس تشریف لاتے تو معذرت کرتے اور قسمیں کھاتے اور یہ چاہتے کہ جو کام انھوں نے نہیں کیا، اس پر ان کی تعریف کی جائے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

عبد ابن حمیدؒ نے اپنی تفسیر میں زید بن اسلمؒ سے روایت نقل کی ہے کہ رافع بن خدیجؓ اور زید بن ثابتؓ دونوں مروان کے پاس تھے۔

مروان کہنے لگا، رافع (آیت) "لاتحسبن الذین"۔ (الخ) یہ آیت کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے، رافعؓ بولے یہ منافقین میں سے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب باہر تشریف لے جاتے تو یہ عذر کرتے اور کہتے کہ ہمیں کام ہے اور حقیقت میں ہماری خواہش یہ ہے کہ ہم آپ کے ساتھ جائیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، مروان نے اس واقعہ کو روایت کیا، اس پر رافع ناراض ہو کر زید بن ثابتؓ سے بولے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کیا تم جانتے ہو جو میں کہہ رہا ہوں زید بن ثابتؓ نے کہا جی ہاں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت اور ابن عباسؓ کے فرمان میں مطابقت اس طرح ہے کہ ہوسکتا ہے یہ آیت دونوں قسم کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہو۔ اور فراءؒ نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت یہود کے قول کے بارے

میں نازل ہوئی ہے اور اس بات کے مدعی تھے کہ ہم پہلے ہی سے کتاب والے نماز والے اور اہل اطاعت ہیں اور اس کے باوجود رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ ①

نیکی پر تعریف چاہنے پر عذاب کی وعید

مسلمانوں کو چاہیے کہ اس آیت کی وعید سے ڈریں اور یہ نہ چاہیں کہ جو کام انھوں نے نہ کیا ہو اس پر ان کی تعریف کی جائے، جیسا کہ بعض لوگ اپنے آپ کو عالم، علامہ، مفتی اور شیخ الحدیث بلکہ حافظ الحدیث کہلاتے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ہوتے، اور اگر کوئی مسلمان کسی نیک کام کے کرنے پر خوش ہو یا برا کام نہ کرنے پر خوش ہو تو یہ ایمان کی علامت ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص کو اپنی نیکی سے خوشی ہو اور برائی پر افسوس ہو وہ مومن (کامل) ہے امام ترمذی ؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ②

البتہ کوئی نیک کام کر کے یہ خواہش رکھنا کہ اس پر اس کی دنیا میں تعریف کی جائے اخلاص کے منافی ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن اللہ

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ٤٦٦، رقم الحدیث ٢١٦٥، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، مسند احمد ج ١ ص ٢٦، ١٨، ج ٣ ص ٤٤٦، ج ٥ ص ٢٥٦، ٢٥٢، ٢٥١ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہوگا تا کہ ان کا فیصلہ فرمائے' اس وقت ہر امت دوزانو بیٹھی ہوگی' سب سے پہلے قرآن کے حافظ کو بلایا جائے گا اور اس شخص کو جو اللہ راہ میں شہید ہوا اور مالدار شخص کو' اللہ تعالیٰ قرآن کے قاری سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے اس چیز کا علم نہیں دیا تھا جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی؟ وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ شخص کہے گا میں رات دن قرآن پڑھتا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے' فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص قاری ہے سو یہ کہا گیا پھر مالدار شخص کو بلایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو مالی وسعت نہیں دی تھی حتی کہ تجھے کسی کا محتاج نہیں رکھا! وہ شخص کہے گا اے میرے رب! کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تو نے میرے دیئے ہوئے مال میں کیا عمل کیا؟ وہ شخص کہے گا میں صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقہ کرتا تھا! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے' فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ یہ کہا جائے گا کہ فلاں شخص جواد ہے سو یہ کہا گیا پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو کس وجہ سے قتل کیا گیا تھا؟ وہ شخص کہے گا مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا سو میں نے قتال کیا حتی کہ میں قتل کر دیا گیا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے' فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہادر ہے سو یہ کہا گیا' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوہریرہؓ! یہ پہلے وہ تین شخص ہیں جن سے دوزخ کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ (۱)

۱۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ۵۹۳۔۵۹۲' رقم الحدیث ۲۳۸۲' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۵۱٤۔۱۵۱۳ رقم الحدیث ۱۹۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' سنن نسائی ج ۲ ص ۵۷' مطبوعہ کراچی' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲)

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؓ سے ”لا تحسبن الذین یفرحون بما لم یفعلوا“ کے بارے میں فرمایا کہ یہ ان کا قول تھا کہ وہ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین پر ہیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہودی اس بات پر خوش تھے کہ لوگ خوش ہیں ان کے کتاب تبدیل کرنے پر اور اس پر ان کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ یہودی اس (تبدیلی) کے مالک نہیں تھے اور ہرگز وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

ابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ یہودی ہیں جو خوش ہوتے تھے اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو عطا فرمائی۔

خیبر کے یہود کی شرارت

عبد بن حمید وابنؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ خیبر کے یہودی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ وہ اس دین پر راضی ہیں جو وہ اب لے کر آئے اور وہ اسی کی تابعداری کرنے والے ہیں جبکہ وہ گمراہی کو پکڑنے والے تھے اور انھوں نے یہ بھی ارادہ کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی اس بات پر تعریف کریں جو انھوں نے عمل نہیں کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتار الفظ آیت ”لا تحسبن الذین یفرحون“۔

عبد الرزاق وابن جریرؒ نے وجہ آخر سے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ خیبر والے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہؓ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کی رائے پر ہیں اور ہم آپ کے حمایتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو جھوٹا قرار دیا۔

مالک وابن سعد والبیہقیؒ نے دلائل میں محمد بن ثابتؒ سے روایت کیا ہے کہ ثابت بن قیسؓ نے عرض کیا یا

رسول اللہ! میں ڈر رہا ہوں کہ میں ہلاک نہ جاؤں آپ نے فرمایا کیوں! عرض کیا ہم کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ ہم تعریف کو پسند نہ کریں اس کام پر جو ہم نے نہیں کیا اور میں اپنے آپ کو پاتا ہوں کہ تعریف کو پسند کرتا ہوں اور ہم کو تکبر سے منع کیا گیا اور میں اپنے آپ کو پاتا ہوں کہ میں خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں اور ہم کو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا آپ کی آواز سے اور میں اونچی آواز والا آدمی ہوں آپ نے فرمایا اے ثابت! کیا تو پسند نہیں کرتا کہ تو اچھی زندگی گذارے اور شہید ہو کر مرے اور تو جنت میں داخل ہو جائے انھوں نے اچھی زندگی گذاری اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

الطبرانیؒ نے محمد بن ثابتؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو ثابت بن قیسؓ نے بیان فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یقینی طور پر میں ڈرتا ہوں آگے اسی طرح اس کو ذکر فرمایا۔

ابن ابی حاتمؒ نے محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں کچھ لوگ عبادت کرنے والے فقہاء تھے بادشاہ ان کے پاس حاضر ہوئے ان علماء نے بادشاہوں کو رخصتیں دیں اور بادشاہوں نے ان کو (خوب) ہدایا اور عطیات دیئے علماء اس بات پر خوش تھے کہ جو بادشاہوں نے ان کی بات مان لی ہے اور جو ان کو عطیات دیئے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری "لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا"۔

عبد بن حمید و ابن ابی حاتمؒ نے ابراہیمؒ سے لفظ آیت "لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگوں نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے (لڑنے) کے لیے ایک ایک فوجی دستہ تیار کیا۔

ابن ابی حاتمؒ نے احنف بن قیسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے ان سے کہا کیا آپ جھکیں گے نہیں تا کہ آپ کی پیٹھ پر سوار ہوں فرمایا شاید آپ عراضین میں ہو جائیں پوچھا عراضون کون ہیں؟ اس

نے کہا لفظ آیت ”الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا“ (یعنی جو لوگ اس بات کو) پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ان کاموں پر جو انھوں نے نہیں کئے (پھر فرمایا) جب تیرے لیے حق بات کو پیش کیا جائے تو اسی کا ارادہ کر لے اور اس کے علاوہ سب کو چھوڑ دے۔

قرآن مجید کی زیر بحث آیت اور اس حدیث میں نیکیوں پر اپنی تعریف کی خواہش رکھنے پر سخت وعید ہے۔

آخر میں فرمایا (وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) اس میں بہت سی باتیں آ گئیں۔ جو لوگ حقیر دنیا کے لیے حق چھپاتے تھے ان کو بھی بتا دیا کہ جو کچھ لینا ہے اللہ سے لو اس کی رضا کے کام کر کے لو۔ ہر چیز کا وہی مالک ہے اور مسلمانوں کو بھی توجہ دلا دی کہ اگر دنیا میں کسی فاسق فاجر کے پاس مال زیادہ ہے تو اس کی طرف نظریں نہ اٹھائیں سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ جب چاہے گا تم کو بھی عطا فرما دے گا۔ اور اس کی مشیت ہو گی تو تمہیں دشمنوں سے زیادہ عطا فرما دے گا، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آسمان وزمین کے تمام خزانے اس کی ملکیت میں داخل ہیں اور تمام آسمان وزمین والے اس کے مملوک ہیں۔

واللہ ملک السموات والارض اور اللہ ہی کی ہے حکومت آسمانوں کی اور زمین کی یعنی بارش، رزق اور زمین کی روئیدگی کے خزانے اللہ ہی کے اختیار میں ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

واللہ علی کل شی قدیر اور اللہ ہر چیز پر قابو رکھتا ہے پس ان کو سزا دینے کی بھی اس کو قدرت ہے۔ اس آیت میں یہودیوں کے قول ان اللہ فقیر کی تردید ہے۔

﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴿١٩٠﴾﴾

بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔

ربط آیات۔گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور کامل قدرت یعنی توحید کا بیان تھا۔اس آیت میں توحید کے دلائل اور اہل عقل ودانش کی مدح ہے،جنھوں نے مخلوق کو دیکھ کر خالق حقیقی اور قادر مطلق کا پتہ چلایا اور مصنوعات کو دیکھ کر صانع کو پہچان لیا۔

شان نزول:(آیت)"ان فی خلق السموت والارض"

طبرانی اور ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قریش یہود کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے پاس کیا معجزات لے کر آئے،انھوں نے کہا عصا اور ید بیضاء اور اس کے بعد نصاریٰ کے پاس آئے،ان سے بھی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں سوال کیا،انھوں نے کہا کہ آپ مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو اچھا کر دیتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔

پھر یہ لوگ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے صفا پہاڑی کو سونے کا کر دے،آپ نے دعا فرمائی،اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

نازل فرمائی۔ [1]

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے طبرانی اور مردویہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قریش یہودیوں کے پاس آئے اور کہا موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے پاس کون سی نشانیاں لے کر آئے تھے تو انھوں نے کہا ان کی لاٹھی تھی اور ان کا سفید ہاتھ تھا اندھے اور برص والی بیماری والوں کو اچھا کر دیتے تھے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے پھر یہ لوگ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دے آپ نے دعا فرمائی تو یہ آیت "ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنھار لایت لاولی الالباب" نازل ہوئی یعنی پس چاہیے کہ وہ اس میں غور فکر کریں۔

بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی وابن ماجہؒ نے بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے پاس رات گذاری رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سو گئے یہاں تک کہ آدھی رات کو یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد تک سوتے رہے پھر آپ جاگ گئے اور نیند بھگانے کے لیے آپ نے اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ مبارک پر پھیرا پھر آپ نے سورت آل عمران کی آخری دس آیتوں کو پڑھا یہاں تک کہ ختم فرمایا۔

عبداللہ بن احمدؒ نے زوائد المسند وطبرانی وحاکمؒ نے الکنی میں والبغویؒ نے معجم الصحابہ میں صفوان بن معطل السلمیؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایک سفر کیا آپ نے رات کی نماز میں جلدی کی (اور) عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے پھر جب آدھی رات ہوئی تو آپ

---

[1]۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

بیدار ہوئے اور سورت آل عمران کی آخری دس آیات کی آپ نے تلاوت فرمائی پھر مسواک فرمایا پھر وضو فرمایا پھر آپ نے گیارہ رکعت نماز پڑھی۔

عقلمند کون ہیں؟

اس لیے عقلمندوں کا معیار یہ ذکر کیا گیا کہ (آیت) "الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم"۔ کہ ہر وقت وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور ہر وقت کی تعمیم کے لیے تین لفظ بول دیے کھڑے ہوں تو ان کو اللہ یاد ہے بیٹھے ہوں تو ان کو اللہ یاد ہے لیٹے ہوں تو ان کو اللہ یاد ہے زبان پر بھی اللہ کا نام مختلف الفاظ میں "سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ" زبان پر بھی یہ جاری کیا جائے اور حدیث شریف میں مختلف اوقات میں جو مختلف دعائیں پڑھنے کا تذکرہ آیا ہوا ہے اگر کوئی شخص اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، آتے جاتے ان دعاؤں کو پڑھتا رہے تو وہ بھی اس کا مصداق بن جاتا ہے کہ اس کو ہر وقت اللہ یاد ہے اشارہ اس سے اس بات کی طرف ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے قرآن کریم میں جیسا کہ صراحتاً یہ حکم آیا ہوا ہے (آیت) "یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا" اس قسم کے الفاظ آتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت کثرت کے ساتھ یاد کرو صبح وشام اللہ کی تسبیح اور تحمید بیان کرو۔

﴿ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ ﴾

جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے، بیٹھے، اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے، (ہر حال میں) اور

وہ غور وفکر سے کام لیتے ہیں، آسمانوں اور زمین میں، اے ہمارے رب، تو نے یہ (سب کچھ) بے کار (اور بے مقصد) پیدا نہیں فرمایا، تو پاک ہے، پس تو ہمیں بچا لے دوزخ کے عذاب سے۔

ربط آیت: اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے الوہیت پر دلائل ذکر فرمائے اب اللہ تعالیٰ عبودیت کے احوال بیان فرما رہا ہے' بندہ کو چاہیے کہ دل سے اسرار کائنات میں غور وفکر کرے اور حوادث اور صائع سے اللہ تعالیٰ کی صفات تک پہنچے اور اس ذات اور اس کی وحدانیت کی تصدیق کرے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے' اس کا شکر بجا لائے اور اس کی حمد وثناء کرے اور باقی اعضاء سے اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کی عبادت کرے' خلاصہ یہ ہے کہ بندہ ہر حالت میں کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے۔

کثرت ذکر کرنے کے متعلق احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمہارا سب سے بہتر عمل ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور تمہارے سب سے بلند درجہ کا باعث ہو' اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کی خیرات سے افضل ہو اور جب کل تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو تم ان کی گردنیں مارو یا وہ تمہاری گردنیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہو! صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے' حضرت معاذؓ نے کہا اللہ کے ذکر سے

زیادہ کوئی چیز اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔ (۱)

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زوجہ حضرت ام حبیبہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ابن آدم کا کوئی کلام اس کے لیے مفید نہیں ہے سوائے نیکی کا حکم دینے' برائی سے روکنے اور اللہ کے ذکر کے۔ (۲)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس شخص کو دوزخ سے نکال دو جس نے ایک دن (بھی) میرا ذکر کیا ہو یا کسی ایک مقام پر مجھ سے ڈرا ہو۔ (۳)

حضرت عبداللہ بن بسرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ پر اسلام کے احکام بہت زیادہ ہیں مجھ کو ایسی چیز بتایئے جس سے میں چمٹ جاؤں آپ نے فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔ (۴)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا گیا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے زیادہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو مرد اور عورت بہ کثرت اللہ کا

۱۔(الجامع الصحیح ج ٥ ص ٤٥٩، رقم الحدیث ٣٣٧٧، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، سنن ابن ماجہ ج ٢ ص ١٢٤٥، رقم الحدیث ٣٧٩٠، مسند احمد ج ١ ص ٤٤٧، مطبوعہ دار الفکر بیروت، حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٧٣)

۲۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ٦٠٨، رقم الحدیث ٢٤١٢، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

۳۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ٧١٢، رقم الحدیث: ٢٥٩٤)

۴۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ٤٥٨، رقم الحدیث: ٣٣٧٥)

ذکر کرتے ہوں! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! غازی فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ‘ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کرے اور وہ زخمی ہو کر خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ ہے۔ (۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ کا ذکر نہ کریں اور اپنے نبی پر درود نہ پڑھیں ان کو حسرت اور ندامت ہوگی اگر اللہ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور چاہے گا تو ان کو بخش دے گا‘ امام ابوعیسیٰؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۲)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام انسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا گناہوں کو ترک کر دو یہ سب سے اچھی ہجرت ہے‘ فرائض کی حفاظت کرو یہ سب سے افضل جہاد ہے اور بہ کثرت اللہ کا ذکر کرو کیونکہ تم جو کام بھی کرو گی اس میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اللہ کا ذکر ہے۔ (۳)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ کے راستہ میں جا رہے تھے آپ جمدان نام کے ایک پہاڑ کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا چلو یہ جمدان ہے مفردون سبقت کر گئے صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ مرد اور عورت جو اللہ کا

۱۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ٤٥٨‘ رقم الحدیث: ۳۳۷٦)

۲۔(الجامع الصحیح ج ٤ ص ٤٦١‘ رقم الحدیث: ۳۳۸۰‘ سنن ابوداؤد ج ٤ ص ۲٦٦‘ رقم الحدیث ٤۸٥٦‘ مسند احمد ج ۲ ص ٤۳۲)

۳۔(المعجم الاوسط ج ۷ ص ۳٦۷‘ رقم الحدیث: ٦۷۳۱‘ مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض‘ المعجم الکبیر ج ۲٥ ص ۱۲۹‘ رقم الحدیث: ۳۱٤) حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم بن نسطاس ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ٤ ص ۲۱۸‘ مجمع البحرین رقم الحدیث ٤۳٥)

بکثرت ذکر کرتے ہوں۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (۲)

الاصبہانیؒ نے الترغیب میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ایک پکارنے والا قیامت کے دن پکارے گا عقل والے کہاں ہیں؟ تو لوگ کہیں گے تو کون سے عقل والے چاہتا ہے؟ تو وہ کہے گا لفظ آیت "الذین یذکرون اللہ قیما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار" (یعنی وہ لوگ جو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں پر اللہ کا ذکر کرتے تھے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے تھے اور یہ کہتے تھے اے ہمارے رب آپ نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں فرمایا آپ کی ذات پاک ہے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے) ان کو ایک جھنڈا دیا جائے گا ساری جماعت اس جھنڈے کے پیچھے جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں (یعنی جنت میں) ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

الفریابی وابن ابی حاتم وطبرانیؒ نے جو یبر کے طریق سے ضحاکؒ سے روایت کیا اور انھوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے لفظ آیت "الذین یذکرون اللہ قیما وقعودا وعلی جنوبھم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بلاشبہ یہ نماز کا حکم ہے اگر کھڑے نہ ہو سکو تو بیٹھ جاؤ اور بیٹھ بھی نہ سکو تو کروٹ پر لیٹ جاؤ۔

الحاکمؒ نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ ان کو بواسیر تھی تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان

۱۔ (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۶۲، رقم الحدیث ۲۶۷۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

۲۔ (صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۱۶، رقم الحدیث: ۶۴۰۷، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ)

کو کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔

ابن جریر و ابن المنذرؒ نے ابن جریرؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ اللہ کا ذکر ہے نماز میں اور غیر نماز میں بھی اور قرآن کی قرات کرنے بھی مراد ہے۔

ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا

ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والا جبھی ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے یاد کرتا ہے۔قولہ تعالیٰ:

ویتفکرون:

ابن ابی حاتم وابو شیخؒ نے العظمہ میں والاصبھانیؒ نے ترغیب میں عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ لوگ کسی بات میں غور و فکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ (اس کی ذات) کے بارے میں غور و فکر نہ کرو لیکن تم غور و فکر کرو اس کی مخلوق کے بارے میں۔

ابن ابی الدنیاؒ نے کتاب التفاکر میں والاصبھانیؒ نے ترغیب میں عمرو بن مروہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک قوم پر گذرے جو (کسی بات میں) غور و فکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا مخلوق میں غور کرو۔خالق (کی ذات) میں غور نہ کرو۔

ابن ابی الدنیاؒ نے عثمان بن ابی دہرینؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لائے تو وہ خاموش ہو گئے اور کوئی بات نہ کی۔آپ نے فرمایا تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم کوئی بات نہیں کرتے ہو؟ تو انھوں نے عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور کر

رہے ہیں آپ نے فرمایا اس طرح کرو اس کی مخلوق میں غور کیا کرو اور اس کی ذات میں غور نہ کیا کرو۔

ابن ابی الدنیا والطبرانی وابن مردویہ اور الاصبہانیؒ نے ترغیب میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور کیا کرو اور اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو۔

ابونعیمؒ نے الحلیہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم لوگ اللہ کی مخلوق میں غور کرو۔ اور اللہ کی ذات میں غور نہ کرو۔

ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ہر چیز میں غور کرو اور اللہ کی ذات میں غور نہ کرو۔

ابن ابی الدنیاؒ نے عامر بن عبد قیسؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک یا دو تین صحابہؓ سے نہیں سنا بلکہ کئی صحابہ سے یہ روایت سنی کہ وہ فرماتے تھے بلاشبہ ایمان کی روشنی یا ایمان کا نور غور وفکر کرنے میں ہیں۔

ابن سعد وابن ابی شیبہ واحمدؒ الزھد میں وابن المنذرؒ نے ابن عونؒ سے روایت کیا ہے کہ میں ام درداءؓ سے پوچھا ابو درداؓ کی سب سے افضل عبادت کیا تھی؟ تو انھوں نے کہا غور فکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا۔

ابوالشیخؒ نے العظمہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک گھڑی کا غور وفکر کرنا ایک رات بھر قیام کرنے سے بہتر ہے۔

الدیلمیؒ نے وجہ آخر سے انسؓ سے ایک مرفوع روایت کی ہے کہ ایک گھڑی کا غور وفکر کرنا رات اور دن کے آنے جانے میں اسی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ سند ضعیف ہے۔

﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ ﴾

اے ہمارے رب! جس کو تو نے داخل کر دیا آگ میں بیشک اس کو تو نے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں ڈال دیا سو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا' اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (آل عمران: ۱۹۲)

ایمان کے ساتھ گناہوں پر مواخذہ نہ ہونے کے نظریہ کا رد:

اس سے پہلی آیت میں عقل والوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی تھی اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے دعا سے پہلے اس کی حمد و ثناء کرنی چاہیے' فرقہ مرجیہ نے کہا اللہ تعالیٰ مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) "یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ"۔ (التحریم: ۸) ترجمہ: جس دن اللہ نہ اپنے نبی کو رسوا کرے گا نہ ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا اس کو تو نے رسوا کر دیا' اور ان دونوں آیتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ مومن دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے' اس سے معلوم ہوا کہ بعض معصیت سے ضرر نہیں ہوتا' اور مومن خواہ نیک کام کرے یا برا کام کرے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ مطلقا دوزخ میں داخل ہونا باعث رسوائی نہیں ہے کیونکہ جہنم کے محافظ اور پہرہ دار بھی جہنم میں ہوں گے اور وہ رسوا نہیں ہوں گے۔

قرآن مجید میں ہے: (آیت) ”وما ادراک ما سقر، لاتبقی ولا تذر، لواحۃ للبشر، علیھا تسعۃ عشر، وما جعلنا اصحب النار الا ملآئکۃ“۔(المدثر:۳۱۔۲۷) ترجمہ: اور آپ نے کیا جانا کہ دوزخ کیا ہے، نہ باقی رکھے نہ چھوڑے، آدمی کو جھلسا دینے والی (آگ) ہے، اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں، اور ہم نے دوزخ کا نگہبان صرف فرشتوں کو مقرر کیا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا پھر متقی لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور ظالموں کو اس میں رہنے دیا جائے گا۔ (آیت) ”وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا، ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا، (مریم:۷۲۔۷۱) اور تم میں سے ہر شخص دوزخ سے ضرور گزرے گا اور آپ کے رب کے نزدیک یہ بات قطعی فیصلہ کن ہے، پھر ہم متقی لوگوں کو نجات دیں گے‘ اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ مطلقا جہنم میں دخول رسوائی کا موجب نہیں ہے بلکہ جس شخص کو دوام اور خلود کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا وہ ذلت اور رسوائی کا سبب ہوگا‘ اور جن مسلمانوں کو تطہیر کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور پھر انکو ان کے ایمان کی وجہ سے یا انبیاء (علیہم السلام) کی شفاعت کی وجہ سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیا جائے ان کا دوزخ میں عارضی دخول ذلت اور رسوائی کا سبب نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے اس ظلم سے مراد شرک اور کفر ہے کیونکہ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھیرایا جائے اور اللہ کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے اور مشرکین اور کفار ظالم ہیں ان کی شفاعت نہیں کی جائے گی اور جن مسلمانوں نے گناہ کبیرہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ان کی

شفاعت کی جائے گی۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔[۱]

ابن ابی شیبہ وابن ابی حاتمؒ نے ابودرداء اور ابن عباسؓ دونوں سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا نام رب ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے انسؓ سے لفظ آیت "من تدخل النار فقد اخزیتہٗ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ جس کو آپ ہمیشہ دوزخ میں داخل فرمادیں تو تحقیق آپ نے اس کو رسوا کر دیا۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن المنذرؒ نے سعید بن حسیبؒ سے لفظ آیت "ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہٗ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ حکم خاص ان لوگوں کے لیے ہے جن کو جہنم سے نہیں نکالا جائے گا۔

ابن جریر والحاکمؒ نے عمرو بن دینارؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے جابر بن عبداللہؓ سے عمرہ میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بتایا کہ اس سے کافر مراد ہیں میں نے (پھر) جابرؓ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "انک من تدخل النار فقد اخزیتہٗ" سے کیا مراد ہے تو انھوں نے فرمایا کہ اس شخص کو اللہ نے رسوا نہیں کیا جس کو اس نے جلایا رسوا کرنا اس سے کم درجہ کا عذاب ہے۔

۱۔(الجامع الصحیح ج ٤ ،ص ٦٢٥ ،رقم الحدیث ٢٤٣٥ ،مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت سنن ابن ماجہ ج ٢ ص ١٤٤٠ ،مسند احمد ج ٣ ص ٣١٣)

﴿ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ﴾

اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی، پس اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف کردے اور ہماری برائیاں دور فرما اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے ۔

پکارنے والے سے کون مراد ہے

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " منادیا ینادی للایمان" سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مراد ہیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والخطیبؒ نے المتفق میں محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "سمعنا منادیا ینادی للایمان" سے قرآن مراد ہے کیونکہ سب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمان کو نہیں سن پاتے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا

ہے کہ انھوں نے اللہ کی طرف سے دعوت کو سنا اور اس کو قبول کیا اچھی طرح (عمل) کیا اور (عمل) کرنے میں جو تکلیفیں آئیں ان پر صبر کیا اللہ تعالیٰ تم کو خبر دیتا ہے مومن انسان کے بارے میں کہ اس نے کہا اور مومن جنوں کے بارے میں خبر دیتا ہے اس نے کہا جیسے کہ مومن جن نے کہا لفظ آیت "انا سمعنا قرآن عجبا (١) یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احد (٢)" اور جیسے مومن انسان نے کہا لفظ آیت" ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار (١٩٣)"۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) " ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان"۔ اس میں منادی سے مراد حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات اقدس ہے، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے۔ [١]

حضرت قتادہؒ اور محمد بن کعب القرظیؒ نے کہا ہے: اس سے مراد قرآن ہے، کیونکہ ان تمام نے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سماع نہیں کیا۔ [٢]

اس قول کی دلیل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے جنوں کے بارے میں خبر دی ہے جبکہ انھوں نے کہا:

(آیت) "انا سمعنا قرانا عجبا، یھدی الرشد"۔ (الجن)

ترجمہ؛ کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے راہ دکھاتا ہے ہدایت کی۔

اور پہلے قول والوں نے جواب دیا اور کہا: جنہوں نے قرآن کریم سنا گویا انھوں نے حضور نبی کریم (صلی

١۔ (المحرر الوجیز، جلد ١، صفحہ ٥٥٦ دار الکتب العلمیہ)

٢۔ (المحرر الوجیز، جلد ١، صفحہ ٥٥٦ دار الکتب العلمیہ)

اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات کی، اور یہ معنوی طور پر صحیح ہے،

صالحین کے قرب وجوار میں مدفون ہونے کی کوشش کرنا

اس کے بعد انھوں نے دعا کی: اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جب ہمیں موت آئے تو ہمارا عقیدہ نیک لوگوں کے مطابق ہو اور ہمارے اعمال نیک لوگوں کے مطابق ہوں' اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ ہمیں اس جگہ دفن کیا جائے جہاں نیک لوگوں کی قبریں ہوں اور نیک لوگوں کی معیت میں ہمیں موت آئے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کی طرف بھیجا گیا جب وہ ان کے پاس آیا تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اس کے ایک تھپڑ مارا' اس نے جا کر اپنے رب سے کہا تو نے مجھے ایسے بندہ کی طرف بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ (ہی) نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے عزرائیل ؑ کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا جاؤ ان سے کہو کہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پشت کے اوپر رکھ دیں ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال اس کی عمر کر دی جائے گی۔

انھوں نے کہا: اے رب! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا موت' حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تو پھر ابھی آجائے' پھر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ ان کو بیت المقدس سے اتنی دور کر دے جتنی دور ایک پتھر پھینکنے سے جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو تمہیں راستہ کی ایک جانب کثیب احمر کے پاس ان کی قبر

دکھاتا۔ (۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفیؒ متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مبارک مقامات پر صالحین کی قبروں کے پاس میت کو دفن کرنا مستحب ہے۔ (۲)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں

حرمین طیبین، انبیاء (علیہم السلام) کے مزارات اور اولیاء اور شہداء کی قبروں کے پاس دفن کرنا تاکہ ان کے جوار سے برکتیں حاصل ہوں اور ان پر جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں ان کے بقیہ آثار ان پر نازل ہوں، یہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی اقتداء کی وجہ سے مستحب ہے، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے یہ دعا اس لیے کی تھی کہ ان کو ان انبیاء (علیہم السلام) کا قرب مطلوب تھا جو بیت المقدس میں مدفون ہیں۔

قاضی عیاض مالکیؒ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (۳)

﴿ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ ﴾

اے ہمارے رب اور ہمیں دے جو تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ کیا

۱۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث ۳۲۲۶، ۱۳۳۹، صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۲۳۷۲، سنن نسائی ج ٤ ص ۱۱۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۹، ج ۲ ص ۳۱۵، ج ۲ ص ۵۳۳)

۲۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر ۱۳٤۸ھ)

۳۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱٤۰۱ھ)

اور ہمیں رسوانہ کرنا قیامت کے دن بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ربنا واتنا ماوعدتنا علی رسلک“ سے مراد ہے کہ عنقریب تم کو جزا دیں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ کیا تھا۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولاتخزنا یوم القیمۃ“ سے مراد ہے کہ (اے اللہ) ہم کو رسوانہ کر قیامت کے دن (پھر فرمایا) ”انک لاتخلف المیعاد“ یعنی یہ وعدہ اس شخص کے لیے ہے جس نے ”لا الہ الا اللہ“ کہا (پھر فرمایا) ”فاستجاب لہم ربہم انی لا اضیع عمل عامل منکم“ یعنی لا الہ الا اللہ اور توحید اور اخلاص والوں کے لیے یہ وعدہ ہے کہ ان کو قیامت کے دن رسوانہیں کروں گا۔

قیامت کے دن کی شرمندگی

ابو یعلیؒ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا شرمندگی اور رسوائی قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حد تک پہنچے گی کہ بندہ یہ تمنا کرے گا کہ اس کو جہنم میں پھینکنے کا حکم دیا جائے۔

ابو بکر الشافعیؒ نے اپنی رباعیات میں ابو قرصافہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یوں دعا کیا کرتے تھے اے اللہ ہم کو قیامت کے دن رسوا نہ فرما اور ہم کو ملاقات کے دن بے عزت نہ فرما۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں تشہد سے

فارغ ہوجائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس طرح کہے۔

” اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ ماعلمت منہ ومالم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ماعلمت منہ ومالم اعلم، اللھم انی اسئلک من خیر ماسئلک عبادک الصالحون واعوذ بک من شر ما اعاذ منہ عبادک الصالحون“

ترجمہ: اے اللہ میں سے آپ سے ساری خیر کا سوال کرتا ہوں جس کو میں جانتا ہوں اور جس کو میں نہیں جانتا اور آپ سے اس ساری برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس کو میں جانتا ہوں اور جس کو میں نہیں جانتا اے اللہ! میں آپ سے خیر کا سوال کرتا ہوں کہ جس کا آپ کے نیک بندوں نے سوال کیا اور میں آپ سے اس شر سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس سے تیرے نیک بندوں نے پناہ مانگی“۔

پھر آپ نے لفظ آیت ” ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (۲۰۱) “ پڑھی اور فرمایا اے ہمارے رب ہم آپ پر ایمان لے آئے پھر یہ دعا پڑھی ” فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار“ سے لے کر ” انک لاتخلف المیعاد“ تک یعنی ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے اور ہماری برائیوں کو مٹادے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ فرض نماز میں قرآن کی دعائیں مانگی جائے۔

ابن ابی شیبہؒ نے محمد بن سیرینؒ سے روایت کیا کہ ان سے دعا کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا بہترین دعا وہ ہے جو قرآن کے موافق ہو۔

احمد وابن ابی حاتمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وادی عسقلان (دو عرسوں یعنی دلہن دلہا سے) ایک ہے اللہ تعالیٰ اس میں سے اٹھائیں گے ستر ہزار (لوگوں)

کو ان پر کوئی حساب نہ ہوگا اور پھر اس میں سے اللہ تعالیٰ پچاس ہزار شہدا کو اٹھائے گا وفد کی صورت میں جن کے ساتھ شہداء کی صفیں ہوں گی جن کے سر خون بہا رہے ہوں گے ان کے ہاتھوں میں اور ان کی آنتوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے لفظ آیت " ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک انک لا تخلف المیعاد " تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندون نے سچ کہا ان کو نہر بیضہ میں غسل دو تو وہ سفید ہو کر نکلیں گے اور وہ جنت میں سیر کریں گے جہاں چاہیں گے۔

دعا قبول ہونے کے علم کے باوجود دعا کرنے کی حکمتیں:

قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "وقل رب اغفر وارحم وانت خیر الرحمین"۔(المؤمنون:۱۱۸)

ترجمہ: آپ دعا کیجئے اے میرے رب مغفرت فرما اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

رسو اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مغفرت سورہ فتح سے قطع طور پر ثابت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اظہار عبودیت کے لیے آپ کے لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم برقرار رکھا۔

(آیت) "قال رب احکم بالحق"۔(الانبیاء:۱۱٤)

ترجمہ: (اللہ کے رسول نے) دعا کی اے میرے رب برحق فیصلہ فرما،

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ برحق ہی ہوتا ہے پھر بھی اللہ کے رسول نے اظہار عبودیت کے لیے یہ دعا کی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے جو رسولوں کے ذریعہ مغفرت اور اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ نام بہ نام معین اشخاص سے وعدہ نہیں فرمایا بلکہ وہ وعدہ بطور نیک اوصاف کے ہے یعنی جو لوگ اعمال صالحہ کریں گے ان کے لیے جنت اور آخرت کی نعمتیں ہیں' اس لیے ہم کو یہ معلوم نہیں کہ ہمارا شمار ان

اوصاف کے حاملین میں ہے یا نہیں جب کہ ہم سے انواع واقسام کے گناہ بھی ہوتے رہتے ہیں اس لیے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ ہمیں عطا فرما۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمائے گا لیکن یہ نہیں فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو کب غلبہ نصیب ہوگا سو مسلمانوں نے اس غلبہ کے حصول کے لیے دعا کی۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان اپنے نیک اعمال کی وجہ سے اجر و ثواب کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اس وعدہ کی وجہ سے اجر کا مستحق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور مسلمانوں نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے یہ کہا کہ اے اللہ اپنے وعدہ کی وجہ سے ہمیں عطا فرما یہ نہیں کہا کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے عطا فرما:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا مجھ کو بھی نہیں الا یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، تم درست کام کرو اور نیکی کے قریب ہو، صبح، شام اور رات کے کچھ حصہ میں درمیانہ روی اور اعتدال سے عمل کرو۔ [1]

١۔صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٦٤٦٣، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ٢٨١٨، ٢٨١٦، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ٤٢٠١، سنن دارمی رقم الحدیث: ٢٧٣٦، مسند احمد ج٢ ص ٥٣٧، ٥٢٤، ٥١٤، ٥٠٩، ج٣ ص ٣٦٢، ٣٣٧، ٥٣، ج٦ ص ١٢٥، الادب المفرد، رقم الحدیث: ٤٦١)

﴿فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُمۡ
مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی ۚ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا
وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَقٰتَلُوۡا وَقُتِلُوۡا
لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَیِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ
تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ
الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

پس ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے سے ہو سو جنھوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ہماری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ان سے ان کے گناہوں کو دور کردوں گا اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ اللہ کے پاس سے ان کا بدلہ ہوگا اور بہترین بدلہ تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

ربط آیات: سابقہ آیات میں مومنوں کی چند دعاؤں کا ذکر تھا۔ آئندہ آیتوں میں پہلے ان دعاؤں کی

قبولیت اوران کے نیک اعمال کے بدلے میں عظیم اجر وثواب کا بیان ہے۔ پھر کافروں کے ظاہری عیش وآرام اور مال ودولت اور دائمی عذاب کا بیان ہے۔ اس کے بعد پرہیزگار مسلمانوں کے لیے جنت کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کا وعدہ اوران مسلمانوں کے اجر وثواب کا بیان ہے جو پہلے اہل کتاب میں سے تھے پھر مسلمان ہو گئے۔

شان نزول: (آیت) "فاستجاب لہم"

عبدالرزاقؒ، سعید بن منصورؒ، ترمذیؒ، حاکم اور ابن ابی حاتمؒ نے ام سلمہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے بیان میں عورتوں کا کوئی ذکر نہیں فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو منظور کرلیا خواہ وہ مرد ہوں یا عورت۔ [۱]

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے ہجرت (کے اجر وثواب) میں عورتوں کا ذکر بالکل نہیں سنا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [۲]

سیدہ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں ہجرت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کو عورتوں کا کچھ بھی ذکر کرتے نہیں سنتی۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔(جامع البیان ج ٤ ص ١٤٣ مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت ١٤٠٩ھ)

بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ) ”بیشک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تمہارا بعض بعض سے ہے۔“ ①

فَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ: یعنی جنھوں نے دین کی خاطر اپنی خوشی سے ہجرت کی، اپنے وطن اور مال ومنال کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور وہ لوگ جن پر کفار نے ظلم وستم ڈھائے، انھیں سخت اذیتیں دے کر گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا، کسی طرح چین سے نہ بیٹھنے دیا اور محض اس لیے تکالیف کا نشانہ بنایا کہ انھوں نے دین اسلام کی راہ اختیار کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (يُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِيَّاكُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ)[الممتحنۃ:۱] ”وہ رسول کو اور خود تمہیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمہارا رب ہے۔“ اور فرمایا: (وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ)[البروج:۸] ”اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر تعریف کے لائق ہے۔“

وَقٰتَلُوۡا وَقُتِلُوۡا لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ: سیدنا ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جہاد کی فضیلت بیان کی تو ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے گا؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! اگر تو صبر کرتے ہوئے، حصول ثواب کی نیت سے پیش قدمی کرتے ہوئے اور پشت نہ پھیرتے ہوئے قتل کر دیا

---

① [مستدرک حاکم:۲/ ۳۰۰، ح:۳۱۷۴۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورہ النساء:۳۰۲۳۔ مسند الحمیدی:۱/ ۱۴۴، ح:۳۰۱]

جائے (تو یہ اجر تیرے لیے ہے)۔" پھر آپ نے فرمایا: "تم نے کیا بات کہی تھی؟" اس نے اپنی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا: "ہاں، اللہ تعالیٰ قرض کے سوا تمھارے باقی سب گناہوں کو معاف فرما دے گا، مجھ سے یہ بات جبرائیل نے (ابھی) کہی ہے۔"[۱]

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا: "بیشک پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا، وہ فقرا مہاجرین ہوں گے، جو فقر و فاقہ کے باوجود نافرمانیوں سے بچتے رہے۔ جب ان کو حکم دیا جاتا تو وہ سنتے اور اطاعت کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کسی کو امیر کے ساتھ کوئی حاجت یا ضرورت ہوتی تو اس کی حاجت پوری نہ ہوتی، حتیٰ کہ اسے اس حال میں موت آجاتی۔ بیشک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو بلائے گا، وہ اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، میرے وہ بندے کہاں ہیں جنھوں نے میرے راستے میں قتال کیا، میرے راستے میں ان کو تکالیف پہنچیں اور انھوں نے جہاد کیا۔ جاؤ! تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ صورت حال دیکھ کر فرشتے دربار الٰہی میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم دن رات تیری تسبیح کرتے رہے اور تیری پاکی بیان کرتے رہے، تو یہ کون لوگ ہیں جن کو تو نے ہمارے اوپر ترجیح دے دی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے میں لڑے اور تکلیفیں برداشت کیں۔ پس فرشتے جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: (سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ)[الرعد: ٢٤] "سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔"[۲]

۱۔[مسلم، کتاب الإمارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ إلا الدین: ١٨٨٥]

۲۔[مستدرک حاکم: ٢/ ٧١، ٧٢، ح: ٢٣٩٣]

عامر بن سعدؒ اپنے باپ سعد بن ابی وقاصؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز پڑھا رہے تھے، صف کے قریب پہنچ کر اس نے کہا، اے اللہ! تو مجھے وہ افضل چیز عطا فرما جو تو اپنے نیکوکار بندوں کو عطا کرتا ہے۔ پس جب نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز مکمل کی تو فرمایا: "ابھی ابھی کون بات کر رہا تھا؟" اس آدمی نے کہا، میں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: "تب تیرے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں گی اور تو اللہ کے راستہ میں شہید ہوگا۔" [1]

حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میری امت میں سے کون سی جماعت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مہاجرین وہ قیامت کے روز جنت کے دروازے کے پاس آئیں گے دروازے کو کھلوانا چاہیں گے تو جنت کے داروغے کہیں گے کیا تم سے حساب و کتاب لے لیا گیا تو وہ کہیں گے ہم سے کس چیز کا حساب؟ ہماری تلواریں تو اللہ کی راہ میں ہمارے کندھوں پر تھیں حتی کہ ہمیں موت آ گئی تو ان کے لیے دروازے کھول دیئے جائیں گے دوسرے لوگوں کے داخل ہونے سے پہلے وہ جنت میں چالیس سال تک آرام کریں گے۔

حضرت بلالؓ کے جوتوں کی آواز جنت میں

احمدؒ نے ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا (معراج کے موقعہ پر) تو میں نے اپنے آگے جوتوں کے چلنے کی آواز سنی میں نے کہا یہ کون ہے؟

۱۔ [مستدرک حاکم: ۲/۷٤، ح: ۲٤۰۲۔ ابن حبان: ٤٦٤۰۔ ابن خزیمة: ۱/۲۳۱، ح: ٤٥۳]

(جبرئیل (علیہ السلام) نے) فرمایا یہ بلال ہیں (جب) میں وہاں سے گزرا تو جنت والے اکثر مہاجرین فقراء اور مسلمانوں کی اولاد تھی اور مالداروں اور عورتوں میں سے میں نے کم کسی کو نہیں دیکھا مجھ سے کہا گیا کہ مالدار لوگ (جنت کے) دروازوں پر ہیں ان کا حساب و کتاب ہونا چاہیے اور ان کو گناہوں سے پاک وصاف کیا جائے گا لیکن عورتیں کہ ان کو دوسری چیزوں نے غافل کر دیا یعنی سونے اور ریشم نے۔

احمدؒ نے ابو صدیقؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مومن فقراء اپنے مالدار مومنوں سے چار سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ مومن مالدار کہے گا کاش کہ میں بھی فقیر ہوتا کہا گیا یا رسول اللہ! ہم کو ان کی تعریف بیان کیجئے (تاکہ ہم ان کو پہچان لیں) آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جب کوئی مصیبت اور آزمائش کا وقت ہوتا تو وہ اس کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور جب مال غنیمت حاصل کرنے کا وقت ہوتا اور ان لوگوں کو دروازوں پر روکا جائے گا۔

الحکیم الترمذیؒ نے سعید بن عامر بن حزمؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا مسلمان فقراء مالدار لوگوں میں سے ان کی حمایت میں داخل ہوگا تو اس کے ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکالا جائے گا۔

ابن ابی شیبہؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور کہا جائے گا اس امت کے فقیر اور مساکین کہاں ہیں وہ لوگ سامنے ہوں گے تو کہا جائے گا تمہارے پاس کیا ہے؟ تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! آپ نے مال اور حکومت ہمارے علاوہ دوسروں کو دے دیا کہا جائے گا تم نے

سچ کہا تو ان لوگوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا باقی لوگوں سے پہلے ایک زمانہ پہلے اور حساب کی شدت باقی رہے گی مال والوں اور حکومت والوں سے پوچھا گیا اس دن مومن کہاں ہوں گے؟ تو انھوں نے فرمایا ان کے لیے نور کی کرسیاں رکھی جائیں گی ان پر بادلوں کا سایہ ہوگا یہ دن ان پر چھوٹا ہوگا دن کی ایک ساعت سے بھی اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے شداد بن اوسؓ سے روایت کیا ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں اس پر تہمت یا الزام نہ لگاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والے پر زیادتی نہیں فرماتے جب تم میں سے کسی کے پاس کوئی محبوب چیز آ جائے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جب کوئی چیز ناپسندیدہ اس کے پاس آئے تو اس پر صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس اچھا ثواب ہے۔

﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾﴾

(اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا ۔

شان نزول

یہ آیت مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی اس کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ نہایت آسودہ حال اور خوش حال تھے وہ کاروبار کرتے تھے اور نعمتوں میں وقت گزارتے تھے اس پر بعض مومنوں نے کہا کہ ہم خدا کے دشمنوں کو خوش حال دیکھتے تھے اور ہم بھوک اور جدوجہد اور تنگی کے باعث مرے جارہے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں بظاہر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خطاب ہے کہ آپ کفار کی خوشحالی اور ان کے عیش وطرب سے دھوکا نہ کھائیں لیکن اس سے مراد عام مسلمان یا مخاطب ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ خدا کی قسم اللہ کے نبی نے کفار سے کبھی دھوکا نہیں کھایا حتی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ [۱]

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”لا یغرنک تقلب الذین کفروا“ سے مراد ہے کہ ان کافروں کا رات اور دن گھومنا پھرنا اور دنیا کی نعمتوں کا مل جانا کافروں کے دھوکے میں نہ ڈالے پھر فرمایا لفظ آیت ”متاع قلیل ثم ماوٰہم جہنم وبئس المھاد“ عکرمہؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ جہنم کتنا برا ٹھکانا ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد“ سے مراد ہے کہ ان کا شہروں میں سفر کرنا (دھوکہ میں نہ ڈالے)۔

کفار کے لیے دنیا میں عیش اور مسلمانوں کے لیے تنگی کے متعلق احادیث

امام بخاریؒ ایک طویل حدیث کے ضمن میں حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی، اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس ایک درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا، اور آپ کے پاس کچی (بغیر رنگی ہوئی) کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں گڑ گئے تھے، میں رونے

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ١٤٥، مطبوعہ بیروت)

لگا آپ نے فرمایا تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بیشک قیصر و کسری کس قدر عیش و آرام میں ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو!۔ [1]

ایک اور حدیث میں روایت کرتے ہیں:

میں نے نظر اٹھا کر گھر میں دیکھا تو خدا کی قسم مجھے تین کچی کھالوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آیا' میں نے عرض کیا آپ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر وسعت کرے' کیونکہ فارس اور روم پر وسعت کی گئی اور ان کو دنیا دی گئی حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے' آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب کیا تم کو شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی اچھی چیزیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجئے۔ [2]

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستیؒ المتوفی ۳۰٤ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چارپائی پر سیاہ چادر پڑھی ہوئی تھی' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر لیٹے ہوئے تھے' جب آپ نے دیکھا تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے' انھوں نے دیکھا کہ چارپائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے' حضرت ابوبکر اور عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کی چارپائی اور بستر کی سختی سے آپ کو کس قدر تکلیف پہنچتی ہے اور یہ قیصر اور کسری ریشم اور دیباج کے بستروں پر سوتے ہیں رسول اللہ

۱۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٤٩١٣، صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٤٧٩، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٩٥٣، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ٤١٨٨، المستدرک ج ٤ ص ١٠٤، شعب الایمان، رقم الحدیث: ١٤٤٩، مسند احمد ج ٣ ص ١٣٩)

۲۔ (صحیح البخاری ج ٣، رقم الحدیث: ٢٤٦٨)

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایسا نہ کہو کسری اور قیصر کے بستر دوزخ میں ہیں اور میرا یہ بستر اور میری چارپائی کا انجام جنت ہے۔ ①

امام ابو عیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ عطا فرماتا۔ ②

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ؒ متوفی ٤٥٨ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ کے بستر پر ایک مڑی ہوئی چادر دیکھی اس نے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک گدا بھیجا جس میں اون بھرا ہوا تھا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کا بستر دیکھا تو وہ گئی اور اس نے یہ بستر بھیج دیا' آپ نے فرمایا: اے عائشہ اس کو واپس کردو' خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑوں کو روانہ کردے۔ ③

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ۲٦۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کسی مومن پر

۱۔(صحیح ابن حبان:۷۰٤)

۲۔(الجامع الصحیح رقم الحدیث:۲۳۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:٤۱۱۲)

۳۔(شعب الایمان رقم الحدیث:۱٤٦۸' دلائل النبوت ج۱ص ۳٤٥) اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن اس سے بہرحال یہ معلوم ہوگیا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فقر اختیاری تھا۔

ظلم نہیں کرتا' اس کی نیکی کا صلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے اور اس کی پوری جزاء اس کو آخرت میں دی جائے گی اور کافر نے دنیا میں اللہ کے لیے جو نیکیاں کی ہیں اس کی پوری جزا دنیا میں دے دی جاتی ہے حتی کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی ایسی نیکی نہیں ہوگی جس کی جزا دی جائے۔ ①

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے' امام ابوعیسیٰؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی روایت ہے۔ ②

﴿ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ ﴾

یہ تو بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے اس کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

یعنی یہ دنیا کے وسائل، آسائشیں اور سہولتیں بظاہر کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، درحقیقت متاع قلیل ہیں، کیونکہ بالآخر انھیں فنا ہونا ہے اور ان کے بھی فنا ہونے سے پہلے وہ حضرات خود فنا ہو جائیں گے جو ان کے حصول کی کوششوں میں اللہ کو بھی فراموش کیے رکھتے ہیں۔ یہ آیت اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۔ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ) [یونس: ۶۹،۷۰]

"کہہ دے بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ

۱۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۰۸)

۲۔ (الجامع الصحیح' رقم الحدیث: ۲۳۲۴' مسند البزار' رقم الحدیث: ۳۶۴۵' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۶۱۸۳' ۶۰۸۷' المستدرک ج ۳ ص ۶۰۴)

ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔" اور فرمایا: (اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ)[القصص:٦١] "تو کیا وہ شخص جسے ہم نے وعدہ دیا اچھا وعدہ، پس وہ اسے ملنے والا ہے، اس شخص کی طرح ہے جسے ہم نے سامان دیا، دنیا کی زندگی کا سامان، پھر قیامت کے دن وہ حاضر کیے جانے والوں سے ہے۔"

متاع قلیل یہ تھوڑا اور حقیر سامان ہے یا اس کے لے تھوڑا اور بے مقدار سامان ہے کیونکہ اس عیش کی مدت کم ہے پھر اس کی مقدار تھوڑی بھی ہے اور حقیر بھی۔ حضرت مسور بن شدادؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: آخرت کے مقابلہ میں دنیا ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکال لے پھر اپنی انگلی کو دیکھے کہ اس پر کتنی (تری لگ کر) لوٹی ہے۔[١]

ثم ماواھم جھنم وبیس المھاد پھر آخر میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم بری آرام گاہ ہے۔ یعنی جو چیز انھوں نے اپنے لیے تیار کی ہے وہ جہنم ہے اور جہنم بری چیز ہے۔

﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾﴾

جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں

١۔ (رواہ مسلم)

بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مہمان نوازی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہت بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کے قرب کا جنت سے افضل ہونا:

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق وعید کا ذکر کیا تھا' اور اب اس آیت میں مسلمانوں کے متعلق وعدہ اور بشارت کا ذکر فرمایا ہے' یہ بشارت متقین کے لیے ہے جو اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ سے ڈرنے والا' اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرے گا اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے ان سے باز رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کے متعلق فرمایا ہے یہ اس کی مہمانی ہے اس کی وضاحت اس حدیث میں ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن سلام کو یہ خبر ملی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ میں آ گئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا میں آپ سے تین سوال کروں گا جن کے جواب کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا (الی قولہ) اہل جنت' جنت میں سب سے پہلے کیا کھائیں گے؟ آپ نے فرمایا اہل جنت جس چیز کو سب سے پہلے کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہو گا۔ (۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن یہ زمین روٹی کی طرح ہو جائے گی' اللہ اہل جنت کی مہمانی کے لیے اپنے ہاتھ سے اس زمین کو الٹ پلٹ

۱۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۳۲۹، ٤٤٨٠)

دے گا، جس طرح تم میں سے کوئی شخص سفر میں روٹی کو الٹ پلٹ کرتا ہے، پھر ایک یہودی آیا اور کہنے لگا رحمان آپ پر برکتیں نازل فرمائے کیا میں آپ کو یہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی کس چیز سے مہمانی ہوگی؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس نے کہا زمین تو ایک روٹی کی طرح ہوجائے گی جس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے، اس نے کہا کیا میں آپ کو اس کے سالن کی خبر نہ دوں آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس نے کہا بالام اور نون، صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا بیل اور مچھلی جن کی کلیجی کے ایک ٹکڑے سے ستر ہزار آدمی کھا سکیں گے۔ (۱)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے" اس سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ دنیا میں نیک لوگوں کے پاس جو نعمتیں تھیں یا دنیا میں کافروں کے پاس جو نعمتیں تھیں، اس کے مقابلہ میں اللہ کے پاس جو اجر و ثواب ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان خیال آیا ہے اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو۔

(آیت) "فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین"۔ (الم السجدۃ:۱۷)

ترجمہ: سو کسی کو معلوم نہیں کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے کیا نعمتیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ (۲)

۱۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۷۹۲)

۲۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث:۷۴۹۸، صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۸۲٤)

نیز امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔[۱]

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ کی قسم! کافر اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دھوکہ نہ دے سکے نہ آپ نے سپرد کیا ان کی طرف کا کوئی حکم یہاں تک کہ اسی (حال) پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو (اس دنیا سے) اٹھا لیا۔ قولہ تعالیٰ: "وما عنداللہ خیر الابرار" بخاریؒ نے الادب المفرد میں و عبد بن حمید و ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ابرار رکھا اس لیے انھوں نے باپوں اور بیٹوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ جیسا کہ تیرے والد کا تجھ پر حق ہے۔ اسی طرح تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے۔ ابن مردویہؒ نے ابن عمرؓ سے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے جو اپنی اولاد کو تکلیف نہیں دیتے ہوں۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ ابرار سے مراد ہے، وہ لوگ جو اپنی اولاد کو ایذا نہیں دیتے۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وما عنداللہ خیر الابرار" سے وہ شخص مراد ہے جو اللہ عزوجل کی اطاعت کرتا ہے۔

اس آیت کا ایک معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کے لیے جنت اور اس میں ان کی مہمانی تیار کر رکھی ہے اور جو اللہ کے پاس اجر ہے وہ جنت اور اس کی مہمانی سے بہتر ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب اور اس کا دیدار اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے، لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ جو مسلمان دنیا

۱۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۲۵۰، جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۱۶۴۸، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۳۳۰، سنن دارمی: رقم الحدیث: ۲۸۲۳، مسند احمد ج ۲، ص ۴۸۳، ۴۸۲، ۴۳۸، ۳۱۵، ج ۳ ص ۴۳۴، ۴۳۳، ۱۴۱، ج ۵ ص ۳۳۹، ۳۳۸، ۳۳۰)

میں ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کام دوزخ سے پناہ مانگنا اور جنت کو طلب کرنا بھی ہے ان ہی کو اللہ کی رضا اور اس کا دیدار نصیب ہوگا اور جو لوگ جنت کو معمولی اور اپنے مقام سے کمتر خیال کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں کیونکہ وہ اس چیز کو معمولی اور گھٹیا کہہ رہے ہیں جس کی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بہت زیادہ تعریف فرمائی ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اور وہ مسلمانوں کے لیے ہے، کافر اس دن جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔

﴿ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾ ﴾

اور بیشک اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس چیز پر بھی جو تم پر اتاری گئی ہے اور ان پر بھی اتاری گئی ہے اللہ سے ڈرتے ہوئے وہ اللہ کی آیتوں کا تھوڑی سی قیمت پر سودا نہیں کرتے یہی لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ بیشک اللہ جلد حساب چکانے والا ہے۔

شانِ نزول: (آیت) "وان من اھل الکتب"

امام نسائیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب شاہ حبش اصحمہ نجاشیؓ کے انتقال کی خبر آئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا ان پر نماز پڑھو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا ایک عبد حبشی کی نماز پڑھیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ابن جریرؒ نے جابرؓ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

اور مستدرک میں عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت شاہ نجاشیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۱

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت نجاشیؓ اور اس کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آئے تھے اور نجاشی کا نام اصحمہ تھا۔

ابن جریجؒ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی تو منافقین نے اس پر طعن کیا تو یہ آیت نازل ہوئی نیز ابن جریجؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب خواہ یہود ہوں یا نصاری ان میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

امام ابن جریرؒ نے لکھا ہے کہ مجاہدؒ کی روایت زیادہ اولی ہے۔ [۱]

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۰٦ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جس دن نجاشی فوت ہوا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی موت کی خبر دی' آپ عیدگاہ کی طرف گئے مسلمانوں نے صفیں باندھیں اور آپ نے چار تکبیریں پڑھیں۔ [۲]

امام ابومحمد حسین بن مسعود شافعیؒ متوفی ٥١٦ ھ لکھتے ہیں:

نجاشی کافر قوم کے درمیان تھا وہ مسلمان تھا اور کافروں سے اپنا ایمان چھپاتا تھا' اور جس جگہ وہ تھا وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اس کا حق ادا کرنے والا کوئی نہ تھا اس لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا اہتمام کیا اسی طرح جس شخص کو معلوم ہو کہ ایک مسلمان ایسی جگہ فوت ہو گیا جہاں اس کی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں ہے تو اس پر اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنا لازم ہے' اس حدیث کے فوائد سے یہ ہے کہ غائب میت کی نماز جنازہ جائز ہے' وہ لوگ قبلہ کی طرف منہ کریں اس شخص کے شہر کی طرف منہ نہ کریں اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور بعض ائمہ کا قول یہ ہے کہ غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے یہ اصحاب (ائمہ احناف اور مالکیہ) کا قول ہے ان کا قول یہ ہے کہ یہ نماز نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ قول ضعیف ہے کیونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔(جامع البیان ج ٤ ص ١٤٧۔١٤٦' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ١٤٠٩ ھ)

۲۔(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ٣٨٨١' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ٩٥١)

وسلم) کے افعال کی اقتداء واجب ہے جب تک کہ تخصیص کی دلیل نہ پائی جائے اور تخصیص کا دعوی صحیح نہیں ہے کیونکہ صرف نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجاشی کی نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ اس کی نماز پڑھی تھی۔ (۱)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحید المعروف بابن الھمام المتوفی ؒ ۸۶۱ ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجاشی کی نماز جنازہ اس لیے پڑھی تھی کہ آپ کے سامنے اس کا تخت لایا گیا تھا' حتی کہ آپ نے اس کو دیکھ لیا تھا' سو یہ اس میت پر نماز تھی جس کو امام دیکھ رہا تھا' اور اس کا جنازہ امام کے سامنے تھا اور مقتدیوں کے سامنے نہیں تھا اور یہ اقتداء سے مانع نہیں ہے' ہر چند کہ یہ ایک احتمال ہے لیکن اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمران بن الحصین ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا اٹھو اس پر نماز پڑھو' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہوئے اور صحابہ ؓ نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں' آپ نے چار تکبیریں پڑھیں اور وہ یہ گمان نہیں کرتے تھے کہ اس کا جنازہ آپ کے سامنے تھا۔ (۲)

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ واقع میں ان کے گمان کے خلاف تھا' یا تو حضرت عمران ؓ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سن لیا تھا اور یا ان کے لیے جنازہ منکشف کر دیا گیا تھا' یا یہ صرف نجاشی کی خصوصیت تھی اور دوسرا کوئی اس کے ساتھ لاحق نہیں ہے جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت ؓ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی شہادت دو شہادتوں کے برابر ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دوسرے صحابہ ؓ کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے' جیسے حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی ؓ ' حضرت

۱۔(شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴۰ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ ھ)

۲۔(صحیح ابن حبان' رقم الحدیث ۳۱۰۲)

جبرائیل (علیہ السلام) تبوک میں نازل ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ مدینہ میں فوت ہو گئے کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے لیے زمین سمیٹ دی جائے اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انھوں نے اپنے دونوں پر زمین پر مارے تو ان کا تخت اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا' آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں' اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے' پھر وہ تخت واپس ہو گیا' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت جبرائیل (علیہ السلام) سے پوچھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ فضیلت کس وجہ سے حاصل کی۔ انھوں نے کہا وہ سورہ "قل ھو اللہ احد"۔ سے محبت رکھتے تھے اور آتے جاتے' اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اس کو پڑھتے تھے۔ [1]

امام واقدی رحمہ اللہ نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منبر پر بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا کی' آپ نے فرمایا ان کے لیے استغفار کرو' وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں دوڑ رہے ہیں' پھر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے پھر آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا کی' آپ نے فرمایا ان کے لیے استغفار کرو' وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں دوڑ رہے ہیں' دو پروں کے

۱۔(اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ (رض) سے روایت کیا ہے' مسند الشامیین' رقم الحدیث: ۸۳۱' المعجم الکبیر' رقم الحدیث: ۷۵۳۷' اور امام ابن السنی نے بھی روایت کیا ہے عمل الیوم واللیلۃ رقم الحدیث: ۱۸۰) اور امام ابن سعد نے اس کو طبقات میں حضرت انس (رض) سے روایت کیا ہے)

ساتھ جہاں چاہے جنت میں دوڑ رہے ہیں۔ (۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے خصوصیت کا دعویٰ اس وقت کیا ہے جب ان کا تخت لایا گیا ہو نہ وہ دکھائی دیئے گئے ہوں، علاوہ ازیں مغازی میں اس کی دونوں سندیں ضعیف ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے اور طبقات کی سند میں علاء بن یزید ضعیف ہے اور امام طبرانیؒ کی سند میں بقیہ بن ولید معنعن ہے، پھر خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ان لوگوں اور نجاشی کے سوا اور کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، اور ان کے متعلق یہ تصریح ہے کہ ان کا جنازہ آپ کے سامنے لایا گیا تھا اور آپ ان کو دیکھ رہے تھے، جب کہ بہت سے صحابہؓ متعدد سفروں میں غائبانہ فوت ہوجاتے تھے مثلاً حبشہ اور متعدد غزوات میں، اور سب سے زیادہ عزیز آپ کو ستر قاری تھے جن کو تبلیغ کے لیے کافر لے گئے اور ان کو قتل کر دیا لیکن یہ کہیں منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھی ہو حالانکہ صحابہؓ میں سے جو فوت ہوجاتے آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی مرجائے تم مجھے اس کی خبر دو کیونکہ اس کے اوپر میری نماز (جنازہ) اس کے لیے رحمت ہے۔ (۲)

میں (محمد طاہر) کہتا ہوں کہ غائبانہ نماز جنازہ والی دلیل بہت کمزور ہے۔ عدم غائبانہ نماز جنازہ والی دلیل بہت مضبوط ہے۔ لہٰذا میں اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے ساتھ ہوں۔ اس کے متبادل جو لوگ غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے ہیں ان پر بھی طعن و تشنیع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ بھی دو ائمہؒ (امام

۱۔ (کتاب المغازی ج ۲ ص ۷۶۲۔۷۶۱، مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

۲۔ (مسند احمد ج ٤ ص ۳۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۷٦۔۲۷۵، سنن نسائی ج ٤ ص ۸٤، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۰۲۸، المستدرک ج ۳ ص ۵۹۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۰۹۲۔۳۰۸۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ٤ ص ۳۵) (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱٤۱۵)

احمد وامام شافعیؒ) سے ثابت ہے۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ ہم کو بتایا گیا کہ یہ آیت نجاشی کے

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے یہودی مراد ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اس میں وہ اہل کتاب مراد ہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے موجود تھے اور جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اتباع کیا تھا۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٢٠٠ ﴾

اے ایمان والو! صبر کرو (ثابت قدم رہو) اور استقامت رکھو اور (مورچوں پر) جمے رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم مراد حاصل کرلو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تین باتوں کی نصیحت کی ہے جو ہر طرح کی سعادت اور نیک بختی کا ذریعہ ہیں، پہلی نصیحت صبر کی ہے کہ بندہ مومن گناہوں سے اجتناب کرے، مصائب پر صبر کرے اور ان اوامر کے بجالانے اور نواہی سے اجتناب کرے جن کا اللہ نے حکم دیا اور صبر کی اس صفت پر مداومت اختیار کرے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ اللہ کے دین اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے مورچہ بند رہے اور تیسری صفت یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ آخر میں فرمایا کہ کامیابی اور فلاح دارین کا یہی ذریعہ ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا: دشمنوں سے مقابلہ کے لیے جہاد کے مورچوں پر ڈٹے رہنا رباط کہلاتا ہے۔ غزوہ احد میں بعض مسلمانوں نے اس مورچے کو چھوڑ دیا جہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو متعین کیا تھا چونکہ ان کی اس نافرمانی کی وجہ سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آخر میں پھر اسی بات پر زور دیا کہ مورچوں پر جمے رہا کرو، آئندہ کبھی مورچوں کو نہ چھوڑنا۔ وہیں رہ کر دشمن کے حملے کو روکو۔ میدان جنگ اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ بہت سی احادیث میں اس کی ترغیب اور اس پر بہت زیادہ ثواب ملنے کا بھی ذکر ہے۔

سیدنا سہل بن سعد ساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ کے راستے میں ایک دن (سرحدوں پر) پہرا دینا دنیا اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے اس سب سے بہتر ہے۔ "۔۔۔۔۔ [1]

سیدنا سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ کے راستے میں ایک دن اور ایک رات پہرا دینا ایک مہینے کے صیام وقیام سے بہتر ہے اور اگر اس حالت میں مجاہد فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جو عمل وہ کیا کرتا تھا اور اس کے مطابق اس کا رزق بھی جاری رہے گا، نیز وہ آزمائش سے بھی محفوظ رہے گا۔" [2]

سیدنا فضالہ بن عبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ہر میت کے عمل کو ختم کر دیا جاتا ہے، سوائے اس کے جو اللہ کے راستے میں پہرا دیتے ہوئے فوت ہوا ہو، اس کا عمل

۱۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب فضل رباط يوم في سبيل الله وقول الله عز وجل (يأيها الذين آمنوا اصبروا۔۔ الخ): ۲۸۹۲]

۲۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الرباط في سبيل الله: ۱۹۱۳]

قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔"[١]

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "دو آنکھیں ایسی ہیں کہ جن کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے رو پڑی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں رات کو پہرا دیتے ہوئے بیدار رہی۔"[٢]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "دینار و درہم کا بندہ اور کپڑے کا بندہ تباہ و برباد ہو گیا کہ اگر اسے دیا جائے تو وہ خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے، ایسا شخص تباہ و برباد ہو، پھر تباہ و برباد ہو اور اگر اسے کانٹا چبھے تو نکالا نہ جائے اور اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کے راستے میں پکڑے ہوئے ہو، اس کے سر کے بال بکھرے ہوں اور پاؤں غبار آلود ہوں، اگر اسے پہرے داروں میں رکھا جائے تو وہ پہرے داروں میں رہے اور اگر اسے لشکر کے پچھلے حصے میں رکھا جائے تو وہ پچھلے لوگوں میں رہ جائے اور اگر وہ اجازت طلب کرے تو اسے اجازت نہ دی جائے اور اگر وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے۔"
[٣]

"مرابطہ" کے معنی عبادت میں ہمیشگی کرنا اور ثابت قدمی سے جم جانا۔ احادیث میں تکلیف کے اوقات میں پوری طرح وضو کرنے، مسجد کی طرف چل کر آنے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کے بھی بیان کیے گئے ہیں۔

١۔[أبوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی فضل الرباط: ٢٥٠٠۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل من مات مرابطاً: ١٦٢١]

٢۔[ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ: ١٦٣٩]

٣۔[بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ: ٢٨٨٧]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف فرما دے اور تمہارے درجات بلند کر دے؟“ صحابہؓ نے کہا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”وہ ہے ایسے اوقات میں اچھی طرح وضو کرنا جب یہ دشوار ہو (مثلاً سخت سردی میں)، مسجدوں کی طرف زیادہ آنا جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا، پس یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔“ ١

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ: یعنی اپنے تمام امور و معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو، سیدنا ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے فرمایا: ”اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو اور گناہ کے بعد نیکی کرتے رہو، کیونکہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آؤ۔

٢ ----

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک عورت کے قریب سے گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی' آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو اس نے کہا ایک طرف ہٹو تم کو میری طرح مصیبت نہیں پہنچی' اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' اس کو بتایا گیا کہ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دروازہ پر آئی وہاں اس نے کوئی دربان نہیں پایا' اس نے کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' آپ نے فرمایا جب پہلی بار صدمہ (یا مصیبت نہیں پہنچی' اس نے آپ کو پہنچانا نہیں تھا' آپ نے فرمایا جب پہلی بار صدمہ (یا مصیبت) پہنچے اسی وقت (نفس کو روکنا) صبر ہوتا ہے۔

١۔[مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل إسباغ الوضوء علی المکارہ:٢٥١]

٢۔[ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معاشرۃ الناس:١٩٨٧]

---[1]

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے ایک دن انتظار کیا حتی کہ سورج ڈھل گیا' پھر آپ نے لوگوں میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی توقع نہ کرو' اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو' اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو (یعنی بزدلی نہ کرو) اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔[2]

امام احمد بن حنبل متوفی ؒ ٢٤١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ بیان کرتی ہیں کہ جس دن سورج گرہن ہوا اس دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گھبرائے آپ نے اپنی قمیص پہنی' اور چادر اوڑھی' پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس میں بہت لمبا قیام کیا پھر آپ نے رکوع کیا' میں نے دیکھا کہ ایک عورت مجھ سے عمر میں بڑی تھی اور کھڑی ہوئی تھی اور ایک عورت میری بہ نسبت بیماری تھی وہ بھی قیام میں تھی تو میں نے دل میں کہا میں تمہاری بنسبت زیادہ حقدار ہوں کہ طول قیام کی مشقت پر صبر کروں۔[3]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ؒ متوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمہ بن صخر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر ایک رات کو اس سے جماع کر لیا' صبح نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ واقعہ عرض کیا: آپ نے فرمایا اے سلمہ! تم

١۔(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ج ١٢٨٣' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ٩٢٦)

٢۔(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ٦٦' ٢٩٦٥' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ١٨٧٧)

٣۔(مسند احمد ج ٦ ص ٣٤٩' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ١٣٩٨ھ)

نے یہ کام کیا؟ میں نے دو مرتبہ عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ سے تقصیر ہو گئی اور میں اللہ کے حکم پر صابر ہوں' آپ کو جو اللہ فرمائے آپ مجھے اس کا حکم دیجئے۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب مشرکین کو معاف کر دیتے تھے اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کرتے تھے۔ (۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری رحمہ اللہ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص اپنے امیر کی کوئی ناگوار چیز دیکھے وہ اس پر صبر کرے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہوا' اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (۳)

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی رحمہ اللہ متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک مجلس میں تشریف فرما تھے' آپ ہنسے' پھر آپ نے فرمایا کیا تم مجھ سے نہیں دریافت کرتے کہ میں کس وجہ سے ہنسا ہوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے' اس کا ہر حال خیر ہے اگر اس کو کوئی پسندیدہ چیز ملے اور وہ اس پر اللہ کی حمد کرے تو یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس کو کوئی ناگوار چیز ملے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ بھی اس کے لیے خیر ہے اور مومن کے سوا کوئی شخص ایسا

۱۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۲۱۳)
۲۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ج ۶۲۰۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۷۹۸)
۳۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۸۴۹)

نہیں ہے جس کا ہر حال خیر ہو۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات سرحد کی حفاظت کرنا، ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے افضل ہے، اور اگر وہ مرگیا تو اس کا یہ اجر جاری رہے گا اور وہ فتنہ میں ڈالنے والے سے محفوظ رہے گا۔ (۲)

سورۃ النساء۔ ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سورہ النساء مدنی ہے، اس میں ۲۴ رکوع ہیں اور ۱۸۶ آیتیں ہیں۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ چوتھی سورت ہے اور نزول کے اعتبار سے یہ سورہ ممتحنہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ یہ سورہ البقرہ کے بعد سب سے بڑی سورت ہے۔

۱۔ (سنن دارمی، رقم الحدیث: ۲۷۸۰، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۹۹۹، مسند احمد ج ٤ ص ۳۳۳، ۳۳۲، ج ٦ ص ۱۵۱٦)

۲۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۹۱۳، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۳۱٦۸، ۳٦۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۱٦۷، مسند احمد، ج ۲ ص ۱۷۷، ج ٥ ص ٤٤۱، ٤٤۰، تحفۃ الاشراف: رقم الحدیث: ٤٤۹۱)

سورہ النساء کا زمانہ نزول اور وجہ تسمیہ

بعض قرائن کی بناء پر علماء نے یہ کہا ہے کہ سورہ النساء کا زمانہ نزول ۳ ھ کے اواخر سے لے کر ٤ ھ کے اواخر یا ٥ ھ کے اوائل تک ہے' شوال ۳ ھ میں جنگ احد ہوئی تھی جس میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے اور اس وقت ان مسلمانوں کی وراثت اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہوا تھا اس لیے مسلمانوں کی وراثت اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت سے متعلق آیات اس موقع پر نازل ہوئیں۔ نماز خوف غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی گئی تھی اور یہ غزوہ ٤ ھ میں پیش آیا تھا اس لیے نماز خوف سے متعلق آیات اس موقع پر نازل ہوئیں اور تیمم کی اجازت غزوہ بنو مصطلق میں دی گئی تھی یہ غزوہ ٥ ھ میں ہوا تھا اور اسی موقع پر تیمم کی آیات نازل ہوئی تھیں۔ ٤ ھ میں بنو کا مدینہ سے اخراج ہوا تھا اس لیے اس سے متعلق آیتیں اس موقع پر نازل ہوئیں۔

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ سورہ بقرہ اور سورہ النساء ایسے زمانے میں نازل ہوئیں جب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس تھی۔ [۱]

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ سورہ نساء کے بارے میں مجھ سے جو چاہو پوچھو، میں نے قرآن کو چھوٹی عمر ہی میں پڑھ لیا تھا۔ [۲]

ابن الضریسؒ نے اپنے فضائل میں ونحاسؒ نے اپنے ناسخ میں وابن مردویہ اور بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ سورہ النساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

۱۔[بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تألیف القرآن:٤٩٩٣]

۲۔[مستدرک حاکم:۲/۳۰۱، ح:۳۱۷۸]

ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ سورہ نساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

سورہ النساء کے فضائل

احمد وابن الضریسؒ نے فضائل قرآن میں ومحمد بن نصرؒ نے الصلاۃ میں اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقیؒ نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے سات سورتوں کو سیکھ لیا تو وہ بڑا عالم ہے۔

بیہقیؒ نے شعب میں واثلہ بن اسقعؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تورات کے بدلہ میں مجھے سات لمبی سورتیں اور دوسو آیات والی سورتیں عطا کی گئیں ہر سورہ سو (آیات) یا اس سے زائد پر مشتمل ہے اور مثانی ہر وہ سورت ہے جو دوسو آیات سے کم ہے اور مفصل سے بڑی ہو۔

قرآن مجید کی پہلی سات بڑی سورتوں کو السبع الطوال کہتے ہیں وہ یہ ہیں: البقرہ' آل عمران' النساء' المائدہ' الانعام' الاعراف' الانفال' اور جن سورتوں میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہوں ان کو مئین کہتے ہیں اور جن سورتوں میں ایک سو سے کم آیتیں ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور مثانی کے بعد مفصل ہیں۔ سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتوں کو طوال مفصل کہتے ہیں۔ سورہ بروج سے سورہ لم یکن تک اوسط مفصل ہیں اور لم یکن سے لے کر آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔

ابو یعلی وابن خزیمہ وابن حبان اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقیؒ نے شعب میں انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک رات کوئی چیز پائی جب صبح ہوئی تو پوچھا گیا یا رسول اللہ! کہ بلاشبہ درد کا اثر آپ پر ظاہر ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا خبردار! جس

طرح تم مجھے دیکھ رہے ہو الحمدللہ میں ٹھیک ہوں میں نے سات لمبی سورتوں کی قرات کی ہے۔

احمدؒ نے حذیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں ایک رات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کھڑا ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سات لمبی سورتیں سات رکعتوں میں پڑھیں۔

ایک رکعت میں سات لمبی سورتوں کی تلاوت

عبدالرزاقؒ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعض اہل وعیال سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ رات گزاری تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات کو کھڑے ہوئے اپنی طبعی حاجت کو پورا فرمایا پھر آپ مشکیزے کے پاس تشریف لائے اس کو اوندھا کر کے تین مرتبہ اپنی ہتھیلیوں کو دھویا پھر وضو فرمایا اور سات لمبی سورتیں ایک رکعت میں پڑھیں۔

الحاکمؒ نے ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے سورہ نساء کے بارے میں سنو۔ کیونکہ میں نے قرآن کو پڑھا (اس حال میں) کہ میں چھوٹا تھا۔

ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا جو شخص سورہ نساء کو پڑھے وہ یہ بھی سیکھے کہ کون کس کس کو ورثہ سے روکتا ہے (یعنی وراثت سے) (مطلب یہ ہے) کہ علم الفرائض (میراث کے احکام) کو بھی ضرور سیکھے۔

مضامین کا خلاصہ

رکوع 1۔ تقویٰ کی تاکید، انسان کی خلقت، رشتہ داروں کے حقوق، یتیم کے ساتھ حسن سلوک، عدل کی شرط کے ساتھ چار شادیوں کی اجازت اور مہر کی ادائیگی کی تاکید۔ کم عقلوں کی پرورش، یتیم کے مال کی

حفاظت، مردوں، عورتوں اور یتیموں کے حصوں کا بیان اور یتیم کا مال کھانے پر وعید ہے۔

رکوع 2۔ احکام وراثت کا مفصل بیان۔

رکوع 3۔ فاحشہ کی سزا، توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کا بیان، عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور مہر دے کر واپس نہ لینے کی تاکید اور محرمات نکاح مذکور ہیں۔

رکوع 4۔ محرمات نکاح اور باندی کے نکاح کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

رکوع 5۔ انسان کا خلقی طور پر کمزور ہونا۔ ناحق کسی کا مال کھانے اور کسی کو ناحق قتل کرنے کی ممانعت اور ایسا کر گزرنے پر وعید، گناہوں سے بچنے پر انعام اور ورثاء کو ان کا حق ادا کرنا۔

رکوع 6۔ عورتوں پر مردوں کی فضلیت اور اس کی حکمت، گھریلو تنازعوں میں منصف بنانے کا حکم، حقوق العباد، بخل وریا کاری کی ممانعت اور ایمان کی ترغیب، نیکیوں کے دوگنا ہونے کا بیان، روز قیامت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گواہی اور نافرمانوں کا کف افسوس ملنا۔

رکوع 7۔ نشے اور جنابت کی حالت میں نماز کی ممانعت، تیمم کا حکم، کفار کی گمراہی پر تنبیہ، اللہ تعالیٰ کی مدد اور کفار کی چند گستاخیوں کا ذکر، ایمان لانے کی دعوت اور مشرک کی بخشش نہ ہونے کا بیان ہے۔

رکوع 8۔ کتاب اللہ پر ایمان نہ لانے والوں کا ذکر، یہود کا حسد، منکرین پر عذاب اور مومنین پر انعامات، امانتوں کی ادائیگی اور عدل وانصاف کا حکم۔

رکوع 9۔ کفار کی گمراہی، منافقین کی احکام دین سے روگردانی اور ان کے حیلے بہانے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کا حکم، ایمان کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حاکم بنانے کی شرط، منافقوں کو نصیحت، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت پر انعام اور انعام یافتہ لوگوں کا

بیان ہے۔

رکوع 10۔مومنین کو جہاد میں نکلتے وقت احتیاط کی تاکید، جہاد کے بارے میں منافقین کے طرز عمل اور جہاد کے فضائل کا ذکر مکہ کے کمزور مسلمانوں کی دعاء، شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کا حکم اور شیطانی تدابیر کی کمزوری کا ذکر ہے۔

رکوع 11۔ جہاد کی تاکید، موت کے وقت کا معین ہونا۔منافقین کے چند غلط عقائد کی تردید، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پوری انسانیت کے لیے نبی ہونا اور آپ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت قرار دینا۔اللہ تعالیٰ کے کارساز ہونے اور قرآن کی حقانیت کا بیان، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتال کا حکم، اچھی سفارش پر اجر اور پھر توحید کا بیان ہے۔

رکوع 12۔ ہدایت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا۔کفار کی ایک خواہش، منافقوں سے قتال کا حکم، صلح کی خواہش رکھنے والوں سے صلح کی تاکید، اور عہد توڑنے والوں سے قتال کا حکم۔

رکوع 13۔مومن کا قتل خطاء، قتل خطاء کی دیت اور قتل عمد کی سزا، جہاد کے بارے میں احتیاط کی تاکید اور مجاہدوں کے مراتب وانعامات کا بیان ہے۔

رکوع 14۔ مغلوب مسلمانوں کے ہجرت نہ کرنے پر وعید، کمزور مسلمانوں کے لیے رخصت، معذور مسلمانوں کی معافی اور مہاجر کے لیے اجر وانعامات کا ذکر ہے۔

رکوع 15۔مسافر کے لیے نماز کو قصر کرنے اور صلوٰۃ خوف کا بیان ہے، ہر وقت خدا کو یاد کرنے اور دشمن کے مقابلے میں ہمت نہ ہارنے کی تاکید ہے۔

رکوع 16۔خائن کی سفارش کی ممانعت اور استغفار کرتے رہنے کی تاکید، گناہوں سے توبہ کرنے والے کی

معافی اور کسی پر تہمت لگانے والے کا خسارہ میں رہنا مذکور ہے۔

رکوع 17۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اللہ تعالیٰ کا فضل، نیک کام پر اجراور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت پر وعید ہے۔

رکوع 18۔ مشرک کی بخشش نہ ہونے، شیطان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کے پیروکاروں پر عذاب کا بیان، نیک لوگوں کی جزا، برے اعمال کی سزا، ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے والے کے حق پر ہونے اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا ذکر ہے۔

رکوع 19۔ یتیم لڑکیوں کے نکاح کا بیان، یتیموں کے ساتھ انصاف کا حکم، زوجین کے درمیان صلح، بیویوں کے درمیان عدل وانصاف، زوجین کا بیان، تمام عالم پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور اس کی لامحدود قدرت اور اخروی اجر وثواب کا بیان ہے۔

رکوع 20۔ مسلمانوں کو انصاف اور سچی گواہی کرنے اور خواہشات نفسانی کی اتباع نہ کرنے کی تاکید، کفر پر مرنے والے کی بخشش نہ ہونے اور منافقین کے لیے دردناک عذاب کی جزااور کفر کی مجالس میں بیٹھنے کی ممانعت ہے۔

رکوع 21۔ منافقین کی دھوکہ دہی اور دکھاوے کے لیے نماز پڑھنے کا بیان، کفار سے دوستی کی ممانعت، منافقوں کے اصل ٹھکانے کی نشاندہی، نفاق سے توبہ کرنے والوں کے لیے بشارت، علانیہ اور پوشیدہ بھلائی کا ذکر، بعض رسولوں پر ایمان لانے اور بعض کا انکار کرنیوالوں کا حقیقی کافر ہونا، کفر کی سزااور تمام انبیاء پر ایمان لانے کا انعام۔

رکوع 22۔ اہل کتاب کا گستاخانہ مطالبہ، یہود کا اللہ تعالیٰ ست عہد اور عہد شکنی پر سزا کا بیان، یہود کی

جانب سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کرنے کے دعوے کی تردید اور ان کو اوپر اٹھا لینے کا اعلان۔ یہود کے جرائم کی وجہ سے ان پر حلال اشیاء کے حرام کئے جانے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لانے والے یہودیوں کا ذکر ہے۔

رکوع 23۔ انبیاء کی طرف وحی بھیجنے، حضرت موسیٰ سے کلام کرنے اور انبیاء کی بعثت کے مقاصد کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی تصدیق، کفار کی گمراہی اور ان کی بخشش نہ ہونا، لوگوں کو بھلائی کی دعوت، اہل کتاب کے باطل عقائد اور ان کو باز آنے کی تاکید ہے

رکوع 24۔ حضرت عیسیٰ کا خدا کا بندہ ہونے اور اس کی بندگی تسلیم نہ کرنے پر وعید، نور مبین (قرآن مجید) کے نزول اور مسلمانوں کو صراط مستقیم کی خوش خبری، میراث میں کلالہ کا حکم اور میراث کے مزید احکام مذکور ہیں۔

﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿١﴾ ﴾

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اس جان سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا

دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو۔ اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام بنی نوع انسان کو، چاہے وہ مومن ہوں یا کافر، یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور دنیا میں رحم کے ذریعے جو رشتہ داریاں قائم ہیں، ان کا خیال رکھیں اور ان اسباب کو بیان کیا ہے جو دونوں کے وجوب ولزوم کا تقاضا کرتے ہیں۔ اللہ سے اس لیے ڈرتے رہنا ہے کہ وہی انسان کا رب ہے، اسی نے اسے پیدا کیا ہے، وہی اسے روزی دیتا ہے، اور اس پر اس کے بیشمار احسانات ہیں۔ اسی نے انسان کو آدمؑ سے پیدا کیا اور آدمؑ ہی کی بائیں پسلی سے اس کی بیوی حواؑ کو پیدا کیا، تاکہ انسان کی بیوی اس کے مناسب حال ہو، اس کی قربت سے اسے سکون وراحت ملے اور اللہ کی نعمت اس پر تمام ہو۔ اللہ سے اس لیے ڈرتے رہنا ہے کہ آدمی اللہ کا نام لے کر ہی اپنی کوئی حاجت کسی کے سامنے رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مسؤل کے دل میں اللہ کی کبریائی اور عظمت کا جو تصور ہے، اس کے پیش نظر اس کی مانگ پوری کرے گا۔ اللہ کی اس عظمت وکبریائی کا تقاضا ہے کہ آدمی اس کی عبادت کرے اور اس سے ڈرتا رہے۔ آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ تمہارے احوال و اعمال سے واقف ہے، اس سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے، اس لیے آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح گزارے کہ اس کے دل ودماغ میں یہ بات ثبت ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے تمام اعمال اس کی نگاہ میں ہیں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ: یعنی پوری نوع انسانی آدم (علیہ السلام) کی نسل سے ہے۔

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”(روزِ محشر) لوگ آدم (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے آدم! آپ انسانوں کے باپ ہیں اور آپ کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔“ ①

سیدنا جریر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں جب خاندان مضر کے لوگ حاضر ہوئے، (وہ افلاس وفقر کی وجہ سے) چیتھڑے پہنے ہوئے تھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز ظہر کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ آیت پڑھی: (يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَاءَلُوْنَ بِهِ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا) پھر یہ آیت کریمہ پڑھی: (يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ)[الحشر:۱۸] ”اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔“ پھر آپ نے صدقے کی ترغیب دی تو لوگ اپنے درہم و دینار، کپڑے، گندم اور کھجور کے صاع (بھر بھر کے) اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے لگے۔ ②

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا: ارشاد فرمایا: (هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا)[الاعراف:۱۸۹] ”وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے۔“

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی ؒ متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔[بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: (لقد أرسلنا نوحا إلی قومہ):۳۳۴۰]

۲۔مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ:۱۰۱۷]

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمہارا رب واحد ہے اور باپ واحد ہے اور کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر تقویٰ کے سوا کسی اور وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے۔ (۱)

امام احمد بن عمرو بزارؒ متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمہارا رب واحد ہے اور باپ واحد ہے اور تمہارا دین واحد ہے اور تمہارا باپ آدم ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ (۲)

حافظ الہیثمیؒ نے لکھا ہے کہ امام بزارؒ کی سند صحیح ہے۔ (۳)

اس حدیث کو امام احمدؒ متوفی ۲۴۱ھ نے حضرت ابونضرہؓ سے روایت کیا ہے۔ (۴)

امام بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ نے اس حدیث کو حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔ (۵)

امام ابویعلی احمد بن علی موصلیؒ متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دو غلام تھے ایک حبشی تھا اور دوسرا نبطی۔ وہ آپس میں لڑ پڑے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے ایک نے کہا اے حبشی دوسرے نے کہا اے نبطی۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایسا نہ کہو تم دونوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں

۱۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۷٦٤٦ ج ٥ ص ۲۸۹)

۲۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحدیث: ۲۰٤٤، ج ۲ ص ٤۳٥)

۳۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸٤)

۴۔ (مسند احمد ج ٥ ص ٤۱۱)

۵۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ٥۱۳۰، ج ٤ ص ۲۸٦، رقم الحدیث ٥۱۳۷، ج ص ۲۸۹)

سے ہو۔ [1]

بعض لوگ کہتے ہیں کی سادات کا نکاح غیر سادات میں جائز نہیں ہے' ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہوتا ہے، سو اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اسی طرح فائدہ اٹھاؤ گے کہ اس میں برابر ٹیڑھا پن ہوگا۔" [2]

قرآن کی آیت سے معلوم ہوا کہ حوا، آدمؑ سے پیدا ہوئیں اور حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ پسلی سے پیدا ہوئیں۔

عبد بن حمید و ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "خلقنکم من نفس واحدۃ" سے مراد ہے کہ آدم اور "وخلق منھا زوجھا" سے مراد ہے حوا کو آدم (علیہ السلام) کی چھوٹی پسلی سے پیدا کیا جبکہ آدم (علیہ السلام) سو رہے تھے (حوا کو دیکھ کر) فرمایا۔ انا نبطی زبان میں (انا) سے عورت مراد ہے۔

عبد بن حمید و ابن المنذرؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حوا کو آدم (علیہ السلام) کی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا اور ابلیس کی بیوی کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا۔

ابن ابی حاتم ؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وخلق منھا زوجھا" سے مراد ہے کہ حضرت حوا کو

۱۔(مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ٤١٣١' ج ٤ ص ١٦٤' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ٥٧٣' ج ١ ص ٣٤٥' ۔ ٣٤٤) حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف راوی ہے لیکن اس کی حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ٨ ص ٨٦)

۲۔[بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریۃ: ٣٣٣١، ٥١٨٤]

آدم (علیہ السلام) کی سب سے چھوٹی پسلی سے پیدا کیا گیا اور وہ سب پسلیوں میں سے سب سے نیچے والی پسلی ہے۔

وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً: یعنی آدم وحوا (علیہ السلام) سے بہت سے مرد وعورت پیدا فرمائے اور انھیں مختلف اصناف وصفات اور مختلف رنگ اور بولیاں عطا فرما کر اطراف واکناف عالم میں پھیلا دیا، ارشاد فرمایا: (يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ ؕ)[الحجرات:١٣] "اے لوگو! بیشک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بیشک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ: اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر عموماً انسان ایک دوسرے سے رحم وکرم کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اور اس کی بہت بڑی شان ہے، لہٰذا اس کا واسطہ بھی بہت باعظمت ہے۔ تمام انسانوں کو اس کے واسطے کی قدر کرنی چاہیے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص تم سے اللہ کے واسطے سے پناہ چاہے اسے پناہ دے دو اور جو اللہ کے واسطے سے کچھ مانگے اسے دے دو۔"[1]

وَالۡاَرۡحَامَ: فرمایا اور رشتوں کے قطع کرنے سے بھی ڈرو، کیونکہ رشتے کا قطع کرنا بہت بڑا گناہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمۡ وَاَعۡمٰٓى اَبۡصَارَهُمۡ)[محمد:٢٢،٢٣]"

١۔[أبوداوٗد، کتاب الزکوۃ، باب عطیة من سأل باللہ عزوجل:١٦٧٢]

پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ پس انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔“

سیدنا جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”رشتے ناتے توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔“ [۱]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”بیشک اللہ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا، جب اللہ تعالیٰ تخلیق سے فارغ ہوا تو رشتے نے کہا، (اے اللہ!) قطع رحمی سے تیری پناہ طلب کرنے کا یہی موقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں، کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ میں اسے ملاؤں جو تجھے ملائے اور اسے توڑ دوں جو تجھے توڑے۔ رشتہ نے کہا، ہاں، اے میرے رب! (میں راضی ہوں)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو بس یہ تیرے لیے ہے۔“ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ) [محمد:۲۲] ”پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔“ [۲]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”رحم (یعنی رشتہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی) رحمن سے نکلا ہے، اللہ تعالیٰ نے رشتہ سے فرمایا تھا، جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے قطع کرے گا میں اسے قطع کروں گا۔“ [۳]

۱۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب إثم القاطع: ۵۹۸۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم: ۲۵۵۶]

۲۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله: ۵۹۸۷۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم: ۲۵۵۴]

۳۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله: ۵۹۸۸۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم: ۲۵۵۵]

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی موت میں تاخیر ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔“ [۱]

سیدنا ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔“ [۲]

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے رشتہ ملاتا ہوں اور وہ مجھ سے رشتہ توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں جبکہ وہ میرے ساتھ جہالت کا سلوک کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم ایسا کر رہے ہو جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے تو گویا تم ان کے منہ پر گرم راکھ رکھ رہے ہو اور جب تک تم اس حال پر قائم رہو گے ان کے مقابلہ میں تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے ہمیشہ ایک مددگار رہے گا۔“ [۳]

سیدہ اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ جس زمانہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی (قریش سے) صلح تھی، اس زمانہ میں میری ماں اس حالت میں (میرے پاس) آئی کہ اسے اسلام میں کوئی رغبت نہ تھی۔ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا، کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہوں؟

۱۔[بخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم: ۵۹۸۵۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم: ۲۵۵۷]

۲۔[بخاری، کتاب الأدب، باب فضل صلة الرحم: ۵۹۸۳]

۳۔[مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم: ۲۵۵۸]

آپ نے فرمایا: "ہاں!"۔ [1]

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا: یعنی بیشک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور تمہارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا، سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حدیث جبرائیل میں فرمایا: "اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" [2]

﴿ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② ﴾

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو، اور اچھے مال کو خراب مال سے تبدیل نہ کرو، اور ان (یتیموں) کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ، بیشک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

شان نزول: آیت "واتوا الیتمی اموالهم"

[1] ۔[بخاری، کتاب الأدب، باب صلة المرأة أمها ولها زوج: ۵۹۷۹]

[2] ۔[بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبرائیل النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۵۰۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والإسلام۔۔۔ الخ: ۸]

مقاتل اور کلبی ؒ کہتے ہیں یہ آیت کریمہ قبیلہ بنو غطفان کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی اس کے یتیم بھتیجے کے پاس بہت زیادہ مال تھا جب یتیم بھتیجے نے بلوغت کے بعد مال کا مطالبہ کیا تو چچا نے مال حوالے کرنے سے انکار کردیا یہ دونوں اپنا جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی چچا نے آیت سنتے ہی کہا ہم نے اللہ کا حکم مان لیا اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور ہم بڑے وبال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور بھتیجے کو اس کا مال دے دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص نفس کی ہوس سے بچا لیا گیا اور اسے اس طرح رد کردیا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا جب نوجوان نے اپنا مال لیا تو اس نے بھی اللہ کے راستے میں خرچ کردیا تو رسول اللہ نے فرمایا اجر ثابت ہو گیا اور گناہ باقی رہ گیا صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے اجر کا ثابت رہنا تو جان لیا لیکن گناہ کیسے باقی رہ گیا حالانکہ اس نے مال اللہ کے راستے میں خرچ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ لڑکے کے لیے اجر ثابت ہو گیا اور باپ پر گناہ باقی رہ گیا کیونکہ وہ مشرک تھا۔ (۱)

ابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیر ؒ سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ غطفان کے ایک آدمی کے پاس اپنے بھتیجے کا بہت مال تھا جو یتیم تھا جب وہ یتیم بالغ ہوا تو اس نے اپنے مال کو طلب کیا مگر چچا نے دینے سے انکار کردیا اس یتیم نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شکایت کی تو اس پر یہ آیت "واتوا الیتمی اموالھم" نازل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ یتیموں کو ان کے اموال دے دو (پھر فرمایا) لفظ آیت " ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب " یعنی لوگوں کے حرام مال کو اپنے مال سے تبدیل نہ کرو پھر فرماتے ہیں یہ معنی بھی ہوسکتا ہے اپنے حلال مالوں کی فضول خرچی نہ کرو اور ان کے حرام مال نہ کھاؤ۔

۱۔ (تفسیر قرطبی ج5۔ 8)

عبدبن حمیدوابن جریروابن المنذروابن ابی حاتم اوربیہقیؒ نے شعب الایمان میں مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب“ سے مراد ہے کہ حلال کوحرام سے تبدیل نہ کرواور نہ حرام رزق کے لیے جلدی کرو پہلے اس کے کہ تیرے پاس حلال آجائے جو تیرے لیے مقدر کیا گیا (پھر فرمایا) لفظ آیت ”ولا تاکلوا اموالھم“ یعنی نہ کھاؤان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملاتے ہوئے (پھر فرمایا) لفظ آیت ”انہ کان حوبا کبیرا“ یعنی حوب سے مراد گناہ ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا، مسلمان پاک دامن بے قصور عورت پر تہمت لگانا۔ [1]

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہؒ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مسلمانوں کا سب سے اچھا گھروہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور سب سے برا گھروہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔ [2]

۱۔(صحیح البخاری۔رقم الحدیث ۶۸۵۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث، ۲۸۷۴، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۶۷۳)

۲۔(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث، ۳۶۷۹، ج ٤ ص ۱۹۳، مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت، ۱٤۱۶) اس حدیث میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں اس کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن ابی سلیمان ہے، امام بخاری نے کہا وہ منکرالحدیث ہے، (تاریخ الکبیر ج ۸ ص ۲۹۹۹) امام ابوحاتم نے کہا وہ مضطرب الحدیث ہے (الجرح والتعدیل ج ۹ ص ۶۳۸) امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔(کتاب الثقات ج ۹ ص ۲۶٤)

امام احمد بن حنبل متوفی ؒ ۲۴۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی آپ نے فرمایا: یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔ [۱]

یتیم کے مال میں ردو بدل کرنا بڑا گناہ ہے

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ایک آدمی یتیم کی بکریوں میں سے موٹی بکری لے لیتا تھا اور اس کی جگہ دبلی بکری ڈال دیتا تھا اور کہتا تھا یہ بکری ہے اس کی بکری کے بدلہ میں اور کھرا درہم لے لیتا تھا اور اس کی جگہ کھوٹا درہم دے دیتا تھا اور کہتا تھا یہ درہم ہے اس درہم کے بدلہ میں۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی آدمی عورتوں اور بچوں کا وارث نہیں بناتے تھے بڑا آدمی مال لیتا مال میں سے اس کا عمدہ حصہ ہوتا اور خراب حصہ چھوٹے کے لیے ہوتا۔

عبد بن حمید و ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم" کے بارے میں روایت کیا کہ یہاں الی مع کے معنی میں ہے یعنی ان کے مال نہ کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت یتیموں کے مال کے بارے میں نازل ہوئی تو انھوں نے یتیموں کے مال کو اپنے مال سے ملانے کو ناپسند کیا اور یتیم کے ولی نے یتیم کے مال کو اپنے مال سے الگ کر دیا تو یتیموں نے اس بات کی شکایت کی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس تو اس پر اللہ

۱۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۷، ۲۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت) اس حدیث کی سند صحیح ہے (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۶۰)

تعالیٰ نے یہ آیت "ویسئلونک عن الیتمی قل اصلاح لھم خیروان تخالطوھم فاخوانکم" نازل فرمائی یعنی ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ مت ملاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "حوبا کبیرا" سے بڑا گناہ مراد ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "حوبا کبیرا" سے مراد ہے ظلم۔

﴿ وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى فَانْكِحُوۡا مَا طَابَ لَـكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ‌ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ‌ ؕ ذٰ لِكَ اَدۡنٰٓى اَلَّا تَعُوۡلُوۡا ؕ‏ ﴿۳﴾ ﴾

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے معاملے میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہارے لیے جائز ہوں ان سے دو دو، تین تین، چار چار تک نکاح کرلو پھر اگر تم ڈرو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک ہی بیوی کافی ہے، یا جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں (یعنی لونڈیاں)۔ یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تم بے انصافی سے بچ جاؤ۔

شان نزول

عبد بن حمید و بخاری و مسلم ونسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وبیہقیؒ نے اپنے سنن میں عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "وان خفتم الاتقسطوا فی الیتمی" کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے کہا اے بھتیجے ایک سرپرست کے زیر پرورش ایک یتیم لڑکی ہوتی جو اس کے مال میں شریک ہوتی ہے۔ اس شخص کو اس لڑکی کا مال اور اس کا حسن و جمال پسند آتا وہ اس کے مہر میں عدل وانصاف کئے بغیر اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا اور اس لڑکی کو جتنا مہر دوسرے لوگ دیتے اس سے کم مہر دینا چاہتا تو ایسے لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا حتی کہ وہ ان کے مہر میں عدل وانصاف کریں اور رواج کے مطابق ان جیسی لڑکیوں کو جتنا مہر ملتا ہے اتنا مہر ان کو دیں۔ (اور اگر وہ ایسا نہ کریں) تو ان یتیم لڑکیوں کے سوا اور لڑکیاں جو ان کو پسند ہوں ان سے نکاح کرلیں۔ اور لوگ (یعنی صحابہ کرام (رض) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھتے تھے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "ویستفتونک فی النساء" حضرت عائشہ (رض) نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا قول دوسری آیت میں ہے لفظ آیت "وترغبون ان تنکوھن" (یعنی) تم میں سے کسی کا اعراض کرنا اس یتیم بچی سے جبکہ وہ قلیل مال اور قلیل جمال والی ہو اور روک دیا گیا کہ وہ نکاح کریں دوسری عورتوں سے جس سے رغبت کریں اس کے مال اور اس کے جمال میں مگر انصاف کے ساتھ ان سے اعراض کرنے کی وجہ سے جبکہ وہ قلیل مال اور قلیل جمال والی ہوں۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تم کو وہ شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اس کے خلق پر تم راضی ہو تو اس سے تم (اپنی لڑکی کا) نکاح کردو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔ (۱)

امام عبدالرزاق بن ھمام ؒ متوفی ۲۱۱ نے اس حدیث کو کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ابی کثیر ؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کی امانت اور خلق پر تم راضی ہو تو اس کے ساتھ نکاح کردو خواہ وہ کوئی شخص ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔ (۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابو عمرو بن حفص ؓ نے مجھے طلاق دے دی اور وہ خود غیر حاضر تھے۔ ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ ؓ کے پاس کچھ جو، بھیجے وہ ناراض ہوگئیں وکیل نے کہا بہ خدا تمہارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے، حضرت فاطمہ ؓ رسول اللہ کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا تمہارا اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے پھر آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت

۱۔ (الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۰۸۴، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۹۶۷، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۸۲، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴، مراسیل ابو داؤد ص ۱۱ کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۴۶۹۵، مصابیح السنۃ، رقم الحدیث: ۲۲۹۵)

۲۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۳۲۵، ج ۶ ص ۱۵۳۔۱۵۲)

گزاریں، پھر فرمایا ان کے ہاں تو میرے اصحاب آتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہے تم آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکوگی اور جب تمہاری عدت پوری ہوجائے تو مجھے خبر دینا وہ کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہوئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوجہم ؓ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں اور رہے معاویہ ؓ تو وہ مفلس آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید ؓ سے نکاح کرلو، میں نے انکو ناپسند کیا آپ نے پھر فرمایا اسامہ ؓ سے نکاح کرلو، میں نے ان سے نکاح کرلیا اور اللہ نے اس میں خیر ڈال دی اور عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں۔ [۱]

حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ قریش کے ایک معزز گھرانے کی خاتون تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ غلام زادے تھے ان کے کفو نہ تھے، لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ نکاح کر کے یہ واضح کردیا کہ غیر کفو میں بھی نکاح جائز ہے اور بسا اوقات اس میں بڑی خیر ہوتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ٢٥٦ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کے بیٹے ابوحذیفہ ؓ جنگ بدر میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے، حضرت ابوحذیفہ ؓ نے سالم کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا، سالم ایک انصاری عورت کے غلام تھے، حضرت ابوحذیفہ ؓ نے سالم کے ساتھ اپنی سگی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کردیا تھا۔ [۲]

۱۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱٤۸۰، جامع ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۳٥، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۸٤، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳٤۱۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸٦۹، موطا امام مالک، رقم الحدیث: ۱۲۳٤ مسند احمد ج ٦ ص ٤۱۲)

۲۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٥۰۸۸، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۳۲۲۸، مصنف عبدالرزاق ج ٦ ص ۱٥٥، سنن کبری بیہقی ج ۷ ص ۱۳۷)

اس حدیث میں بھی یہ مذکور ہے ایک آزاد قریشیہ کا نکاح ایک غلام سے کیا گیا۔

ان احادیث میں تصریح ہے کہ نکاح کے جواز کے لیے نصب میں کفواور مساوات اور مماثلت کی شرط لگانا از روئے اسلام صحیح نہیں ہے۔

اسلام میں موجود کفو کے تصور سے مراد ذات پات اور قوم قبیلہ نہیں ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں جن عورتوں سے نکاح کو ممنوع قرار دیا گیا ہے ان کے علاوہ کسی بھی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔ ہر عاقل و بالغ لڑکا، لڑکی اپنی پسند اور رضامندی سے نکاح کر سکتے ہیں، خواہ وہ کسی بھی قوم و قبیلے سے ہوں، شرعاً کوئی پابندی نہیں ہے۔

جب والدین اور سرپرست رشتہ طے کریں تو اس میں لڑکے لڑکی کی رضامندی، پسند و ناپسند، قد کاٹھ، شکل وصورت اور تعلیم وتربیت کی مناسبت کا خیال ضرور رکھیں تاکہ ان میں ذہنی ہم آہنگی پائی جائے تو اسی کو کفو تصور کیا جائے۔

یتیم بچی پر ظلم کرنا بڑا عظیم گناہ ہے

بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کے پاس ایک یتیم بچی تھی تو اس نے اس سے نکاح کرلیا اس کے کھجور کے پھل دار درخت اس کا پھل بھی روک لیتا تھا اور اپنی طرف سے کوئی چیز نہ دیتا تو اس کے بارے میں یہ آیت "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی" نازل فرمائی اور میں خیال کرتی ہوں کہ وہ یتیم بچی ان کھجوروں میں اور اس کے مال میں شریک تھی۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت یتیم بچی کے بارے میں نازل ہوئی جو ایک آدمی کے پاس رہتی تھی اور وہ بچی مال والی تھی شاید کہ اس نے نکاح کرلیا

تھا اس کے مال کی وجہ سے حالانکہ وہ اس کو نہ پسند کرتا تھا پھر وہ اس کو مارتا تھا اور اس کے ساتھ برا سلوک کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نصیحت فرمائی۔

ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں وابن جریر وابن المنذرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ قریش میں سے ایک آدمی تھا جس کے پاس کئی عورتیں اور یتیم بچے بھی تھے اس کا (اپنا) مال ختم ہو جاتا تو وہ یتیموں کے مال کی طرف میلان کرتا تھا تو اس بارے میں یہ آیت "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی" نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ایک آدمی چار، پانچ، چھ اور دس عورتوں سے شادی کر لیتا تھا دوسرا آدمی یہ کہتا تھا مجھے کس چیز نے منع کیا کہ میں بھی اتنی ہی شادیاں کروں جتنی فلاں نے کی ہیں تو وہ یتیم بچی کا مال لے کر اس سے شادی کر لیتا تھا پھر مردوں کو چار سے زیادہ شادیاں کرنے سے منع کر دیا گیا۔

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ایک آدمی یتیم بچے کے مال سے جتنی شادیاں چاہتا کر لیتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا۔

الفریابی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مردوں کو چار عورتوں سے شادی کرنے پر محدود کر دیا گیا یتیموں کے مال کی وجہ سے۔

سعید بن منصور وعبد بن حمیدؒ، ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث فرمایا اور لوگ اپنے جاہلیت کے کاموں پر تھے مگر ان کو کسی چیز کا حکم دیا جاتا اور (کسی چیز سے) روک دیا جاتا اور وہ لوگ یتیموں کے بارے میں پوچھتے تھے جبکہ نہ عورتوں کی کوئی تعداد مقرر تھی اور نہ مردوں کی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "وان

خفتم الاتقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم“ اور آدمی جتنی چاہتا تھا شادیاں کر لیتا تھا فرمایا جیسے تم ڈرتے ہو کہ تم یتامیٰ کے بارے انصاف نہ کر سکو گے اسی طرح تم عورتوں کے بارے میں ڈرو ایسا نہ ہو کہ ان کے درمیان تم انصاف نہ کر سکو اس لیے ان کو چار عورتوں تک محدود کر دیا گیا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ دس دس یتیم عورتوں سے نکاح کر لیتے تھے اور یتیم کے معاملہ کو عظیم خیال کرتے انھوں نے یتیموں کے معاملہ کو اپنے دین میں تلاش کیا پھر انھوں نے چھوڑ دیا جو کچھ وہ زمانہ جاہلیت میں یتیموں سے شادیاں کرتے تھے۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیر ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جیسا کہ اس بات سے ڈرتے ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو تم اس بات سے بھی ڈرو کہ تم عورتوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو جب تم نے ان کو اپنے پاس جمع کر رکھا ہو۔

ابن جریر ؒ نے ضحاک ؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا زمانہ جاہلیت میں یتیم کے مال میں سے کوئی چیز نہ لیتے لیکن وہ دس دس عورتوں سے نکاح کرتے تھے اور اپنے باپوں (آباء) کی عورتوں سے بھی نکاح کر لیتے تھے انھوں نے عورتوں کے بارے دین کے حکم کو جاننا چاہا۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے مجاہد ؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اگر تم بچتے ہو یتیموں کی سرپرستی میں اور ان کے مال کھانے میں (اللہ کے حکم پر) ایمان رکھتے ہوئے اور تصدیق کرتے ہوئے اسی طرح تم زنا سے بچو اور عورتوں سے نکاح کر لو، نکاح پاکیزہ دوسے

تین سے اور چار سے۔

ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے ابو مالک ؓ سے روایت کیا ہے کہ ”ما طاب لکم“ سے مراد ہے کہ ”ما احل لکم“ یعنی جو تمہارے لیے حلال ہے۔

ابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ ”ما طاب لکم“ سے مراد ہے کہ وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔

قولہ تعالیٰ: مثنٰی وثلث وربع:

الشافعی وابن ابی شیبہ واحمد اور ترمذی وابن ماجہ ونحاس ؒ نے اپنی ناسخ میں والدارقطنی والبیہقیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ غیلان بن سلمہ لقضیؓ مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے منع فرمایا ان میں سے چار کو چن لو اور باقی چھوڑ دو اور دوسرے لفظ میں یوں ہے ان میں سے چار کو رکھ لے اور باقی سب کو جدا کر دے۔

ابن ابی شیبہ ونحاسؒ نے اپنی ناسخ میں قیس بن حارث ؓ سے روایت کیا ہے کہ میں اسلام لایا تو میری آٹھ بیویاں تھیں میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آیا اور میں نے یہ بات ان کو بتائی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان میں چار کو چن لو اور باقی سب کو چھوڑ دو تو میں نے ایسا ہی کیا۔

غلام دو شادیاں کر سکتا ہے

ابن ابی شیبہؒ نے محمد بن سیرینؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کون جانتا ہے کہ غلام کے لیے عورتوں میں سے کتنی حلال ہیں؟ ایک آدمی نے عرض کیا میں جانتا ہوں دو عورتیں حلال ہیں تو حضرت عمرؓ

یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

ابن ابی شیبہ اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حکمؒ سے روایت کیا ہے کہ سب اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اس بات پر اجماع ہے کہ مملوک دو عورتوں سے زیادہ نکاح نہیں کر سکتا۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فان خفتم الا تعدلوا" یعنی تم ڈرو اس بات سے کہ چار میں انصاف نہ کر سکو گے تین سے شادی کرو، ورنہ دو سے، ورنہ ایک سے اور اگر تم ڈرو اس بات سے کہ تم ایک سے بھی انصاف نہ کر سکو گے تو لونڈی سے نکاح کر لو۔ چونکہ اب اس زمانہ میں لونڈیاں نہیں ہیں۔ لہٰذا اب وہ ایک آزاد عورت سے نکاح کرے گا۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فان خفتم الا تعدلوا" سے مراد ہے اگر تم جماع اور محبت میں انصاف نہ کر سکو۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "او ما ملکت ایمانکم" سے مراد لونڈیاں ہیں۔

قبل از اسلام سے زیادہ کی ہوئی بیویوں کے متعلق مذاہب ائمہ:

حافظ زکی الدین منذریؒ متوفی ٦٥٦ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان میں سے چار بیویوں کو اختیار کر لو' اس حدیث کی ظاہری عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مرد کو اختیار ہے کہ وہ ان میں سے جن کو چاہے رکھ لے۔ خواہ ان تمام بیویوں سے عقد واحد میں نکاح کیا ہو یا ہر بیوی سے الگ الگ عقد کیا ہو اور اس میں پہلی اور پچھلی کا امتیاز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بغیر کسی استثناء اس کی طرف اختیار مفوض کر دیا

ہے۔

امام مالکؒ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا یہی مذہب ہے اور اسحاق بن راہویہ، محمد بن الحسن اور حسن بصری لسے بھی یہی منقول ہے۔اس کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ نے یہ کہا ہے کہ اگر ان سب سے عقد واحد میں نکاح کیا ہے تو تمام بیویوں کو اس سے الگ کر دیا جائے گا اور اگر اس نے متعدد بیویوں سے یکے بعد دیگرے ترتیب سے نکاح کیا ہے تو علی الترتیب پہلی چار سے نکاح صحیح ہوگا اور چار سے زائد بیویوں کو اس سے الگ کر دیا جائے گا۔

میں (محمد طاہر) کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کا موقف مضبوط ہے۔جو حدیث سے واضح ثابت ہے۔واللہ اعلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا بیان

تعداد ازدواج کی بحث میں مستشرقین کا اعتراض یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گیارہ شادیاں کیں اور ان کے نزدیک زیادہ شادیاں کرنا زیادہ نفسانی خواہشوں پر مبنی ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تزویج کی زیادہ سے زیادہ حد چار بیویاں مقرر کی ہے پھر آپ کا یہ عمل خود آپ کے قول کے خلاف

ہے۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے شادی کی وہ ایک بیوہ خاتون تھیں پچاس سال کی عمر تک آپ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا، ہجرت سے دو سال پہلے ہی حضرت عائشہؓ سے نکاح ہو گیا تھا اور ہجرت کے ایک سال بعد ان کی رخصتی عمل میں آئی پھر واقعہ بدر کے دو سال بعد حضرت ام سلمہؓ سے نکاح ہوا،

ہجرت کے دو سال بعد حضرت حفصہؓ سے نکاح ہوا پھر ۳ ھ میں حضرت زینب بن جحشؓ سے نکاح ہوا پھر ۵ ھ میں حضرت جویریہؓ سے نکاح ہوا پھر ٦ ھ میں حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح ہوا۔ پھر ۷ ھ میں حضرت صفیہؓ سے نکاح ہوا پھر میمونہ بنت الحارثؓ پھر فاطمہ بنت سریحؓ پھر زینب بنت خزیمہؓ پھر ہند بنت یزیدؓ پھر اسماء بنت النعمانؓ پھر قتیلہ بنت الاشعثؓ پھر شاء بنت اسماءؓ سے نکاح کیا۔ (۱)

ابو طاہر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پندرہ خواتین سے نکاح کیا' تیرہ ازواج کی رخصتی ہوئی اور آپ کے پاس گیارہ ازواج نکاح میں جمع ہوگئیں اور جس وقت آپ کا وصال ہوا اس وقت آپ کی نو ازواج تھیں۔

مشہور یہ ہے کہ گیارہ ازواج کی رخصتی ہوئی اور دو میں اختلاف ہے ان گیارہ ازواج میں سے چھ قرشیہ تھیں چار غیر قرشیہ اور ایک بنو اسرائیل میں سے تھیں۔

جو چھ ازواج قرشیہ تھیں ان کی تفصیل یہ ہے: حضرت خدیجہؓ' حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت ام سلمہؓ' حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور جو چار ازواج عربیہ غیر قریشہ تھیں وہ یہ ہیں: حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت میمونہ بنت الحارثؓ' حضرت زینب بنت خزیمہؓ، حضرت جویرہ بنت الحارثؓ، اور ایک بنو اسرائیل میں سے ہیں حضرت صفیہ بنت حی بن اخطبؓ۔

تعدد ازواجؓ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہونا

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا متعدد ازواج سے نکاح کرنا کسی نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں تھا کیونکہ نفسانی خواہش کا غلبہ زیادہ سے زیادہ بیس سے پچاس سال

۱۔ (سبل الہدی والرشاد ج ۱۱ ص ۱٤٥)

کی عمر تک ہوتا ہے اور آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بال بچوں والی بیوہ خاتون سے نکاح کیا اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے پچاس سال کی عمر تک دوسرا نکاح نہیں کیا اگر تعدد ازواج کی وجہ سے حظ نفسانی ہوتا تو آپ جوانی میں کسی حسین، کم عمر اور کنواری لڑکی سے نکاح کرتے بلکہ ایسی متعدد لڑکیوں سے نکاح کرتے اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا اور مکہ کی زندگی میں ترپن سال کی عمر تک آپ کے حرم میں صرف ایک زوجہ تھیں پہلے حضرت خدیجہؓ اور پھر حضرت سودہؓ کیونکہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور مدینہ منورہ میں ہی آپ کے حرم میں متعدد ازواج آئیں جن میں سے حضرت عائشہؓ کے علاوہ باقی تمام ازواج معمر، بیوہ یا مطلقہ خواتین تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ازواج کا تعدد کسی حظ نفسانی پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ خانگی اور عائلی زندگی میں اسلام کے احکام روایت اور تبلیغ تھی اور زیادہ سے زیادہ خاندانوں کے ساتھ رشتہ قائم کرنا تھا تاکہ دین اسلام کی تبلیغ کے زیادہ مواقع میسر ہوں اور کئی مسلم خاندانوں کو رشتہ داری کا شرف عطا کرنا تھا اور کئی عیالدار خواتین سے نکاح کر کے سوتیلے بچوں کی پرورش اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا اسوہ اور نمونہ مہیا کرنا تھا نیز یہ بتلانا تھا کہ عام مسلمان تو دو بیویوں کے درمیان بھی عدل اور انصاف قائم نہیں کر پاتے تو اسلام ہو ان کی سیرت کی عظمت پر جنھوں نے بیک وقت گیارہ ازواج مطہراتؓ کے درمیان عدل وانصاف کو قائم رکھا اور یہ کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عمل ہر شعبہ میں آپ کے قول سے بڑھ کر ہوتا ہے آپ نے زیادہ سے زیادہ چار بیویوں میں عدل کرنے کا حکم دیا اور خود گیارہ بیویوں میں عدل کر کے دکھایا اور اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں عام افراد امت کے مساوی نہیں ہیں بلکہ احکام شرعیہ کے ہر شعبہ میں آپ کی انفرادیت اور خصوصیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعدد ازدواج کی تفصیل وار حکمتیں

(۱) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ ہیں آپ کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت خدیجہؓ عتیق بن عائذ کے نکاح میں تھیں ان سے ایک بیٹی ہند تھیں اس کے بعد انھوں نے ابو ہالہ مالک بن نباش کے ساتھ نکاح کیا اور ان سے ہند اور ہالہ نام کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔۔۔[۱]

زمانہ جاہلیت میں حضرت خدیجہؓ کا لقب طاہرہ تھا۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مضاربت پر ان کے مال سے تجارت کرتے تھے۔ اپنے شوہر کی وفات کے بعد حضرت خدیجہؓ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امانت اور دیانت سے متاثر ہوئیں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ ہجرت سے چار یا پانچ سال پہلے حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چار صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ ان سب نے زمانہ اسلام پایا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہجرت کی اور ایک صاحب زادے حضرت قاسمؓ اور عبداللہؓ (لقب طیب، طاہر) پیدا ہوئے، ایک اور صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ، ماریہ قبطیہؓ سے پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ نبی کریم کے ساتھ چوبیس یا پچیس سال تک زندہ رہیں اور ان کی موجودگی میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد امجاد حضرت خدیجہؓ سے ہی مقدر کردی۔

۱۔(اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۴)

(۲) حضرت عائشہ بنت صدیقؓ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دوسری زوجہ ہیں۔ امام طبرانی اور احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہؓ فوت ہوگئیں تو حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بیوی خولہؓ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا کس سے؟ عرض کیا آپ چاہیں تو کنواری سے نکاح سے نکاح کرلیں اور چاہیں تو بیوہ سے کرلیں۔ کنواری عائشہ بنت ابی بکر ہیں اور بیوہ سودہ بنت زمعہؓ ہیں آپ نے فرمایا جاؤان دونوں سے میرا ذکر کرو۔ [۱]

ہجرت سے دو سال پہلے حضرت عائشہؓ سے نکاح ہوا اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال تھی اور ہجرت کے ایک سال بعد حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی (صحاح ستہ) نو سال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ رہیں۔ اور سترہ رمضان منگل کی شب ۵۸ ہجری میں آپ کا وصال ہوگیا۔ مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی۔ بقیع میں مدفون ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عائشہؓ سے عادت اور فطرت کے مطابق نکاح ہوا اور جب نکاح ہوا تو تعدد ازواج کا کوئی مسئلہ نہیں تھا اور ان کے ساتھ نکاح کرنے میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو آپ کے سب سے زیادہ معتمد صحابی تھے انکو رشتہ کی فضیلت عطا کرنی تھی کہ وہ آپ کے خسر ہوگئے۔ جس طرح حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کے ساتھ اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کر کے آپ نے ان کو دامادی کی فضیلت عطا فرمائی اور کمسن اور کنواری لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا نمونہ قائم کرنا تھا اور یہ بتلانا تھا کہ دوست اور ایمانی بھائی حقیقی بھائی نہیں ہوتا اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

۱۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۳۱)

(۳) آپ کی تیسری زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ ہیں یہ بہت پہلے اسلام لا کر بیعت کر چکی تھیں۔ یہ آپ سے پہلے اپنے شوہر سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ وہ حضرت سودہؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے۔ ان دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جب یہ دونوں مکہ میں آئے تو ان کے خاوند فوت ہو گئے۔ جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو حضرت عائشہؓ سے نکاح کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انکو نکاح کا پیغام دیا پھر آپ نے نبوت کے آٹھویں یا دسویں سال ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد ان کی رخصتی ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے اخیر میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ امام واقدیؒ سے منقول ہے کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کے دوران چون (٥٤) ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

ان سے نکاح کے وقت بھی تعدد ازواج کا مسئلہ نہیں تھا کیونکہ حضرت خدیجہ کی وفات ہو چکی تھی اور حضرت عائشہ کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی اور ان سے نکاح کرنے میں یہ حکمت تھی کہ یہ قریش اور اپنے اعزہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر حبشہ ہجرت کر گئی تھیں جب یہ حبشہ سے واپس آئیں تو ان کے خاوند فوت ہو گئے اب اگر یہ اپنے عزیزوں میں لوٹ جاتیں تو وہ ان پر اور زیادہ ظلم وستم کرتے اور ان کے دین کو آزمائش میں ڈال دیتے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے حال پر ترس کھا کر ان سے عقد کر کے ان کو اپنی حفاظت اور اپنی پناہ میں لے لیا اور انھیں ان کے اسلام اور ان کی ہجرت کی جزا دی۔ نیز اس میں آپ کی سیرت کا یہ نمونہ ہے کہ کسی بے سہارا بیوہ عورت سے نکاح کر کے اپنی حفاظت میں لے لینا آپ کی سنت اور آپ کی پاکیزہ سیرت ہے۔ ہجرت کے ایک سال بعد آپ کی دو بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت سودہؓ آپ کے پاس جمع ہو گئیں اور اسی وقت تعدد ازواج کی ابتداء ہوئی اس

وقت آپ کی عمر شریف ٥٤ سال تھی۔

(٤) آپ کی چوتھی زوجہ حضرت حفصہ بنت عمر بن خطابؓ ہیں یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ یہ پہلے حضرت خنیس بن حذافہؓ کے نکاح میں تھیں۔ امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحابؓ میں سے تھے بدر میں حاضر ہوئے اور مدینہ میں فوت ہو گئے۔ (١)

ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے نکاح کر لیا۔ شعبان ٤٥ ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان سے نکاح کا سبب حضرت عمرؓ کی دلداری تھا اور ان کو اپنے رشتہ کی فضیلت عطا کرنا تھا۔

(٥) آپ کی پانچویں زوجہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ ہیں ان کا لقب ام المساکین تھا کیونکہ یہ بہت زیادہ صدقہ اور خیرات کرتی تھیں۔ یہ پہلے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے نکاح میں تھیں اور جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پہلے طفیل بن حارثؓ کے نکاح میں تھیں۔ انھوں نے ان کو طلاق دے دی پھر ان کے بھائی عبیدہ بن الحارثؓ نے ان سے نکاح کر لیا وہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہجرت کے اکتیس ماہ بعد ان سے نکاح کیا تھا۔ یہ نکاح حضرت حفصہؓ سے نکاح کے بعد ہوا تھا۔ ابن اثیرؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زینبؓ، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس دو یا تین ماہ رہیں۔ اس کے بعد فوت ہو گئیں۔ حضرت زینبؓ چونکہ دوسروں کا سہارا بنی تھیں اس لیے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے بیوہ ہونے کے بعد ان کو بے سہارا

١۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٥١٢٢)

نہیں چھوڑا ان سے نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی کہ یہ بہت صدقہ وخیرات کرتی تھیں۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی اس نیکی کے صلہ میں ان کو شرف زوجیت بخشا۔واللہ اعلم

(٦) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چھٹی زوجہ حضرت ام سلمہ عاتکہ بنت عامرؓ ہیں۔ان کے پہلے شوہر ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ تھے۔انھوں نے اوران کے شوہر نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ان سے سلمہ،عمر،رقیہ اور زینبؓ چار بچے پیدا ہوئے۔حضرت ابوسلمہؓ ٤ ھ میں فوت ہو گئے تھے،عدت پوری ہونے کے بعد شوال چار ہجری میں ان سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نکاح کرلیا۔

امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ جس مسلمان کو وہ مصیبت پہنچے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کی اور وہ یہ دعا کرے ہم اللہ کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔اے اللہ مجھ کو اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد مجھے اس اچھی چیز عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائے گا۔[1] نیز امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا میں سوچتی تھی میرے لیے ابوسلمہؓ سے اچھا کون ہوگا؟ مجھے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے نکاح کا پیغام دیا میں نے انکار کیا۔پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے کہا مرحبا! اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو میرا شوہر بنادیا۔میں نے اپنے بچوں کا عذر پیش کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تم کو ان سے مستغنی کردے گا۔[2]

یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں ٦١ ھ یا ٦٢ ھ میں چوراسی سال کی عمر گزار کر حضرت ام سلمہؓ کی

١۔(صحیح مسلم،رقم الحدیث:٩١٨)

٢۔(صحیح مسلم،رقم الحدیث:٩١٨)

وفات ہوئی۔امام طبرانیؒ نے سند معتمد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد آپ کی ازواج میں سے سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحشؓ کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہؓ کی وفات ہوئی۔

حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کی یہ حکمت تھی کہ انھوں نے دعا کی تھی اے اللہ! مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر شوہر عطا فرما۔آپ کے ساتھ نکاح کرنے سے ان کی دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوا نیز بچوں والی بیوہ عورت سے نکاح کرنا اور اس کے بچوں کی پرورش کرنا آپ کی سنت اور آپ کا اسوہ قرار پایا۔

(۷) آپ کی ساتویں زوجہ حضرت زینب بنت جحشؓ ہیں یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پھوپھی امیمہؓ کی بیٹی تھیں۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب حضرت زید بن حارثہؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تو آپ نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے ان کا نکاح کردیا۔حضرت زیدؓ آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت زینبؓ آزاد اور بنو اسد کے معزز گھرانے سے تھیں اس وجہ سے ان میں ناچاقی رہتی تھی۔حضرت زیدؓ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ان کی شکایتیں کرتے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نکاح آپ سے کردے گا لیکن آپ کو یہ پریشانی تھی کہ عرب منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا قرار دیتے ہیں اور بیٹے کی بیوی سے نکاح ممنوع ہے تو وہ اس نکاح کی وجہ سے آپ کی نبوت پر طعن کریں گے اور اس سے آپ کی تبلیغ پر اثر پڑے گا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ نکاح ہو اور یہ معلوم ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا اور اس کی بیوی سے انقطاع نکاح کے بعد نکاح کرنا جائز ہے تاکہ مسلمانوں پر اس نکاح میں تنگی نہ ہو۔بالآخر حضرت زید بن حارثہؓ نے تنگ آکر حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی اور عدت پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زوجنکھا نازل فرما کر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت زینبؓ سے خود نکاح کر دیا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بغیر کسی عقد کے حضرت زینب آپ کی زوجہ ہو گئیں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) " واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشہ فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیآئھم اذا قضوا منھن وطرا وکان امر اللہ مفعولا۔ (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: اور جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا اور آپ نے (بھی) اس پر انعام فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور اللہ سے ڈرو' اور آپ اپنے دل میں اس چیز (حضرت زینب سے نکاح) کو چھپاتے تھے جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ لوگوں (کے اس اعتراض کہ بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر لیا) سے ڈرتے تھے اور اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں اور جب زید نے (ان کو طلاق دے کر) اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) آپ کا اس سے نکاح کر دیا تا کہ (اس کے بعد) مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے جب وہ (طلاق دے کر) ان سے بے غرض ہو جائیں' اور اللہ کا حکم ضرور ہو کر رہتا ہے۔

۳ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نکاح کر دیا ایک قول ٤ ہجری کا ہے اور ایک قول ٥ ہجری کا ہے۔ اس وقت حضرت زینبؓ کی عمر پینتیس سال تھی۔ حضرت زینب دیگر ازواجؓ سے فخر سے کہتی تھیں کہ تمہارا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نکاح تمہارے اہل نے کیا ہے اور میرا آپ سے نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

امام طبرانیؒ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کی وفات حضرت عمرؓ کی دور خلافت میں ۲۰ ھ میں ہوئی اور حضرت عمرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اس وقت آپ کی عمر ترپن سال تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے آپ کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت زینبؓ سے نکاح کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ تھی کہ آپ کی سیرت میں یہ نمونہ ہو کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔

(۸) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آٹھویں زوجہ محترمہ حضرت جویریہ بنت الحارثؓ ہیں آپ پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں جو حالت کفر میں قتل کئے گئے تھے۔ ٦ ھ غزوہ بنوالمصطلق کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے نکاح کیا۔

امام احمدؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بنو المصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کیا تو حضرت جویریہ ثابت بن قیس بن شماسؓ کے حصہ میں آئیں۔ (یہ غزوہ بنوالمصطلق میں گرفتار کر کے باندی بنالی گئی تھیں) انھوں نے نو اواق چاندی (ایک اوقیہ ٤٠ درہم کا ہوتا ہے) پر ان کو مکاتب کر دیا۔ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا یا رسول اللہ! میں جویرہ بنت الحارث ہوں۔ حارث اپنی قوم کا سردار تھا آپ کو معلوم ہے مجھے باندی بنالیا گیا ہے۔ آپ میری مکاتبت کی رقم ادا کر کے مجھے آزاد کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں۔ کہا ہاں! فرمایا میں تمہاری رقم ادا کر کے تم سے نکاح کرلوں، وہ راضی ہوگئیں۔ جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے کہا کہ بنوالمصطلق تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سسرال والے ہیں

ہم ان کو کیسے غلام بنائے رکھیں تو سب مسلمانوں نے اپنے اپنے حصہ کے غلام آزاد کر دیئے اور بنو المصطلق کے سو (۱۰۰) نفوس آزاد کر دیئے گئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے کسی اور عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم لیے اتنی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔ ۱

حضرت ام المومنین جویریہؓ ۷۰ سال کی عمر گزار کر ربیع الاول ۵۰ھ میں مدینہ میں فوت ہوئیں۔ مروان بن الحکم نے آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت جویریہؓ سے نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی کہ اس نکاح کی وجہ سے بنو المصطلق کے سو نفوس آزاد کر دیئے گئے اور آپ کی زندگی میں ایک باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کا نمونہ حاصل ہوا۔

(۹) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نویں زوجہ حضرت صفیہ بنت حی بنت اخطبؓ ہیں یہ حضرت ہارون (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے والد بنو النضیر کے سردار تھے۔ ان کے پہلے خاوند قتل کر دیئے گئے تھے۔ فتح خیبر کے موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا یہ سات ہجری کا واقعہ ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اول وقت میں صبح کی نماز پڑھی پھر آپ نے سوار ہو کر کہا اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے علاقہ پر حملہ آور ہوتے ہیں تو جن کو پہلے ڈرایا جا چکا ہے ان کی کیسی بری صبح ہوتی ہے۔ یہودی اپنی گلیوں سے نکلے اور کہنے لگے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لشکر کے ساتھ آئے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان

۱۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۷)

پر غالب آ گئے۔ ان کے جنگ جو مردوں کو قتل کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا۔ حضرت دحیہؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے قیدیوں میں سے ایک لڑکی دیجئے۔ آپ نے فرمایا ایک لڑکی لے لو تو انھوں نے حضرت صفیہ بنت حییؓ کو لے لیا پھر ایک شخص نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ نے دحیہؓ کو حضرت صفیہ بنت حییؓ عطا کر دی جو قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں وہ آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا صفیہ کو لاؤ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو دیکھا تو آپ نے حضرت دحیہؓ سے (فتنہ فرو کرنے کے لئے) فرمایا قیدیوں میں سے اس کے سوا کوئی اور باندی لے لو۔ پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ثابت نے حضرت انسؓ سے پوچھا ان کا مہر کتنا تھا؟ حضرت انسؓ نے کہا ان کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر تھا۔ حضرت ام سلیمؓ نے ان کا بناؤ سنگھار کر کے راستہ میں قیام کی ایک جگہ پر رات کو انھیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے پیش کیا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بطور عروس کے صبح کی پھر آپ نے فرمایا جس کے پاس جو کھانے پینے کی چیز ہو لے آئے پھر چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا کوئی کھجوریں لایا کوئی ستو کوئی گھی پھر اس کا ایک طعام بنایا گیا اور یہ رسول اللہ کی طرف سے ولیمہ تھا۔ [1]

حضرت صفیہؓ رمضان المبارک ۵۰ یا ۵۲ میں فوت ہوئیں اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت صفیہؓ سے نکاح کرنے میں یہ حکمت تھی کہ اگر وہ کسی اور کے حصہ میں آتیں تو فتنہ اور نزاع پیدا ہوتا کیونکہ وہ نبی زادی تھیں بنو قریظہ اور نضیر کی سردار تھیں اس لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سوا کسی اور صحابیؓ کے ساتھ نکاح نہ ہوا، نیز ان کے والد قریظہ کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تھے اور ان

۱۔ (صحیح بخاری: ۳۷۱، ۹۴۷ صحیح مسلم: ۱۳۵۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۵۴، سنن ترمذی: ۱۱۱۵ فی نسخۃ۔ ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۳۳۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۷، مسند: ج ۳ ص ۱۰۲، تحفۃ الاشراف: ۲۹۱)

کے شوہر جنگ خیبر میں مارے گئے تھے اس لیے ایسی شریف النسب خاتون جو دل شکستہ ہو چکی تھیں ان کی تالیف قلب اور ان کے اسلام کی یہی صورت تھی اور اس سے بنو اسرائیل کی تالیف قلب بھی ہوئی کہ ان کی معزز خاتون کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شرف زوجیت بخشا۔

(۱۰) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دسویں زوجہ حضرت ام حبیبہؓ ہیں ان کا نام رملہ بنت ابو سفیانؓ ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے یہ عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ اس سے حبیبہؓ نام کی لڑکی پیدا ہوئی اسی وجہ سے ان کی کنیت ام حبیبہ ہے۔ عبید اللہ نے دوسری ہجرت ان کے ساتھ حبشہ کی طرف کی وہ وہاں نصرانی ہو کر مر گیا اور حضرت ام حبیبہؓ اسلام پر قائم رہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عمرو بن امیہ الضمریؓ کو نجاشیؓ کے پاس بھیجا اس نے آپ کا حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح کر دیا۔ نجاشیؓ نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے چار سو دینار مہر رکھا۔

امام محمد بن سعدؒ متوفی ۲۳۰ ھ نے بکر بن حزمؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ نکاح ۷ ھ میں ہوا تھا اور جس دن حضرت ام حبیبہؓ مدینہ آئی تھیں اس وقت ان کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی۔ ام حبیبہؓ ۴۴ ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت میں وفات پا گئیں۔ [1]

امام ابن جوزیؒ نے زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوسفیان بن حربؓ مدینہ میں صلح کی مدت دراز کرنے کی درخواست لے کر آیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ درخواست منظور نہیں کی۔ وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ سے ملنے گیا اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بستر پر بیٹھنے لگا تو حضرت ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا۔ اس نے متعجب ہو کر پوچھا کیوں؟ حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا یہ رسول اللہ (صلی اللہ

۱۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۰۰۔۹۹)

علیہ وآلہ وسلم) کا بستر ہے اور تم ناپاک مشرک ہو۔ ①

اس نکاح میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ام حبیبہؓ ہجرت کر کے حبشہ آئیں ان کا شوہر نصرانی ہو کر مرگیا اور یہ ہجرت اور اسلام پر قائم رہیں۔ ان کا باپ سخت دشمن اسلام تھا۔ اب حکمت اور انسانی ہمدردی کا تقاضا کیا تھا کہ اسلام کے لیے ایسی قربانی دینے والی خاتون کو شوہر کے مرنے کے بعد بے سہارا چھوڑ دیا جاتا جب کہ اس کا باپ اسلام کا کٹر دشمن تھا یا اسلام کی خاطر قربانی دینے والی اس خاتون کو صلہ دینے اور حوصلہ افزائی کرنے کے لیے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے نکاح کر لیتے نیز اس نکاح کی وجہ سے بنو امیہ کے ساتھ رشتہ قائم ہو گیا اور اسلام کی تبلیغ اور اس کی نشر و اشاعت کا ایک قوی ذریعہ پیدا ہو گیا۔

(۱۱) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گیارہویں زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارثؓ ہیں۔ ان کا نام پہلے برہ تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کا نام بدل کر میمونہؓ رکھ دیا۔ ان کی بڑی بہن کا نام ام الفضل لبابہ کبریٰؓ تھا جو حضرت عباسؓ کی بیوی تھیں اور چھوٹی بہن کا نام لبابہ صغریٰؓ تھا جو ولید بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی ماں تھیں۔ حضرت میمونہؓ پہلے ابی رھم بن عبد العزی کے نکاح میں تھیں وہ مر گیا تھا اور یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ ②

امام محمد بن عبد البر مالکیؒ متوفی ٤٦٣ھ روایت کرتے ہیں:

ابن شہاب زہریؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حدیبیہ کے بعد اگلے سال ذوالقعدہ ۷ھ میں (فتح خیبر کے بعد) عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے وہاں جا کر آپ نے حضرت

۱۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۱ ص ۱۹۶۔۱۹۵)

۲۔ (الاصابہ ج ٤ ص ٤١٢۔٤١١)

جعفر بن ابی طالبؓ کو حضرت میمونہؓ کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا حضرت جعفرؓ نے یہ پیغام پہنچایا تو حضرت میمونہؓ نے یہ معاملہ عباس بن عبدالمطلبؓ کے سپرد کردیا۔ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ان کا نکاح کردیا۔[۱]

حافظ ابن عبدالبرؒ ، حافظ عسقلانیؒ، امام محمد بن سعد اور علامہ زرقانیؒ سب نے اس نکاح کا سال ۷ ھ ہی لکھا ہے لیکن علامہ محمد بن یوسف صالحی شامیؒ متوفی ۹٤۲ ھ نے ابوعبیدہ معمر بن المثنیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ نکاح محرم ۸ ھ میں مقام سرف پر ہوا تھا۔ جب آپ عمرہ قضا کے لیے تشریف لے گئے تھے۔[۲]

امام ابن سعدؒ نے بہ کثرت روایات سے یہ بیان کیا ہے کہ جس وقت یہ نکاح ہوا اس وقت آپ محرم تھے۔

حضرت میمونہؓ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ علامہ زرقانیؒ نے امام ابن اسحاقؒ کے حوالہ سے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ کی وفات ٦٣ ھ میں ہوئی ہے۔ امام طبرانیؒ نے المعجم الاوسط میں معتمد سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔[۳]

حضرت میمونہؓ سے نکاح کی حکمت یہ تھی کہ قبیلہ بنو ہاشم کی مختلف شاخوں کے ساتھ آپ کی قرابت اور رشتہ داری ہوجائے اور اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں آسانی ہو۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نکاحوں کی تاریخ اور ترتیب میں بہت اختلاف ہے میں نے سیرت

۱۔ (الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ٤ ص ٤٠٧۔ ٤٠٦)

۲۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۱ ص ۲۰۸)

۳۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۲٥۲ ھ)

کی مختلف کتابوں کے تتبع اور مطالعہ سے یہ ترتیب قائم کی ہے لیکن یہ حتمی نہیں ہے۔ میں نے ازواج مطہرات کی مختصر سوانح جو بیان کی اس کا ماخذ یہ کتابیں ہیں: الطبقات الکبریٰ، الاستیعاب، الاصابہ، شرح الزرقانی اور سبل الہدیٰ والرشاد سے نقل کیا ہے۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تعداد ازدواج کمال ضبط ہے یا حظ نفسانی کی بہتات؟

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تعداد ازدواج کی بحث میں یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت داؤد (علیہ السلام) کی سو بیویاں تھیں۔ اسی طرح احادیث میں ہے کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی بھی سو بیویاں تھیں اور انبیاء (علیہم السلام) کو غیر معمولی قوت حاصل ہوتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات اور دن کی ساعت واحدہ میں تمام ازواج کو مشرف فرماتے اور وہ گیارہ ازواج تھیں۔ قتادہؒ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انسؓ نے کہا ہم آپس میں یہ کہتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت ہے۔ ایک اور سند سے قتادہؒ سے یہ روایت ہے کہ آپ کی نو ازواج تھیں۔ (نو منکوحہ اور دو لونڈیاں تھی)۔ [۱]

صحیح الاسماعیلی میں ہے کہ آپ کو چالیس مردوں کی طاقت تھی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

۱۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۸)

امام ابونعیمؒ نے مجاہدؒ سے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس جنتی مردوں کی قوت دی گئی اور امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ جنت میں مومن کو اتنی اتنی عورتوں سے جماع کی قوت دی جائے گی۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا مومن کو اتنی قوت ہوگی؟ آپ نے فرمایا مومن کو سو مردوں کی طاقت ہوگی۔ یہ حدیث صحیح غریب ہے، اور امام ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے جب ہم چالیس کو سو سے ضرب دیں تو حاصل ضرب چار ہزار کے برابر ہوگا اور ابن العربیؒ نے لکھا ہے کہ آپ کو چار ہزار مردوں کی طاقت تھی پھر اس کے باوجود آپ کھانے پینے اور جماع کرنے میں کس قدر ضبط سے کام لیتے تھے!۔ واللہ اعلم۔ (۱)

﴿ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــــًٔا مَّرِيْۗـــــًٔا ۝۴ ﴾

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو پھر اگر وہ اس میں اپنی دلی خوشی سے تمہارے لیے کچھ چھوڑ دیں تو اسے خوش ہو کر مزے سے کھاؤ۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ عورتوں کا مہر خود لے لیتے تھے اور انھیں کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی فعل شنیع کی تردید کی اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ شادی کے وقت عورتوں کا مہر ضرور متعین کریں اور ان کا حق ان کو ضرور دیں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر بیوی خوش دلی کے ساتھ مہر کا کچھ حصہ شوہر کو دے دے، تو اس کے لیے اس کا استعمال جائز ہوگا، لیکن اگر شوہر کی بداخلاقی یا برے برتاؤ کے

۱۔(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

ڈر سے ایسا کرتی ہے اور شوہر اسے قبول کر لیتا ہے تو یہ قرآنی تعلیم کی خلاف ورزی ہوگی۔ ارشاد فرمایا:

(وَاِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ ۙ وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـًٔا ؕ اَتَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا)[النساء:۲۰] ”اور اگر تم کسی بیوی کی جگہ اور بیوی بدل کر لانے کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے لو گے۔“

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا: (آیت) ”وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی“۔ الآیۃ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ایک یتیم لڑکی اپنے سرپرست کے زیر پرورش ہوتی تھی۔ وہ اس کے حسن اور اس کے مال کی طرف راغب ہوتا تھا اور اس جیسی لڑکیوں کے مہر سے کم مہر مقرر کر کے اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا تو ان کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا ماسوا اس کے کہ وہ ان کا پورا پورا مہر مقرر کریں ورنہ وہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا پھر لوگوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) ”ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن“۔ حضرت عائشہؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا کہ جب یتیم لڑکی مالدار اور حسین ہو اور اس کے ولی (سرپرست) اس کے ساتھ نکاح میں راغب ہوں اور اس کو پورا پورا مہر ادا کریں اور اس کا حق نہ ماریں۔[۱]

امام احمد بن حنبل متوفیؒ ۲٤۱ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث:۲۷٦۳)

حضرت صہیب بن سنانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا اور اللہ کو علم ہے کہ اس کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہ تھا۔ اس شخص نے اس عورت کو دھوکا دے کر اس کی فرج کو حلال کرلیا، قیامت کے دن وہ اللہ سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا اور جس شخص نے کسی شخص سے قرض لیا اور اللہ کو علم ہے کہ اس کا ارادہ اس قرض کو واپس کرنے کا نہ تھا۔ بہ خدا اس نے اس شخص کو دھوکا دیا اور باطل کے عوض اس کے مال کو حلال کرلیا وہ قیامت کے دن اللہ سے چور ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

میمون کردیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے شادی کی خواہ اس کا مہر کم ہو یا زیادہ اور اس کا ارادہ اس مہر کو ادا کرنے کا نہیں تھا۔ اس نے اس عورت کو دھوکا دیا اور اگر اس نے اس عورت کا حق ادا نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اللہ سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا اور جس شخص نے کسی سے قرض لیا اور وہ صاحب مال کی رقم ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اور اس نے اس کو دھوکا دے کر اس کا مال لیا اور اگر وہ اس کا قرض ادا کیے بغیر مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے چور ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے مہر کا بیان

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ (مسند احمد ج ٤ ص ۱۳۳۲، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۷۳۰۱، اس حدیث کا ایک راوی مجہول ہے باقی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ٤ ص ۲۸٤)

۲۔ (المعجم الصغیر، رقم الحدیث: ۱۱۱، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۱۸۷۲) اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ٤ ص ۱۳۲)

ابوسلمہ بن عبدالرحمن ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کتنا مہر مقرر کرتے تھے، حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا آپ کی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور نش ہوتا تھا فرمایا تم جانتے ہو نش کیا ہے میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا نصف اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تو یہ پانچ سو درہم ہو گئے اور یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج کا مہر تھا۔ (۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ؒ متوفی ۲۷۵ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام حبیبہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ وہ پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں وہ حبشہ کی سرزمین میں فوت ہو گئے پھر نجاشی نے ان کا نکاح نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کر دیا اور ان کا چار ہزار درہم مہر مقرر کیا اور ان کو شرجیل بن حسنہ ؓ کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف بھیج دیا۔ (۲)

زہری ؒ بیان کرتے ہیں کہ نجاشی ؓ نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان ؓ کا چار ہزار پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نکاح کر دیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ لکھ کر بھیجا تو آپ نے قبول فرما لیا۔ (۳)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی ؒ متوفی ۳۶۰ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے گھر کے سامان کے عوض

۱۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱٤۲٦، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۸۸٦، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۲۱۹۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۱۰۵، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۳۳٤۷، مسند احمد ج ٦ ص ۹٤، جامع الاصول، رقم الحدیث: ۹٤۸۳)

۲۔(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۱۰۷)

۳۔(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۱۰۸)

نکاح کیا جس کی مالیت چالیس درہم تھی۔ (۱)

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ام سلمہ ؓ سے گھر کے سامان پر نکاح کیا جس کی مالیت دس درہم تھی۔ (۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت صفیہ ؓ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ (۳)

نوٹ: دس درہم ۶۱۸ء۳۰ گرام چاندی اور دوسو درہم ۳۶'۶۱۲ء گرام چاندی کے برابر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مہر کا بیان

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

ابوالعجفاء ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا سنو عورتوں کا مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کرو کیونکہ اگر اس دنیا میں کوئی عزت ہوتی یا اللہ کے نزدیک اس میں تقویٰ ہوتا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

۱۔(المعجم الاوسط، رقم الحدیث:۲۰۹۷) اس حدیث کی سند میں عطیہ عوفی ایک ضعیف راوی ہے لیکن اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔(مجمع الزوائد: ج۴ ص۲۸۲)

۲۔(المعجم الکبیر ج۲۳ ص۲۴۷، کشف الاستار عن زوائد البزار ۱۴۲۶، مسند ابویعلی، رقم الحدیث ۳۳۷۲، ابوداؤد طیالسی، رقم الحدیث:۲۰۲۲، المطالب العالیہ ج۴ ص۱۳۴) اس حدیث کی سند میں حکم بن عطیہ ایک ضعیف راوی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا یہ سچا راوی ہے لیکن اس کے ادہام ہیں اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت ابوسعید خدری ؓ سے بھی روایت کیا ہے۔(المعجم الاوسط، رقم الحدیث:۴۶۷)

۳۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث:۵۰۸۶، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۳۶۵، جامع ترمذی، رقم الحدیث:۱۱۱۸، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث:۲۰۵۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۹۵۸، سنن نسائی رقم الحدیث:۳۳۴۲، سنن دارمی رقم الحدیث:۲۲۴۳، ۲۲۴۲، مسند احمد ج۳ ص۹۹، ۱۴۵، ۱۷۰، ۱۸۱، ۲۰۲، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۸۰، ۲۹۱)

وآلہ وسلم) زیادہ لائق تھے کہ آپ مہر میں غلو کرتے اور میرے علم کے مطابق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی کسی زوجہ یا اپنی کسی صاحبزادی کا بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہیں کیا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بارہ اوقیہ ٤٨٠ درہم کے برابر ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ٥٠٠ درہم کا ذکر کیا ہے اس لیے حضرت عمرؓ کا قول گویا تقریباً ہے۔ نیز حضرت ام حبیبہؓ کا مہر جو چار ہزار درہم تھا وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مقرر نہیں کیا تھا بلکہ نجاشیؓ نے مقرر کیا تھا اس لیے ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔ (١)

امام ابویعلی احمد بن علی موصلیؒ متوفی ٣٠٧ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے لوہے کی ایک زرہ عطا فرمائی تھی۔ آپ نے اس زرہ کے عوض میرا حضرت فاطمہؓ سے نکاح کر دیا اور فرمایا یہ زرہ فاطمہؓ کے پاس بھیج دو سو میں نے بھیج دی بخدا اس کی قیمت چار سو اور کچھ درہم تھی۔ (٢)

امام ابوداؤد اور امام نسائیؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دخول سے پہلے حضرت علیؓ کو زرہ حطمیہ دینے کا حکم دیا۔ (٣)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج اور آپ کی صاحب زادیوں کے مہر کا تفصیلی نقشہ:

١۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ١١١٧، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٢١٠٦، سنن نسائی رقم الحدیث: ٣٣٤٩، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ١٨٨٧، سنن دارمی، رقم الحدیث: ٢٢٠٠، مسند احمد، ج١ ص٤٠، منصف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ١٠٣٩٩، موارد الظمآن الزوائد ابن حبان، رقم الحدیث: ٣٠٧، المستدرک ج٢ ص١٧٦ جامع الاصول، رقم الحدیث: ٤٩٨٢)

٢۔ (مسند ابویعلی رقم الحدیث ٤٩٩، مسند احمد ج١ ص٨٠) (مجاہد کا حضرت علی سے سماع نہیں ہے۔ امام احمد نے جس شخص نے روایت کیا ہے اس کا حضرت علی سے سماع ہے۔ (مجمع الزوائد ج٤ ص٢٨٣)

٣۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ٢١٢٥، سنن نسائی، رقم الحدیث: ٣٣٧٥) یہ حدیث صحیح ہے مسانید میں اس زرہ کی قیمت کا ذکر ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ کا مہر: (٤٠٠ درہم۔ ١٤٤٧٢ گرام چاندی۔ ١٠٥٢ تولہ)

حضرت عائشہؓ کا مہر: (٤٠ درہم۔ ١٢٢،٤٧٢، گرام چاندی۔ ١٠،٥ تولہ)

حضرت ام سلمہؓ کا مہر: (١٠ درہم۔ ٣٠٦١٨، گرام چاندی۔ ٦٢٥ تولہ)

دیگر ازواج مطہراتؓ کا مہر: (٥٠٠ درہم۔ ١٥٠٩ گرام چاندی۔ ١٣١،٥ تولہ)

سیدہ فاطمہ زہراءؓ کا مہر: (٤٠٠ درہم۔ ١٢٢،٤٧٢، گرام چاندی۔ ١٠،٥ تولہ)

دیگر صاحبزادیوںؓ کا مہر: (٤٨٠ درہم۔ ٦٤، ١٧٣٦، گرام چاندی۔ ١٢٦ تولہ)

مہر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

(آیت) "واحل لکم ماورآء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضہ: (النساء:٢٤)

ترجمہ: تمہارے لیے وہ سب عورتیں حلال کی گئی ہیں جو ان محرمات کے علاوہ ہیں تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو درآں حالیکہ تم ان سے نکاح کرنے والے ہو نہ کہ ان سے زنا کرنے والے، پھر جن عورتوں سے (بذریعہ) نکاح تم فائدہ اٹھا چکے ہو تو ان کا مہر ان کو ادا کر دو۔

(آیت) "واتوا النسآء صدقتھن نحلہ"۔ (النساء:٤)

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

(آیت) "قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم"۔ (الاحزاب:٥٠)

ترجمہ: ہم جانتے ہیں ہم نے جو (مہر) مسلمانوں کی بیویوں کے متعلق ان پر فرض کیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس آئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی طرف دیکھا نظر اوپر اٹھائی پھر نظر نیچے کر لی، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا سر جھکا لیا۔

جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو پھر اس سے میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ نے اس سے فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر جاؤ شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے وہ گیا پھر واپس آ گیا اور اس نے کہا بہ خدا لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میرے صرف یہ تہبند ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ تمہارے تہہ بند کا کیا کرے گی؟ اگر تم اس کو پہنو گے تو اس کے پاس کچھ نہیں ہوگا اور اگر وہ اس کو پہنے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں ہوگا، وہ شخص بیٹھ گیا جب کافی دیر ہو گئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کو بلانے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے گن کر بتایا کہ اس کو فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم ان سورتوں کو زبانی پڑھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا جاؤ تمہیں جو قرآن یاد ہے اس کے سبب سے میں نے یہ عورت تمہاری ملک میں دے دی۔ [1]

١۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٥٠٨٧، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ١٤٢٥، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ٢١١١، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ١١١٦، سنن النسائی، رقم الحدیث: ٣٢٠٠، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ١٨٨٩، موطا امام مالک، رقم الحدیث: ١١١٨، مسند احمد ج ٥ ص ٣٣٦، ٣٣٠، سنن دارمی، رقم الحدیث: ٢٢٠١)

مہر کی مقدار کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلیؒ متوفی ٦٢٠ ھ لکھتے ہیں:

مہر کی مقدار مقرر نہیں ہے نہ کم از کم نہ زیادہ سے زیادہ' بلکہ ہر وہ چیز جس میں مال بننے کی صلاحیت ہو وہ مہر ہو سکتی ہے۔ امام شافعی اور داؤدؒ (ظاہری) کا بھی یہی مسلک ہے۔ سعید بن مسیبؒ نے اپنی بیٹی کا مہر دو درہم رکھا اور اگر اس کا مہر ایک رسی بھی ہوتی تو یہ جائز تھا۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا مہر کی کم از کم مقدار مقرر ہے اور یہ وہ مقدار ہے جس کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے' نیز مہر کے عوض عورت کا ایک عضو حلال ہو جاتا ہے تو اس کی وہ مقدار مقرر کی جائے گی جس کے عوض چور کا ایک عضو کاٹ دیا جاتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک عورت سے پوچھا: کیا تو اپنے نفس اور مال کے عوض دو جوتیوں پر راضی ہو گئی ہے؟ اس عورت نے کہا ہاں!۔ [١]

امام احمدؒ، حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر ایک شخص کسی عورت کا مٹھی بھر طعام مہر رکھے تو وہ عورت اس کے لیے حلال ہو گی۔ [٢]

نیز اثرمؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں ایک مٹھی بھر طعام پر نکاح کر لیتے تھے۔ [٣] نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ان (محرمات) کے سوا عورتیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو" (النساء: ٢٤) اور مال عام ہے وہ قلیل اور

١۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ١١١٥، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ٢١٠٤ ' یہ حدیث عاصم بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے)

٢۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٣٥٥)

٣۔ (اس کی سند میں یعقوب بن عطا ایک ضعیف راوی ہے)

کثیر دونوں کو شامل ہے' اور چونکہ مہر بدل منفعت ہے اس لیے جس مقدار پر دونوں فریق راضی ہو جائیں وہ جائز ہے جس طرح اجرت ہے' اور امام ابو حنیفہ اور امام مالکؒ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "دس درہم سے کم مہر صحیح نہیں ہے" وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کو میسرہ بن عبید نے حجاج بن ارطاۃ سے روایت کیا ہے' میسرہ ضعیف ہے اور حجاج مدلس ہے' نیز یہ حدیث حضرت جابرؓ سے روایت کی گئی ہے اور ہم حضرت جابرؓ سے اس کے خلاف حدیث بیان کر چکے ہیں' اور بر تقدیر صحت وہ حدیث کسی معین عورت کے معاملہ پر محمول ہے اور چور کے ہاتھ کاٹنے پر ان کا قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ نکاح میں ایک عضو سے نفع حاصل کرنے کی اباحت ہے اور ہاتھ کاٹنے میں ایک عضو کو ضائع کرنا ہے اس سے نفع حاصل کرنے کی اباحت نہیں ہے نیز یہ سزا اور حد ہے اور اس پر اجماع ہے کہ مہر میں زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا"۔ (النساء: ۲۰)

ترجمہ: اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہو اور ان میں سے ایک کو تم بہت مال دے چکے ہو تو اس مال سے کچھ واپس نہ لو۔ (۱)

مہر کی مقدار کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعیؒ متوفی ۴۵۰ لکھتے ہیں:

مہر کی کم از کم مقدار میں اختلاف ہے امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مقرر نہیں ہے اور ہر وہ چیز جو قیمت اور اجرت ہو سکتی ہے وہ مہر ہو سکتی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ' صحابہؓ میں سے حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت

۱۔ (المغنی ج ۷ ص ۱۶۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

عبداللہ بن عباسؓ کا یہی مذہب ہے، حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے تین مٹھی انگوروں کو مہر فرمایا۔[۱] اور تابعین میں سے حسن بصری اور سعید بن مسیبؒ کا یہی مذہب ہے حتیٰ کہ سعید بن مسیبؒ نے اپنی بیٹی کا دو درہم مہر رکھا۔[۲] اور فقہا میں سے ربیعہؒ، اوزاعیؒ، ثوریؒ، احمد اور اسحاقؒ کا یہی مذہب ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک کم از کم مہر کی مقدار وہ ہے جو چور کے ہاتھ کاٹنے کا نصاب ہے اور وہ چوتھائی دینار یا تین درہم ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی کم از کم مقدار ایک دینار یا دس درہم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو" (النساء: ٢٤) اور کم تر چیزوں مثلاً دمڑی اور قیراط پر مال کا اطلاق نہیں کیا جاتا، اور حدیث میں ہے از حجاج بن ارطاۃ از عطاء از عمرو بن دینارؒ، از جابر بن عبداللہؓ: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کفو کے سوا عورتوں کا نکاح نہ کرو، اور سوائے ولی کے اور کوئی نکاح نہ کرے اور دس درہم سے کم مہر نہ رکھا جائے۔[۳] اور یہ نص ہے، اور یہ ایک مال ہے جس کے عوض ایک عضو کو مباح کیا جاتا ہے اس لیے اس کو مقرر ہونا چاہیے اور حقوق عقد میں معین چیز مقرر ہوتی ہے جیسے گواہوں کی مقدار مقرر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم"۔ (البقرہ: ٢٣٧)

ترجمہ: اور اگر تم نے عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے تھے تو جو مہر مقرر کیا گیا تھا اس کا نصف ادا کرنا واجب ہے۔

۱۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ٢٤٠)

۲۔ (سنن سعید بن منصور: ٦٢٠)

۳۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۳)

اس آیت میں لفظ "ما" ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ قلیل اور کثیر دونوں مہر ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ حسب ذیل احادیث دلیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا علائق کو ادا کرو، صحابہؓ نے پوچھا:

یارسول اللہ علائق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ چیز جس پر دونوں فریق راضی ہو جائیں۔ [۱] اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ "ما" (وہ چیز) عام ہے خواہ دونوں فریق قلیل پر راضی ہوں یا کثیر پر۔

امام شافعیؒ نے کتاب الام میں کہا ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے دو درہموں سے حلال کیا اس نے حلال کر لیا۔ [۲]

ابو ہارون العبدیؒ از ابو سعید خدریؓ، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اس شخص پر کوئی حرج نہیں ہے جس نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر جب کہ گواہ ہوں اور فریقین راضی ہوں۔ [۳]

عامر بن ربیعہؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے دو جوتیوں کے عوض نکاح کر لیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اپنے نفس اور اپنے مال پر ان دو

۱۔ (سنن کبری ج ۷ ص ۲۳۹) یہ حدیث منقطع اور ضعیف ہے)

۲۔ (الام ج ۵ ص ۹۵، سنن کبری ج ۷ ص ۲۳۸، یہ حدیث بھی بلاغات سے ہے اور منقطع ہے)

۳۔ (سنن کبری ج ۷ ص ۲۳۹، اس کی سند میں ہارون العبدی ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاتا)

جوتیوں سے راضی ہوگئی ہو؟ اس نے کہا: ہاں!۔ (۱)

ابوحازمؒ نے حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس شخص سے فرمایا جس نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا تھا' تلاش کرو خواہ ایک لوہے کی انگوٹھی ہو۔ (۲)

میں (محمد طاہر) کہتا ہوں کہ جیسا کہ اوپر قرآن و حدیث اور فقہاء کے فتویٰ سے معلوم ہوا کہ قرآن کی سورت، لوہے کی آنگھوٹھی، دو جوتیاں، دس درہم، ۴۰۰ درہم۔ ۵۰۰ درہم وغیرہ معمولی و غیر معمولی دونوں طرح سے حق مہر کی مقدار ثابت ہے۔

میں (محمد طاہر کہتا) ہوں کہ آج کے دور میں ۵۔۱۰ ہزار یا ۵۰ ہزار یا لاکھ حق مہر ادا کیا جائے۔ ہم ہندوؤں کی رسموں ورواج اور غیر شرعی جہیز پر تو لاکھوں روپے لگا دیتے ہیں تو کیا حق مہر جو واجب ہے جس سے بیوی حلال ہوتی ہے اس پر کنجوسی کیوں کی جائے۔ واللہ اعلم

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵﴾

اور نا سمجھ (یتیموں) کو اپنے وہ مال حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے لیے زندگی کا

۱۔ (امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۱۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۸۸، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۹، مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۵)

۲۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۰۸۷)

سرمایہ بنایا ہے، ہاں ان کو ان میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے بھلائی کی بات کیا کرو۔

ربط آیت: اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا یتیموں کا مال ان کے حوالے کردو اور عورتوں کا مہر ان کے حوالے کردو۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب یتیم یا تمہاری منکوحہ عاقل بالغ ہو اور جب وہ عاقل بالغ نہ ہوں تو ان کے اموال کو اپنے پاس حفاظت سے رکھو اور جب وہ بالغ ہوجائیں اور ان کی عقل پختہ ہوجائے تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے اور کم عقلوں کو اپنے مال نہ دو حالانکہ مراد یہ ہے کہ کم عقلوں کو ان کے مال حوالے نہ کرو حتی کہ وہ عاقل بالغ ہوجائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یتیم کا مال اس کے ولی اور سرپرست کی تحویل میں رہتا ہے۔ اس ادنی مناسبت کی وجہ سے یتیم کے مال کی اس کے سرپرست کی طرف نسبت کردی گئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں یتیم کے مال کو ولی کا مال اس لیے فرمایا ہے تاکہ ولی یتیم کے مال کی اس طرح حفاظت کرے جس طرح وہ اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ اس کو فضول اور بے دریغ خرچ نہ کرے اور اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرے اور یتیم کے مال کی اپنے مال کی طرح حفاظت کرے۔

یہاں سفہاء سے کون مراد ہیں

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیرؒ نے کہا سفہاء سے مراد یتیم اور عورتیں ہیں۔ حسن بصریؒ نے کہا اس سے مراد نابالغ یتیم

ہیں۔امام طبریؒ کا مختار یہ ہے کہ اس سے کم عقل مراد ہے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی بالغ ہو یا نابالغ۔ (۱)

حجر کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل:

نابالغ بچہ اور کم عقل کو مالی تصرف سے روکنے پر قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت دلیل ہے جس میں فرمایا ہے:

اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو' اور یتیموں کا (بطور تربیت) امتحان لیتے رہو حتی کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں اور تم ان میں سمجھ داری (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو (النساء:٦۔٥)۔

اور حجر (قولی تصرف سے روکنے) کے ثبوت میں یہ احادیث بھی ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ تین شخصوں سے قلم (تکلیف) اٹھا لیا گیا مجنون سے حتی کہ وہ تندرست ہو جائے' بچہ سے حتی کہ وہ بالغ ہو جائے اور سوئے ہوئے سے حتی کہ وہ بیدار ہو جائے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: مغلوب العقل کے سوا ہر شخص کی طلاق جائز ہے۔ (۲)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ٢٧٥ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے سوئے ہوئے سے حتی کہ بیدار ہو جائے' مجنون سے حتی کہ شفایاب ہو جائے اور بچہ سے حتی کہ وہ

۱۔(جامع البیان ج٤ ص١٦٥' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ١٤٠٩ھ)

۲۔(صحیح البخاری' کتاب الطلاق باب:١١' رقم الحدیث:٥٢٦٨)

بڑا ہو جائے۔ [1]

ان حدیثوں میں مجنون اور نابالغ کے قولی تصرفات کو روکنے کی دلیل ہے اور جو آزاد عاقل بالغ ہو لیکن کم عقل ہو اس کو روکنے پر سورہ نساء کی زیر تفسیر آیت میں بھی دلیل ہے اور اس حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی بیع اور شراء میں کچھ کمزوری تھی اور وہ بیع کرتا تھا اس کے گھر والوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کو حجر (منع) کیجئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو بلا کر منع فرمایا اس نے کہا یا رسول اللہ میں بیع کرنے سے صبر نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا جو تم بیع کرو تو کہو یہ چیز اتنے اور اتنے کی ہے اور کوئی دھوکا نہ کیا جائے۔ [2]

جو کسی منصب (اسامی) کے نااہل ہوں ان کو اس کی ذمہ داری نہ سونپی جائے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ: سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تین آدمی ایسے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول نہیں فرماتے، ایک وہ آدمی جس کی بیوی برے اخلاق والی (یعنی بے حیا) ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ شخص جس نے کسی کو قرض دیا اور اس پر کسی کو گواہ نہ بنائے (یعنی اگر فتنہ وفساد کا خطرہ ہو تو

۱۔(سنن ابوداؤد:۴۳۹۸،سنن ترمذی:۱۴۲۸،سنن نسائی:۳۴۳۲،سنن ابن ماجہ:۲۰۴۱،سنن کبری للنسائی:۷۳۴۶،مسند احمد:ج۱ص ۱۱۸، ۱۴۰،ج۶:ص۱۰۱، ۱۰۰،سنن دارمی:۲۲۹۶)

۲۔(سنن ترمذی،رقم الحدیث:۱۲۵۴،صحیح البخاری،رقم الحدیث:۶۹۶۴،سنن ابوداؤد،رقم الحدیث:۳۵۰۱،سنن نسائی،رقم الحدیث:۴۴۹۷)

گواہ بنانا ضروری ہے)اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی بیوقوف و بے سمجھ آدمی کو اس کا مال دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ)[النساء:٥] "اور بے سمجھ کو اپنا مال نہ دو ۔۔۔۔"(١)

ابن جریرؒ نے حضرمیؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اپنا مال اپنی بیوی کو دے دیا تو اس نے ناحق کاموں میں خرچ کر ڈالا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت: "ولاتؤتوا السفھاء اموالکم"۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "ولاتؤتوا السفھاء اموالکم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ تو اپنے مال کی طرف قصد نہ کر کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو عطا کیا اور تیرے لیے اس کو زندگانی کا ذریعہ بنایا کہ اس کو اپنی بیوی کو اور اپنے بیٹوں کو دے دے پھر تو مجبور ہو جائے اس مال کی طرف جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے لیکن تو روک لے اپنے مال کو اور اس کو مناسب طریقے پر خرچ کرتا رہے اور تو وہ آدمی بن جا جو ان پر خرچ کرتا ہے ان کے لباس میں ان کے رزق میں اور ان کی ضروریات میں اور فرمایا لفظ آیت "میثاقا" یعنی (مال کو) تمہاری زندگی کو قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اپنی اولاد میں سے کسی بیوقوف کو اپنے مال پر مسلط نہ کر بلکہ انسان کو حکم دیا کہ اس میں سے کھلائے اور اس کو پہنائے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولاتؤتوا

١۔[السنن الکبریٰ للبیہقی: ١٠/١٤٦، ح:٢٠٥١٧۔ مستدرک الحاکم: ٢/٣٠٢، ح:٣١٨١]

السفھاء“ سے تیرے بیٹے اور عورتیں مراد ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابوامامہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عورتیں بیوقوف ہوتی ہیں مگر جو عورت اطاعت کرے اپنے شوہر کی۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولاتؤتوا السفھاء“ سے خدام مراد ہیں اور انسانوں کے شیطان ہیں۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولاتؤتوا السفھاء“ سے عورتیں اور بچے مراد ہیں۔

سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے چھوٹے بچے اور عورتیں مراد ہیں کہ وہ بیوقوف ہوتے ہیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مردوں کو منع کیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کو اپنے مال دیں اور عورتیں بیوقوف ہوتی ہیں وہ بیویاں ہوں یا بیٹیاں ہوں اور ان سے اچھی بات کہیں۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولاتؤتوا السفھاء“ سے یتیم اور عورتیں مراد ہیں۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولاتؤتوا السفھاء اموالکم“ سے وہ یتیم کا مال مراد ہے جو تمہارے پاس ہے فرماتے ہیں کہ مال اس کو نہ دو اور اس پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت" ولا تؤتوا السفھاء" سے یتامیٰ مراد ہیں اور" اموالکم" سے ان کے مال مراد ہیں اس قول کی طرح جیسے فرمایا لفظ آیت" ولا تقتلوا انفسکم" (کہ اپنی جانوں کو قتل نہ کرو اسی طرح فرمایا کہ یتیموں کا مال نہ کھاؤ)۔

ابن جریرؒ نے مورقؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس سے گذری جو حسن و جمال اور زیب وزینت والی تھی حضرت ابن عمرؓ نے اس کے لیے فرمایا لفظ آیت" ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیما"۔

عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مال کے بارے میں حکم فرمایا کہ اس کو جمع کر لیا جائے ضرورت کے لیے اور پھر اس خزانے کی اچھی طرح دیکھ بھال کی جائے اور بیوقوف عورت کو اور کسی بچے کو اس کا مالک نہ بنا دے۔

عبدالرزاق وابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت" قیما" سے مراد ہے تیری زندگی کو قائم رکھنے والا۔

ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے" قیما" الف کے ساتھ پڑھا پھر فرمایا کہ تیری زندگی کو قائم رکھنے والا۔

ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ" جعل اللہ لکم قیما" سے مراد ہے کہ (مال) تمہارے دین کو بچانے والا اور تمہاری (زندگی کو) قائم کرنے والا ہے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ" وارزقوھم" سے مراد ہے کہ ان پر (یعنی اہل وعیال پر) خرچ کرو۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وقولوا لہم قولا معروفا“ سے مراد ہے کہ مردوں کو حکم کیا گیا کہ ان کے لیے اچھی بات کہو نیکی کرنے اور صلہ رحمی میں۔

ابن جریرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وقولوا لہم قولا معروفا“ سے مراد ہے کہ ایسا وعدہ جو تم ان سے کرتے ہو۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ ”وقولوا لہم قولا معروفا“ سے مراد ہے کہ اگر تیری اولاد نہیں ہے اور نہ ان لوگوں میں سے کوئی ہے جس پر خرچ کرنا تم پر فرض ہو تو اس کو (کم سے کم) اچھی بات کہو اور اس کو کہو اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت دے۔

﴿ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝٦ ﴾

اور یتیموں کو بالغ ہونے تک آزماتے رہو پھر اگر تم ان میں سمجھ داری پاؤ تو انھیں ان کے مال سونپ دو اور ان کے بڑے ہو جانے کے خوف سے ان کے مال کو جلدی

جلدی اسراف کے ساتھ نہ کھاؤ۔ مالدار کو چاہیے کہ وہ بچا رہے اور جو کوئی محتاج ہو وہ مناسب طریقے سے کھائے۔ پھر جب مال ان کے سپرد کرو تو اس پر گواہ بنالو اور اللہ تعالیٰ حساب لینے والا کافی ہے۔

شان نزول: آیت 6 ”وابتلوا الیتمیٰ“

حضرت رفاعہؓ کا انتقال ہو گیا ان کا ایک بچہ ثابت بن رفاعہ تھا مرحوم اپنا متروکہ مال اپنے بھائی کے سپرد کر گئے تھے۔ مرحوم کے بھائی حضور سید عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے ثابت کے مال کا متولی بنایا گیا ہے کیا میں بحق خدمت اس کے مال سے کچھ اپنے تصرف میں لا سکتا ہوں؟ اور یہ مال ثابت کو کب واپس کروں اور کس طرح کروں اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور مفصل جواب دیا گیا۔[1]

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ: بلوغت کی ایک نشانی احتلام ہے، یعنی وہ ایسا خواب دیکھنے لگے جس سے اسے ٹپکنے والے پانی کا انزال ہو جائے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے محمد بن قیسؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”حتیٰ اذا بلغوا النکاح“ یعنی جب پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جائیں۔

سیدنا علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (بلوغت کے سلسلے میں) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے

۱۔ (تفسیر خازن)

سن کر یہ یاد رکھا ہے کہ احتلام کے بعد یتیمی نہیں اور دن سے لے کر رات تک خاموشی نہیں۔ [۱]

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تین شخص مرفوع القلم ہیں: 1 بچہ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ 2 سویا ہوا یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے اور 3 مجنون یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔“ [۲]

بعض کے نزدیک بلوغت کی ایک نشانی عمر کا پندرہ سال ہو جانا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے جنگ کرنے کے لیے خوب جانچا پرکھا (مگر) میری عمر اس وقت چودہ سال تھی تو آپ نے مجھے اجازت نہ دی، پھر جب خندق کے لیے میرا جائزہ لیا گیا تو اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے اجازت عطا فرما دی۔

نافع ؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب یہ حدیث پہنچائی تو انھوں نے کہا کہ بچے اور بڑے میں یہی فرق ہے۔ [۳]

اسی طرح بلوغت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زیر ناف بال اگ آئیں، سیدنا عطیہ قرظیؓ بیان کرتے ہیں کہ قریظہ کے دن ہمیں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جس کے (زیر ناف) بال اگے تھے، اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے بال نہیں اگے تھے، اس کو قتل نہیں کیا گیا

۱۔[أبوداؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء متی ینقطع الیتم: ۲۸۷۳]

۲۔[مستدرک حاکم: ۵۹/۲، ح: ۲۳۵۰۔ ابن حبان: ۳۵۵/۱، ح: ۱۴۲]

۳۔[بخاری، کتاب الشھادات، باب بلوغ الصبیان وشھادتھم: ۲۶۶۴۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب بیان سن البلوغ: ۱۸۶۸]

تھا، میں ان میں سے تھا جن کے بال ابھی نہیں اگے تھے، لہٰذا مجھے چھوڑ دیا گیا۔ (۱)

یتیم کا مال کھانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوبکر جصاص حنفیؒ متوفی ۳۷۰ھ نے بیان کیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک یتیم کے ولی کے لیے یتیم کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔ بطور قرض نہ بطور تبرع۔ نیز انھوں نے لکھا ہے کہ یتیم کے ولی کو قاضی اور عامل پر قیاس نہیں کیا کھانا جائز نہیں ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ وصی اور ولی بغیر کسی شرط کے بطریق تبرع اور احسان یتیم کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے اس لیے اس کی اجرت واجب نہیں ہے اور اس کو یتیم کے مال سے لینا جائز نہیں ہے بطور قرض نہ بطور غیر قرض۔ (۲)

دیگر ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک ضرورت کے وقت قرض کی صورت میں یا بغیر قرض کے یتیم کا مال کھانا جائز ہے۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعیؒ متوفی ۷۷٤ھ نے لکھا ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ ولی کی ضرورت اور اس کی اجرت میں سے جو کم ہو وہ اس کو لے سکتا ہے اور جب وہ خوش حال ہو جائے تو اس کی واپسی کے متعلق دو قول ہیں: امام احمدؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا میرے پاس مال ہے اور میرے پاس یتیم ہے آپ نے فرمایا: بغیر اسراف اور تبذیر کے اپنے یتیم کے مال سے کھالو اور نہ مال جمع کرنا اور نہ اپنا مال بچانا۔

اور امام ابوداؤدؒ ' امام نسائی اور امام ابن ماجہؒ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص

۱۔[مسند أحمد: ٤/ ٣١٠، ح: ١٨٨٠١۔ أبوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الغلام یصیب الحد: ٤٤٠٤۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی النزول علی الحکم: ١٥٨٤]

۲۔(احکام القرآن ج ۲ ص ٦٨' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ١٤٠٠ھ)

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور کہا میرے پاس ایک یتیم ہے جس کا مال ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے آیا میں اس کے مال سے کھا لوں؟ آپ نے فرمایا بغیر اسراف کے اس کے مال سے کھا لو دوسرا قول یہ ہے کہ خوش حال شخص بھی یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے لیکن بعد میں اس کو واپس کر دے اور اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام سعید بن منصورؒ نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ میرے نزدیک یتیم کا مال بیت المال کے حکم میں ہے اگر میں اس مال سے مستغنی ہوں تو میں اس سے اجتناب کرتا ہوں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو میں اس مال سے قرض لیتا ہوں اور جب گنجائش ہوتی ہے تو اس کو واپس کر دیتا ہوں۔ (۱)

فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندیؒ متوفی ۳۷۰ھ روایت کرتے ہیں:

اگر ولی فقیر ہو اور اپنی خدمت اور محنت کے مطابق یتیم کے مال سے کھالے تو مجھے امید ہے کہ اس سے مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ بہت سے علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور اس سے احتراز کرنا افضل ہے۔ (۲)

علامہ عبد الرحمن بن علی الجوزی الحنبلیؒ متوفی ۵۹۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت حسن بصریؒ، شعبیؒ، ابو العالیہؒ، مجاہدؒ، ابن جبیرؒ، نخعیؒ، قتادہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک غنی کے لیے یتیم کا مال کھانا بالکل جائز نہیں ہے اور جس فقیر کے پاس قدر کفایت مال نہ ہو اور مال یتیم کی حفاظت اور نگرانی کی وجہ سے وہ اپنے لیے کسب معاش نہ کر سکتا ہو وہ بغیر اسراف کے بقدر ضرورت یتیم کے مال سے لے سکتا ہے اور جب وہ غنی ہو جائے تو اس مال کو واپس کرنے کے متعلق دو قول ہیں۔ حسنؒ، شعبیؒ، نخعیؒ، قتادہ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس پر کوئی ضمان نہیں

۱۔(تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۰۶۔۲۰۵ مطبوعہ ادارہ اندلس، بیروت، ۱۳۸۵ھ)

۲۔(تفسیر سمرقندی ج۱ ص۳۳۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

ہے اور جو کچھ اس نے لیا ہے وہ بہ منزلہ اجرت ہے اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں غنی ہونے کے بعد اس مال کو واپس کرنا اس پر واجب ہے۔ (۱)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبیؒ متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ ابوالعباسؒ یہ کہتے ہیں کہ اگر یتیم کا مال بہت زیادہ ہو اور اس کی حفاظت اور اس کو کاروبار میں لگانے کے لیے ولی کو اپنے ضروری کاموں کو چھوڑنا پڑے تو اس کی محنت کے مطابق اس کا اجر متعین کیا جائے گا' اور اگر وہ مال کم ہو اور اس کی حفاظت کی وجہ سے اپنا کام چھوڑنا پڑے تو اس مال سے بالکل نہ لے البتہ اس کے جانوروں سے اپنے لیے تھوڑا دودھ لے لینا اس کے لیے جائز ہے اور اس کے کھانے میں سے کچھ کھا لینا اس کے لیے جائز ہے۔ زیادہ نہ لے بلکہ رواج کے مطابق لے' اور اجرت لینا اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں لینا دستور کے مطابق ہے اور اس آیت کو اس معنی پر محمول کرنا چاہیے۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس سے احتراز کرنا افضل ہے۔ (۲)

وَمَنۡ كَانَ غَنِيًّا فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ وَمَنۡ كَانَ فَقِيۡرًا فَلۡيَاۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ: جانا پہچانا طریقہ یہی ہے کہ اس کے اموال کی نگرانی کی اجرت جو معروف ہے لے لے، دوسرا یہ کہ کم از کم جس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکے لے لے۔

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت (وَمَنۡ كَانَ غَنِيًّا فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ وَمَنۡ كَانَ فَقِيۡرًا فَلۡيَاۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ) یتیم کے مال کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اگر ولی نادار اور حاجت مند ہو تو وہ مناسب طور پر بقدر خدمت (یتیم کے مال میں سے) کچھ لے لے (بشرطیکہ نیت میں فساد نہ ہو)

۱۔(زاد المیسر ج ۲ ص ۱۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

۲۔(الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۴۴ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

۱۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے پاس مال نہیں ہے، ہاں البتہ میرے پاس ایک یتیم (کا مال) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے (زیر پرورش) یتیم کے مال سے کھا سکتے ہو، بشرطیکہ اسراف وتبذیر نہ ہو اور نہ تم مال کو جمع کرو اور نہ اس کے مال کے بجائے اپنے مال کو بچاؤ۔“ حسین (راوی) کو شک ہے کہ یا آپ نے یہ فرمایا: ”اپنا مال (بچا کر) رکھتے ہوئے اس کا مال خرچ مت کرو۔“ ۲

فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ فَاَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِمۡ : یتیم کے متولی یا وصی کو حکم ہے کہ گواہوں کے روبرو مال واپس کرے تا کہ کل کو اس پر کوئی الزام نہ آئے۔ اس آیت میں اللہ نے گواہیوں کی تعداد مقرر نہیں کی، البتہ دوسرے مواقع پر اللہ تعالیٰ نے گواہوں کی تعداد دو مقرر کی ہے، ارشاد فرمایا: (وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ‌ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُوۡنَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰٮهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰٮهُمَا الۡاُخۡرٰى)[البقرۃ:۲۸۲] ”اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنھیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو (اس لیے) کہ دونوں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔“ اور فرمایا: (فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ)[الطلاق:۲] ”پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں اچھے طریقے سے روک لو، یا اچھے طریقے سے ان سے جدا

۱۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب (ومن کان فقیرًا فلیأکل بالمعروف۔۔۔الخ): ٤٥٧٥]

۲۔[مسند أحمد: ۲/ ۲۱٥، ۲۱٦، ح: ۷۰۳۹]

ہو جاؤ اور اپنوں میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لو اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔"

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا: یعنی اگر تم نے یتیم کے مال سے کچھ رکھ لیا اور گواہ وغیرہ تمہاری خیانت کو نہ پکڑ سکے تو یہ نہ سمجھ لینا کہ تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے۔ تمہاری ہر خیانت اس کے علم میں ہوگی اور وہ تم سے اس کا مواخذہ کرے گا۔

ارشاد فرمایا: (وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ) [الانبیاء: ٤٧] "اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔"

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اے ابوذر رضی اللہ عنہ! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور ہو، سو میں تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر بھی ہرگز امیر نہ بننا اور نہ یتیم کے مال کا والی بننا۔" [1]

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝﴾

مردوں کے لیے اس مال میں سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ نے اور رشتہ

١۔ [مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ: ١٨٢٦]

داروں نے چھوڑا، اور عورتوں کے لیے اس مال میں سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا، وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

شانِ نزول: (آیت) "للرجال نصیب"

ابوالشیخؒ اور ابن حبانؒ نے "کتاب الفرائض" میں بواسطہ کلبیؒ، ابوصالح ؒ، ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو میراث میں سے کچھ نہیں دیتے تھے، انصار میں سے اوس بن ثابت نامی ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے دو چھوٹے لڑکے اور دو چھوٹی لڑکیاں چھوڑیں، اس کے دو چچازاد بھائی خالد اور عرفطہ آئے اور فرمایا میں کیا جواب دوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ مردوں کے لیے بھی حصہ ہے۔

ابوالشیخ ؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو میراث نہیں دیتے تھے اور نہ چھوٹے لڑکوں کو یہاں تک وہ لڑکے بالغ ہوجاتے تھے۔ انصار میں سے ایک آدمی مرگیا جس کو اوس بن ثابتؓ کہا جاتا تھا اس نے دو بیٹیاں اور دو چھوٹے لڑکے چھوڑے اس کے چچا کے بیٹے آئے اور دونوں باپ کی طرف سے رشتہ دار تھے انھوں نے ساری میراث لے لی اس عورت نے ان دونوں سے کہا میری ان دونوں بیٹیوں سے شادی کرلو اور وہ دونوں لڑکیاں خوبصورت نہ تھیں تو انھوں نے انکار کردیا وہ عورت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئی اور کہا یارسول اللہ! اوس فوت ہوگئے۔ اور اس نے دو چھوٹے بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑ دی ہیں اوس کے چچازاد بھائی خالد اور عرفط آئے اور اس کی ساری میراث لے گئے میں نے ان سے کہا اس کی دونوں بیٹیوں سے شادی کرلو تو انھوں نے انکار

کیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نہیں جانتا میں کیا کہوں؟ اس پر یہ (آیت) "للرجال نصیب مما ترک الوالدن والاقربون" نازل ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خالد اور عرفط کی طرف قاصد بھیجا کہ اس کی وراثت میں سے کسی چیز کو حرکت نہ دینا (یعنی ہاتھ نہ لگانا) کیونکہ اس بارے میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل کی گئی ہے جس میں یہ خبر دی گئی کہ مرد اور عورت کے لیے حصہ ہے پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "ویستفتونک فی النساء" سے لے کر "علیما" تک پھر نازل ہوا "یوصیکم اللہ فی اولادکم" سے لے کر "واللہ علیم حلیم" تک (اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میراث کے مال) کو طلب فرمایا عورت کو آٹھواں حصہ عطا فرمایا اور باقی کو "للذکر مثل حظ الانثیین" کے اصول پر تقسیم فرمایا۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے عکرمہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت ام کلثوم اور اس کی بیٹی ام کحلہ یا ام کحہ، وثعلبہ بن اوس اور سوید کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ لوگ انصار میں سے تھے ایک اس کا خاوند تھا اور دوسرا اس کی اولاد کا چچا یعنی بھائی تھا اس عورت نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرا خاوند مر گیا اس نے مجھے اور اپنی بیٹی کو پیچھے چھوڑا ہے کیا ہم اس کے مال کے وارث نہیں مرنے والے بھائی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ بچی نہ ہی گھوڑے پر سوار ہوتی ہے اور نہ ہی دشمن کا مقابلہ کرتی ہے اس پر مال خرچ کیا جاتا ہے یہ مال کماتی نہیں تو (اس پر یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "للرجال نصیب"۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور چھوٹے لڑکوں کو میراث میں سے کچھ بھی نہ دیتے تھے مردوں میں سے بڑی عمر کے لوگوں میں میراث بانٹ دیتے تھے تو

(یہ آیت نازل ہوئی) لفظ آیت "للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون" سے لے کر" مما قل منہ او کثر" یعنی میراث میں سے "نصیبا" یعنی حصہ "مفروضا" یعنی جو معلوم ہے۔

زمانہ جاہلیت میں بچوں اور عورتوں کو وارث نہ بنانا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں: ابن زید ؓ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں باپ دادا کے ترکہ سے عورتیں وارث نہیں ہوتی تھیں۔ اسی طرح چھوٹا بچہ خواہ مذکر ہو وہ اپنے ماں باپ کے ترکہ سے وارث نہیں کیا جاتا تھا۔ عکرمہ ؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا۔ اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا خاوند فوت ہوگیا اور اس نے مجھ کو اور ایک بیٹی کو چھوڑا ہے اور ہم کو وارث نہیں بنایا جارہا' اس کی بچی کے چچا نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ عورتیں نہ گھوڑے پر سوار ہوسکتی ہیں نہ گھاس کا گٹھا اٹھا کر لاسکتی ہیں نہ دشمن کا مقابلہ کرسکتی ہیں نہ کما کر لاسکتی ہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی مردوں کے لیے اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو خواہ (وہ مال) کم ہو یا زیادہ یہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔[۱]

تقسیم وراثت میں ورثاء کا اقرب ہونا معیار ہے: اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا مال کھانے سے منع فرمایا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب وہ سن شعور کو پہنچ جائیں تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو اور اس آیت میں یہ واضح کیا ہے کہ یتیموں کے ولی ان کے جس مال کی حفاظت کرتے ہیں اس میں

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ١٧٦ مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت ١٤٠٩ھ)

مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو وارث بنایا جاتا تھا نہ بچوں کو، وہ کہتے تھے کہ ہم اس کو وارث نہیں بنائیں گے جو نیزوں سے جنگ کر سکے نہ مال غنیمت لوٹ سکے۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ جب یتیم بچوں کے ماں باپ اور قرابت دار مال چھوڑ جائیں تو وہ ترکہ کے مستحق ہونے میں برابر ہیں اس میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں ہے اور نہ ترکہ کے کم یا زیادہ ہونے سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ ہر چند کہ حصہ کی مقدار میں فرق ہوتا ہے، اسی طرح میت کے ساتھ لاحق ہونے میں بھی فرق ہوتا ہے اور جو میت کے ساتھ بلا واسطہ لاحق ہو اس کے ہوتے ہوئے وہ محروم ہوتا ہے جو کسی واسطہ کے ساتھ میت کے ساتھ لاحق ہوتا ہے مثلاً میت کا ایک بیٹا ہو اور ایک یتیم پوتا ہو تو بیٹا میت کے ساتھ بلا واسطہ لاحق ہے اور یتیم پوتا (فوت شدہ) دوسرے بیٹے کے واسطہ سے لاحق ہے۔ اس لیے بیٹے کے ہوتے ہوئے یتیم پوتا محروم رہے گا۔ یتیم اس نابالغ بچہ کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔ علم وارثت کا یہ قاعدہ ہے کہ قریب وارث کے ہوتے ہوئے بعید وارث محروم ہو جاتا ہے اس بناء پر اگر کسی شخص کا ایک بیٹا زندہ اور دوسرے فوت شدہ بیٹے کا بیٹا یعنی یتیم پوتا بھی زندہ ہو تو اس شخص کی وراثت سے بیٹے کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے کو حصہ نہیں ملے گا کیونکہ یتیم پوتا میت سے ایک واسطہ سے بعید ہے اور بیٹا میت سے بلا واسطہ لاحق ہے اور اقرب ہے۔

اس قاعدہ کی اصل یہ حدیث ہے: امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: فرائض اہل فرائض کو لاحق کر دو۔ (قرآن مجید میں ورثاء کے مقرر کردہ حصص کو فرائض کہتے ہیں) اس کے بعد جو ترکہ باقی

بچے وہ میت کے سب سے قریب مرد کو دے دو۔ (1)

اس حدیث سے یہ واضح ہوگیا کہ وارث اقرب کے ہوتے ہوئے وارث ابعد محروم ہوجاتا ہے اور اقرب اور ابعد کا یہ اصول ورثاء کے لیے ہے مورث کے لیے نہیں ہے۔قرآن مجید کی اس آیت میں جو اقربون کا لفظ ہے وہ مورث کے لیے ہے۔مردوں کے لیے (اس مال) میں سے حصہ ہے جس کو والدین اور اقربین نے چھوڑا ہے۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "نصیبا مفروضا" سے مراد ہے کہ وہ معین وقف ہے۔

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ⑧﴾

اور جب تقسیم کے موقعہ پر قرابت دار اور یتیم اور مسکین آئیں تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دو اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بات کرو ۔

ربط آیت: گزشتہ آیت میں حق داران میراث اور مستحقین ترکہ کا بیان تھا اب اس آیت میں غیر مستحقین میراث کے ساتھ ایک قسم کے سلوک اور احسان کا حکم ہے اور جب تقسیم میراث کے وقت ایسے غریب رشتہ دار بھی حاضر ہوجائیں جن کا میراث میں کوئی حق نہیں اور یتیم اور فقیر بھی اس وقت جمع ہوجائیں کہ شاید اس موقع پر اہل خیر ہمیں کچھ خیرات دے دیں تو تم ان کو تبرعا بالغوں کے حصہ میں سے کچھ دے دیا

۱۔(صحیح البخاری رقم الحدیث:٦٧٣٢، ٦٧٣٥، ٦٧٤٧)

کرواگرورثہ یتیم اورنابالغ ہوں توان غرباءاورمساکین سے معقول اورنرم بات کہہ کران کورخصت کردو یعنی نرمی سے یہ عذرکردوکہ یہ مال یتیموں کا ہےہم اس کے مالک نہیں اس لیےہم مجبوراورمعذور ہیں مطلب یہ ہےکہ سختی سے جواب نہ دیں بلکہ نرمی سے عذرکرو۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا: فرمایا کہ جب میراث کی تقسیم کے وقت ایسے رشتہ دارآجائیں جووارث نہیں ہیں اور یتیم اورمحتاج ہیں تومال تقسیم کرنے سے پہلے بطورصدقہ اوران کادل رکھنے کے لیےانھیں کچھ مال دے دیناچاہیے۔

ارشادفرمایا:(وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا)[بنی اسرائیل:٢٦]”اوررشتہ دارکواس کاحق دےاورمسکین اورمسافرکواورمت بےجاخرچ کر،بےجاخرچ کرنا۔“ اورفرمایا:(وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا)[النساء:٣٦]”اوراللہ کی عبادت کرواوراس کےساتھ کسی چیزکوشریک نہ بناؤاورماں باپ کےساتھ اچھاسلوک کرواورقرابت والے کےساتھ اوریتیموں اورمسکینوں اورقرابت والے ہمسائےاوراجنبی ہمسائے اور پہلوکےساتھی اورمسافر(کےساتھ)اور(ان کےساتھ بھی)جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ بنے ہیں،یقیناًاللہ ایسےشخص سےمحبت نہیں کرتاجواکڑنے والا،شیخی مارنے والاہو۔“

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ حکم”فرائض“یعنی وارثوں کے حصے مقررہونے سے پہلےتھا۔اب اللہ تعالیٰ

نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے اب بخشش نہیں ہے۔ اب صدقہ و خیرات میت کی وصیت سے ہی ہوسکتا ہے، لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ آیت: (وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ) محکم ہے، منسوخ نہیں۔ اور وارثوں کو حکم ہے کہ تقسیم ترکہ کے وقت رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں۔ [1]

ابن ابی شیبہ و بخاری و ابن المنذر و ابن جریر و ابن ابی حاتم اور بیہقی ؒ نے عکرمہ ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ (یہ آیت) "واذا حضر القسمة اولوا القربی والیتمی والمسکین" محکم ہے اور منسوخ نہیں ہے۔

ابن جریر و ابن المنذر ؒ نے مقسم ؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واذا حضر القسمة" (یہ آیت) محکم ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا۔

ابن ابی شیبہ ؒ نے عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے حطان بن عبداللہ ؒ سے روایت کیا ہے کہ ابوموسیٰ ؓ نے اس آیت کے مطابق فیصلہ کیا۔

سعید بن جبیر و ابن جریر و ابن المنذر ؒ نے یحییٰ بن یعمر ؒ سے روایت کیا ہے کہ "تین آیات جو مدنی ہیں اور محکم ہیں بہت لوگوں نے ان کو ضائع کردیا (پہلی آیت) "واذا حضر القسمة" اور آیت استئذان "والذین لم یبلغوا الحلم منکم" اور تیسری آیت "انا خلقنکم من ذکر وانثی"۔

سعید بن منصور و عبد بن حمید و البخاری و ابوداؤد ؒ نے اپنی ناسخ میں و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور بیہقی ؒ نے سعید بن جبیر ؒ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لوگ یہ گمان

---

[1]

کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ کردی گئی یعنی لفظ آیت "واذا حضر القسمۃ" اور یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی اللہ کی قسم! لیکن ان حکموں میں سے ہے جن کے ساتھ (عمل کرنے میں) لا پروائی کرتے ہیں۔

والی دو قسم پر ہیں ایک وہ والی ہے جو وارث ہوتا ہے یہ وہ ہے جو کچھ کھانا اور کپڑے دے دیتا ہے اور دوسرا وہ والی ہے جو وارث نہیں ہوتا وہ اچھی بات کرتا ہے وہ کہتا ہے یہ یتیم کا مال ہے اس میں کسی کا کوئی حق نہیں۔

ابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں ابن جریر اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) عکرمہؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ" سے مراد ہے کہ کچھ مال ان کو دے دیا جائے اگر مال میں کچھ کمی ہے تو ان سے معذرت کرلی جائے اور یہی "قولا معروفا" ہے۔

ابن المنذرؒ نے عمر بنت عبدالرحمن بن عبداللہ عبدالرحمن بن ابی بکرؒ سے روایت کیا ہے کہ جب ان کے باپ کی میراث تقسیم کرنے لگے تو انھوں نے ایک بکری کا حکم فرمایا جو بن مال سے خریدی گئی کھانا پکایا گیا جب یہ بات حضرت عائشہؓ کو ذکر کی گئی تو انھوں نے فرمایا انھوں نے کتاب پر عمل کیا یہ آیت منسوخ نہیں کی گئی۔

غیر وارث رشتہ دار کو کچھ دے دیا جائے

ابن جریر وابن ابی حاتم ونحاسؒ نے اپنی ناسخ میں علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم فرمایا ہے کہ جب میراث تقسیم کریں تو اپنے رشتہ داروں پر اور اپنے یتیموں پر اور اپنے مسکینوں پر صلہ رحمی کریں اگر ان کے لیے وصیت کی گئی ہو اور اگر ان کے لیے وصیت نہیں کی گئی تو وراثت میں سے ان کو کچھ دے دیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ حکم فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرائض کو نازل فرمایا تو ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا اور صدقہ صرف اس کے لیے مخصوص کر دیا گیا جس کا متوفی نام لے۔

ابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں ابن ابی حاتمؒ نے عطاءؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "واذا حضر القسمۃ" کا حکم میراث والی آیت سے منسوخ ہے اب ہر انسان کے لیے ایک حصہ مقرر کر دیا گیا ترکہ میں سے تھوڑا ہو یا زیادہ۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں ابن جریر وابن ابی حاتم اور بیہقی اور ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کیا ہے کہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق اور قاسم بن محمد ابی بکرؓ سے ان کو خبر دی کہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے اپنے والد عبدالرحمن کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہؓ زندہ تھیں دونوں نے بیان کیا کہ انھوں نے گھر میں موجود نہ کسی مسکین کو چھوڑا نہ کسی رشتہ دار کو چھوڑا مگر اس کو اپنے باپ کی میراث میں سے عطا کر دیا اور یہ آیت پڑھی "واذا حضر القسمۃ" قاسمؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ بات ابن عباسؓ کو بتائی تو انھوں نے فرمایا جو انھوں نے کیا ہے حکم اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ حکم وصیت کی صورت میں ہے بلاشبہ یہ آیت وصیت کے بارے میں ہے وصیت سے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ ان کے لیے وصیت کرے۔

نحاسؒ نے اپنی ناسخ میں مجاہدؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس (آیت) "واذا حضر القسمۃ" (کے حکم کو) "یوصیکم اللہ فی اولادکم" نے منسوخ کر دیا۔

عبدالرزاق وابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ونحاس اور بیہقیؒ نے سعید بن المسیبؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے فرائض (کی آیت) سے پہلے (اس کا حکم) تھا جو آدمی ترکہ میں مال چھوڑتا ہے (اس کے) مال میں سے یتیم، فقیر، مسکین اور رشتہ داروں کو دیا جاتا تھا جب وہ تقسیم کے وقت حاضر ہوتے تھے پھر اس (آیت کے حکم) کو میراث والی آیت نے منسوخ کردیا اب اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کے حق کو مقرر فرمادیا اب اس کی وصیت ہوگی اس کے مال میں سے کہ جس کے ساتھ وہ وصیت کر جائے اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے اگر چاہے۔

ابن ابی شیبہ وابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اگر حاضر ہونے والے بڑے ہوں تو کچھ مال ان کو دے دیا جائے اگر وہ چھوٹے ہیں تو ان سے معذرت کر لی جائے اسی کو فرمایا لفظ آیت "قولا معروفا"۔

عبد بن حمیدؒ نے ابوصالحؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ لوگ کچھ مال اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے دیتے تھے یہاں تک کہ فرائض کے احکام نازل ہوگئے۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابو مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ اس کو میراث کی آیت نے منسوخ کردیا۔

﴿ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ⑨ ﴾

اور وہ لوگ (یتیموں کے مال میں خرد برد کرنے سے) ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور بچے چھوڑ کر جائیں تو ان کی طرف سے فکرمند رہیں گے۔ پس انھیں چاہیے کہ وہ اللہ

سے ڈریں اور بات سیدھی سیدھی کہا کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ:

(۱) بعض لوگ مریض سے یہ کہتے ہیں کہ تمہاری اولاد تمہارے مرنے کے بعد نیکیاں نہیں کرے گی جن سے تم کو آخرت میں ثواب پہنچے تو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے دو یا صدقہ و خیرات کر دو‘ یا کسی نیک کام میں صرف کر دو‘ یہ لوگ مرنے والے کو وصیت کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کی اولاد کو ترکہ سے محروم کرنا چاہتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بھی صاحب اولاد ہو تم یہ سوچو کہ اگر کوئی شخص تمہاری اولاد کو تمہارے ترکہ سے محروم کرنے کی کوشش کرتا تو تم پر کیا گزرتی؟

(۲) حضرت ابن عباسؓ کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں یتیم کے ولی سے یہ فرمایا ہے کہ وہ یتیم کی جان اور مال کے ساتھ انصاف اور احسان کریں اور یتیم کے مال کو جلدی جلدی ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اگر وہ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جائیں تو ان کے یتیم بچوں کا ولی ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اس لیے وہ اپنے انجام سے ڈریں اور اللہ سے ڈرتے رہیں اور ہمیشہ سچی اور صحیح بات کہیں۔ [۱]

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے اور بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت ”ولیخش الذین لو ترکوا“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ حکم اس آدمی کے بارے میں ہے جو ایک آدمی کے پاس اس کی موت کے وقت حاضر ہوا تو اس نے مریض کو ایسی وصیت کرتے ہوئے سنا جو اس کے

۱۔(جامع البیان ج ٤ ص ۱۸۳۔۱۸۱ ‘ملخصا‘ مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت‘ ۱٤۰۹ھ)

وارثوں کو نقصان دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو حکم فرمایا جس نے اس کو سنا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور وصیت کرنے والے کی صحیح بات کی طرف رہنمائی کرے اور چاہیے کہ وہ دیکھے اپنے وارثوں کو اور جب اسے اپنے وارثوں کے ضائع ہونے کا ڈر ہو تو جو وہ اپنے وارثوں کے لیے پسند کرتا ہے تو ان کے لیے بھی وہی پسند کرے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم و بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ آدمی جس کی موت کا وقت قریب ہے تو اسے کہا جاتا ہے اپنے مال میں سے صدقہ کرو غلام آزاد کرو اور مال میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو ان لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا گیا یعنی اگر تم میں سے کوئی مریض کے پاس حاضر ہو موت کے وقت تو اس کو حکم نہ کرے کہ وہ خرچ کرے اپنے مال میں سے یا غلام آزاد کرے یا صدقہ کرے یا اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرے لیکن اس کو حکم کرے کہ وہ اپنے مال کو بیان کرے اور جو اس پر قرضہ ہے (اس کو بھی بیان کرے) اور وصیت کرے اپنے مال میں سے ان رشتہ داروں کے لیے جن کو میراث نہیں ملتی ان کے لیے وصیت کرے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب وہ مر جائے اور اس کی چھوٹی اولاد ہو تو ان کو بغیر مال کے چھوڑ دے اور وہ لوگوں پر بوجھ بن جائیں اور تمہیں یہ لائق نہیں کہ تم ایسے کام کا حکم کر جاؤ کہ جس سے تمہارے گھر کے لوگ اور تمہاری اولاد راضی نہ ہو لیکن ان کو اس بارے میں حق بات کہو۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کو موت آتی ہے اس حال میں کہ اس کی چھوٹی کمزور اولاد ہے کہ ان پر وہ ڈرتا ہے غریبی سے اور ضائع ہونے سے اور اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ اس کے بعد ان کے ساتھ وہ لوگ اچھا سلوک نہیں کریں گے جو ان کے

ساتھ (پڑوسی) ملے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر وہ والی بنے اس کی کمزور اور یتیم اولاد کا اس کو چاہیے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کا مال نہ کھائے فضول خرچی سے اور جلدی کرتے ہوئے کہیں وہ بڑے نہ ہو جائیں (پہلے ہی ان کا مال نبٹا دو)۔

ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب کوئی آدمی موت کے قریب ہو تو اسے کہا جاتا ہے کہ فلاں کے لیے وصیت کر فلاں کے لیے وصیت کر اور ایسا کر اور ایسا کر یہاں تک ورثاء کو نقصان پہنچایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم ذریۃ ضعفا خافوا علیهم" تو فرمایا چاہیے کہ وہ لوگ دیکھیں میت کے ورثاء کو جیسا کہ وہ دیکھتا ہے اپنے ورثاء کو (اور) چاہیے کہ وہ ڈریں اللہ تعالیٰ سے اور چاہیے کہ وہ اس کو حکم کریں انصاف اور حق کے ساتھ۔

سعید بن منصور و آدم والبیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب کوئی آدمی وصیت کے وقت حاضر ہو تو اس کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اپنے مال کے لیے وصیت کر بیشک اللہ تعالیٰ تیری اولاد کو رزق دینے والا ہے لیکن اس کو یہ کہنا چاہیے اپنے لیے آگے بھیج اور اپنی اولاد کے لیے بھی چھوڑ دجاؤ یہ ٹھیک بات ہے بلاشبہ جو آدمی اس بات کا حکم کرتا ہے وہ ڈرتا ہے اپنے اوپر محتاجی سے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم" یعنی ان کی موت کے بعد چھوڑ جائیں "ذریۃ ضعفا" یعنی ایسے عاجز جن کے پاس وقت گذارنے کا کوئی حیلہ نہ ہو لفظ آیت "خافوا علیهم" یعنی میت کی ضعیف اولاد کے بارے میں ڈریں جس طرح انھیں اپنے بارے میں خوف ہے لفظ آیت "فلیتقوا اللہ ولیقولوا" یعنی ڈریں میت کی اولاد کے بارے میں ان کے پاس

بیٹھیں" قولاسدیدا" یعنی انصاف کریں اس کی میت میں اور زیادتی نہ کریں۔

ابن جریرؒ نے شیبانیؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے مسلمہ بن عبدالمالک کے دنوں میں اور ہم میں ابن محدیر اور ابن الدیلمی اور ھانی بن کلثوم رحمۃ اللہ علیہم بھی موجود تھے ہم آپس میں تذکرہ کر رہے تھے جو آخر زمانہ میں ہوگا میں ان باتوں سے تنگ پڑ گیا جو میں نے سنیں میں نے ابن الدیلمیؒ سے کہا اے ابو بشر میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری کبھی اولاد نہ ہو اس نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارا اور کہا اے میرے بھتیجے! ایسا نہ کر کوئی روح ایسی نہیں ہے کہ جس کے نکالنے کا اللہ نے فیصلہ کر دیا کہ وہ کسی آدمی کی پشت سے نکلے تو وہ ضرور نکلے گی (ان شاء اللہ) اگرچہ آدمی انکار کرے پھر انھوں نے کہا کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتاؤں کہ اگر تو اس کو پائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو اس سے نجات دیں گے اگر تو اپنے بعد اولاد چھوڑے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائیں گے میں نے کہا کیوں نہیں تو پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ پر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "ولیخش الذین لوترکوامن خلفھم ذریۃ ضعفا"۔

عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو ان ضعیفوں کے بارے میں یعنی یتیم عورت کے بارے میں یتیم بنایا اس کے لیے وصیت کی اس کو مبتلا کیا اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا کیا۔

عامر بن سعدؒ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب سعد بن ابی وقاصؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کی کہ میں کافی تکلیف میں ہوں اور بہت مال دار ہوں، جبکہ میری ایک ہی بیٹی ہے تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی حصہ صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔" انھوں نے عرض کی، کیا میں اس کا نصف صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) نے فرمایا: "نہیں۔" انھوں نے عرض کی، ایک تہائی؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! ایک تہائی صدقہ کر سکتے ہو اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے، کیونکہ تم اپنے وارثوں کو دولت مند چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انھیں فقیر چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔"(۱)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"(۲)

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا ؕ وَسَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ﴿۱۰﴾ ﴾

جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں۔ درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

اس آیت میں یتیموں کے مال کی حفاظت کی مزید تاکید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وارث یا ولی یا حاکم کوئی بھی اگر یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتا ہے تو وہ گویا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

۱۔[بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع: ۴۴۰۹۔ مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث: ۱۶۲۸]

۲۔[بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لأخیہ ما یحب لنفسہ: ۱۳۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من خصال الایمان أن تحب لأخیہ المسلم ما تحب لنفسہ: ۴۵]

ظلماً یتیموں کا مال کھانے والوں کے متعلق احادیث

امام محمد ابن جریرؒ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شعب معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح ہیں اوران کو ایسے لوگوں کے سپرد کر دیا گیا ہے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑ رہے ہیں پھر ان کے مونہوں میں ایسے آگ کے پتھر ڈال رہے ہیں جو ان کے دھڑ کے نچلے حصہ سے نکل رہے ہیں۔ میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے اور وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے تھے۔ [۱]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "سات تباہ کن چیزوں سے اجتناب کرو۔" صحابہؓ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اس نفس کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔" [۲]

حافظ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہؒ، امام ابو یعلیؒ، امام طبرانی اور امام ابن حبانؒ، حضرت ابو برزہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: قیامت کے دن ایسے لوگ اپنی قبروں سے اٹھائے

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ١٨٤ ملخصاً، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ١٤٠٩ھ)

۲۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنٰت: ٦٨٥٧۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا: ٨٩]

جائیں گے جن کے مونہوں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ یتیم کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے جو شخص یتیم کا مال ظلماً کھاتا ہے جب وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اس کے منہ، اس کے کانوں، اس کی ناک اور اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے اور اسے دیکھ کر ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔

امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ پر حق ہے کہ وہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل کرے نہ ان کو جنت کی نعمتیں چکھائے۔ عادی شرابی، سود کھانے والا، یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان۔ [۱]

ابن جریرؒ نے زید بن اسلمؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت مشرکوں کے لیے ہے کیونکہ وہ یتیموں کے وارث نہیں بناتے تھے اور ان کا مال کھا جاتے تھے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے لفظ آیت "سعیرا" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ آگ دہل رہی ہوگی۔

ابن ابی شیبہ و ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ "سعیرا" جہنم میں ایک وادی ہے جس میں (جہنم کی آگ) جوش مارتی ہے۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔ (الدرالمنثور ج ۲ ص ۱۲٤، مطبوعہ ایران)

وسلم) نے فرمایا چار آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے نہ ان کو نعمت کا مزہ چکھائے شراب میں مدہوش رہنے والے سود کھانے والا ناحق یتیم کا مال کھانے والا اور اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا۔

﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾ ﴾

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے، اگر لڑکیاں دو سے زائد ہیں تو ان کے لیے ترکے کا دو تہائی ہے

اور اگر ایک ہے تو اس کے لیے نصف ہے اور میت کے ماں باپ کے لیے ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا چھٹا حصہ ہے جو مورث نے چھوڑا، اگر میت کے اولاد ہو اور اگر اس کے اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی اور اگر اس کے بھائی بہنیں ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، یہ حصے اس وصیت کی تعمیل یا ادائے قرض کے بعد ہیں جو وہ کر جاتا ہے، تم اپنے باپوں اور بیٹوں کے متعلق یہ نہیں جان سکتے کہ تمہارے لیے سب سے زیادہ نفع دینے والا کون ہوگا؟ یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں، بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ربط آیت: اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر وراثت کے احکام بیان فرمائے تھے: مردوں کے لیے اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس (مال میں) سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو خواہ وہ (مال) کم ہو یا زیادہ۔ یہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا حصہ ہے (النساء: ۷) اور اب اللہ تعالیٰ نے تفصیلی طور پر وراثت کے احکام شروع فرمائے۔ وراثت کے احکام میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے ذکر سے احکام شروع فرمائے کیونکہ انسان کا سب سے زیادہ تعلق اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔

امام بخاریؒ متوفی ۲۵۶ ھ نے حضرت مسور بن مخرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) نے فرمایا حضرت فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔ [1]

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وراثت کے احکام میں سب سے پہلے اولاد کے حصص بیان فرمائے۔

شانِ نزول: (آیت) "یوصیکم اللہ"

صحاح ستہ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دونوں پیادہ (پیدل) بنی سلمہ میں میری عیادت کے لیے تشریف لائے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تشریف لا کر مجھے ایسی حالت میں پایا کہ میں شدت ہوش میں نہیں تھا آپ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا اور مجھ پر اس پانی کا چھینٹا دیا، جس سے مجھے افاقہ ہوا، میں نے عرض کیا کہ میرے حال کے متعلق آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور امام احمد و ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور حاکمؒ حضرت جابرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ سعد بن ربیع ؓ کے گھر میں سے ان کی اہلیہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دونوں سعد بن ربیعؓ کی دو لڑکیاں ہیں، ان کے والد آپ کے ساتھ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور ان کا چچا ان کا مال لے گیا اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور اب مال کے بغیر ان کی شادی بھی نہیں ہو سکتی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ضرور کوئی فیصلہ فرمائیں گے، چنانچہ میراث کی آیت نازل ہوئی، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ میراث کی آیت سعد بن ربیعؓ کی لڑکیوں کے بارے میں نازل

۱۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۶۷)

ہوئی ہے اور حضرت جابرؓ کے واقعہ میں نازل نہیں ہوئی، بالخصوص اس وقت تک حضرت جابرؓ کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی۔

باقی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت دونوں واقعات کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس آیت میراث کا ابتدائی حصہ سعدؓ کی دونوں لڑکیوں کے بارے میں نازل ہوا ہے اور (آیت) "وان کان رجل یورث کلالۃ"۔ والا آخری حصہ حضرت جابرؓ کے واقعہ میں نازل ہوا ہوا اور حضرت جابرؓ کا (آیت) "یوصیکم اللہ"۔ کے تذکرہ سے یہی مطلب ہو کیونکہ یہ حصہ اسی حصہ سے متصل ہے۔

ایک تیسرا سبب اور مروی ہے، ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ زمانہ جاہلیت والے لڑکیوں اور کمزور لڑکوں کو میراث نہیں دیتے تھے اور صرف وہی شخص میراث حاصل کر سکتا تھا، جس میں لڑائی کی طاقت ہو، چنانچہ جب حضرت حسان بن ثابتؓ کے بھائی عبدالرحمن کا انتقال ہوا، انھوں نے ام کمہ نامیؓ ایک بیوی اور پانچ لڑکیاں چھوڑ دیں، ورثاء ان کا سارا مال لینے کے لیے آئے، یہ معاملہ دیکھ کر ام کمہؓ شکایت لے کر رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آیت) "فان کن نساء" (الخ) اور پھر ام کمہؓ کے بارے میں فرمایا (آیت) "ولھن الربع مما ترکتم" (الخ)

نیز سعد بن ربیعؓ کا واقعہ ایک اور طریقہ پر بھی مروی ہے، چنانچہ قاضی اسماعیلؒ نے احکام القرآن میں عبدالملک بن محمد بن حزمؒ سے نقل کیا ہے کہ عمرۃ بنت حزم سعد بن ربیعؓ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت سعدؓ غزوہ احد میں شہید ہوگئے اور حضرت سعدؓ کی ان سے ایک لڑکی تھی، یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اپنی لڑکی کی میراث طلب کرنے کے لیے آئیں ان ہی کے بارے میں یہ

آیت نازل ہوئی۔ [۱]

وراثت کے تفصیلی احکام

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بنوسلمہ میں اپنے گھر کے اندر بیمار تھا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری عیادت کے لیے تشریف لائے میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں اپنے مال کو اپنی اولاد کے درمیان کس طرح تقسیم کروں؟ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ میت کے ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ امام ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ [۲]

اولاد کے وراثت کے احوال

اولاد کئی صورتوں میں وارث ہوتی ہے' ایک حال یہ ہے کہ میت کی اولاد کے ساتھ میت کے والدین بھی ہوں اور دوسرا حال یہ ہے کہ میت کی وارث صرف اس کی اولاد ہو اور اس کی تین صورتیں ہیں یا تو بیٹے اور بیٹیاں دونوں وارث ہوں گے یا صرف بیٹیاں یا صرف بیٹے' اگر میت نے بیٹے اور بیٹیاں دونوں چھوڑے ہیں تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا مثلاً اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی ہے تو امور متقدمہ علی الارث کے بعد میت کے ترکہ کے تین حصے کریں دو حصص بیٹے کو اور ایک بیٹی کو ملے گا۔ علی ہذا القیاس اور دوسری صورت یہ کہ اگر میت نے زوجہ'

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۰۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ماں باپ اور بیٹے اور بیٹیوں کو چھوڑا ہو تو اس صورت میں زوجہ اور ماں باپ اصحاب الفرائض ہیں یعنی ان کے حصص مقرر ہیں زوجہ کا آٹھواں حصہ‘ ماں کا چھٹا حصہ اور باپ کا بھی چھٹا حصہ‘ تو اصحاب الفرائض کو ان کے حصص دینے کے بعد جو باقی بچے گا وہ سب اولاد میں تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ اولاد عصبات ہیں اور اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو باقی بچے وہ عصبات میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہؒ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کتاب اللہ کے مطابق مال کو اصحاب الفرائض کے درمیان تقسیم کرو اور اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو باقی بچے وہ (میت کے) سب سے اقرب مرد کو دو۔[۱]

سو اس صورت میں کل ترکہ کے ۲٤ حصص کئے جائیں اس میں سے ۳ حصے اس کی بیوی کو‘ ٤‘ ٤ حصے اس کے باپ اور ماں کو اور باقی ماندہ ۱۳ حصص اس کی اولاد میں اس طرح تقسیم کر دیں کہ بیٹے کو دو اور بیٹی کو ایک حصہ ملے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ میت نے صرف بیٹیاں چھوڑی ہوں اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ان کو دو ثلث (دو تہائی) ملیں گے اور اگر صرف ایک بیٹی چھوڑی ہو تو اس کو کل ترکہ کا نصف ملے گا اور اس کے بعد جو ترکہ بچے گا تو وہ دیگر اصحاب الفرائض کو ملے گا اور اگر وہ نہ ہوں تو پھر میت کے عصبات کو مل جائے گا‘ اور اگر میت نے صرف بیٹے چھوڑے ہوں تو وہ تمام مال کے وارث ہوں گے اور اگر بیٹوں کے ساتھ اصحاب الفرائض بھی ہوں تو اصحاب الفرائض کو ان کا حصہ دینے کے بعد باقی تمام مال بیٹوں کو دے دیا

۱۔(سنن ابن ماجہ‘ رقم الحدیث:۲۷٤۰‘ صحیح البخاری رقم الحدیث:٦٧٣٧‘ ٦٧٣٥‘ ٦٧٣٢‘ صحیح مسلم رقم الحدیث:۱٤۱۷‘ سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۱۰۹۸)

جائے گا۔

مرد کو عورت سے دگنا حصہ دینے کی وجوہات

عورت کو وراثت میں مرد کے حصہ کا نصف ملتا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عورت مرد کی بہ نسبت پیسوں کی زیادہ محتاج ہے کیونکہ مرد آزادی کے ساتھ بے خوف وخطر گھر سے باہر نکل سکتا ہے اور عورت اپنے شوہر یا والدین کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکل نہیں سکتی اور اگر باہر جائے تو اس کی عزت اور عصمت کے لیے متعدد خطرات ہیں نیز چونکہ اس کی عقل کم ہوتی ہے اس لیے اگر وہ خرید وفروخت کرے تو اس کے لٹ جانے یا دھوکا کھانے کا بہت اندیشہ ہے اور جسمانی طور پر وہ کمزور صنف ہے اس لیے اگر اس کو مرد سے دگنا حصہ نہ دیا جائے تو کم از کم برابر حصہ دینا چاہیے۔

اس سوال کے حسب ذیل متعدد جوابات ہیں:

(۱) مرد کے بہ نسبت عورت کے اخراجات کم ہوتے ہیں کیونکہ مرد پر اپنی اپنی بیوی اور بچوں کی اور اپنے بوڑھے والدین کے مصارف کی ذمہ داری ہوتی ہے اس کے برخلاف عورت پر کسی کی پرورش کی ذمہ داری نہیں ہے اور جب عورت کی بہ نسبت مرد کے اخراجات زیادہ ہیں تو مرد کا حصہ بھی عورت سے دگنا ہونا چاہیے۔

(۲) سماجی کاموں کے لحاظ سے مرد کی ذمہ داریاں زیادہ ہوتی ہیں۔ مثلاً وہ امام اور قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ملک اور وطن کے نظم ونسق چلانے کی ذمہ داریاں رکھتا ہے اور ملک اور وطن کے دفاع کے لیے جہاد کی ذمہ داری بھی مرد پر ہے۔ حدود اور قصاص میں وہی گواہ ہوسکتا ہے اور کاروباری معاملات میں بھی مرد کی گواہی عورت سے دگنی ہے سو جس کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں اس کا وراثت میں

حصہ بھی دگنا ہونا چاہیے۔

(۳) عورت چونکہ صنفا کمزور ہوتی ہے اور اس کو دنیاوی معاملات کا زیادہ تجربہ نہیں ہوتا اس لیے اگر اس کو زیادہ پیسے مل جائیں تو اندیشہ ہے کہ اس کے وہ سب پیسے ضائع ہو جائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ بحث ذکر کی ہے کہ ایک بیٹی کا وراثت سے نصف حصہ قطعی ہے اور جس حدیث میں ہے کہ ہم گروہ انبیاء مورث نہیں بنائے جائیں گے وہ ظنی ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے ظنی حکم کے مقابلہ میں قطعی کو کیوں ترک کر دیا اور حضرت سیدنا فاطمہؓ کو وراثت سے حصہ کیوں نہیں دیا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ہمارے ظنی ہے حضرت ابوبکرؓ نے چونکہ اس کو زبان رسالت سے سنا تھا اس لیے ان کے لیے یہ حدیث قرآن مجید کی طرح قطعی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر میت کی اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کا تیسرا حصہ ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے) اور اگر میت کے (بہن) بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ (النساء:۱۱)

والدین کے وراثت کے احوال

اولاد کا اطلاق مذکر اور مونث دونوں پر ہوتا ہے اس لیے میت کے ماں باپ کے ساتھ اگر اولاد ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے: کہ ماں باپ کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ بیٹے ہوں تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا' تیسری صورت یہ ہے کہ میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور ماں باپ ہوں تو بیٹی کو نصف ملے گا اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا البتہ باقی مال بھی باپ کو بہ طور عصبہ ہونے کے مل

جائے گا۔

اگر میت کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کو تہائی مل جائے گا اور باقی دو تہائی مال باپ کو بطور عصبہ دے دیا جائے گا اور اس صورت میں مرد (باپ) کو عورت (ماں) سے دگنا حصہ مل جائے گا۔

اگر میت کے (بہن) بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ یہ والدین کے احوال میں سے تیسرا حال ہے، جس میں میت نے والدین کے ساتھ اپنے بہن بھائیوں کو بھی چھوڑا ہو' اس پر اتفاق ہے کہ ایک بہن یا بھائی ماں کے تہائی حصہ کے لیے حاجب بن کر اس کو چھٹا نہیں کرتے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جب بہن یا بھائی کا عدد تین کو پہنچ جائے تو وہ ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دیتے ہیں اور اگر دو بہنیں یا دو بھائی ہوں تو اس میں اختلاف ہے اکثر صحابہؓ کا نظریہ یہ ہے کہ وہ بھی ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں دو بہنیں ماں کا حصہ تہائی سے کم نہیں کرتیں۔ فقہاء احناف کا مذہب اکثر صحابہ کے قول کے مطابق ہے' یہ بھی واضح رہے کہ دو بہنیں کسی قسم کی ہوں سگی یا سوتیلی خواہ ماں کی طرف سے خواہ باپ کی طرف سے۔ اسی طرح سے بھائی بھی۔ وہ ماں کے لیے حاجب ہیں اور اس کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دیتے ہیں اور ایک بہن ہو یا ایک بھائی وہ ماں کے لیے حاجب نہیں ہیں خواہ وہ بہن یا بھائی عینی ہوں علاتی ہوں یا اخیافی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ تقسیم) اس کی وصیت پوری کرنے کے بعد' اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہے۔ (النساء:۱۱)

قرض کو وصیت پر مقدم کرنے کے دلائل

اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ وارثوں میں ترکہ کی تقسیم پر قرض کی ادائیگی مقدم ہے۔ اگر میت پر لوگوں کا اتنا قرض ہے کہ وہ اس کے تمام ترکہ پر محیط ہے تو وارثوں کو کچھ نہیں ملے گا اور میت کے ترکہ سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا اور اگر میت کا قرض ادا کرنے کے بعد مال بچ رہتا ہے اور میت نے وصیت بھی کی ہوئی ہے تو ایک تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اور اس کے بعد اس کا باقی ماندہ ترکہ ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اس آیت میں میت کی وصیت پوری کرنے کا قرض کی ادائیگی سے پہلے ذکر کیا ہے لیکن اس پر امت کا اجماع ہے کہ پہلے میت کا قرض ادا کیا جائے گا پھر اس کی وصیت پوری کی جائے گی۔ اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فیصلہ کیا کہ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) "ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا"۔ (النساء: ۵۸)

ترجمہ: اور بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانات امانتوں والوں کو ادا کر دو۔

اور نفلی وصیت پوری کرنے کی بہ نسبت امانت کو ادا کرنا مقدم ہے (قرض بھی ایک طرح سے امانت ہے)

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حارثؒ، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وصیت کو پورا کرنے سے پہلے قرض ادا کرنے کا حکم دیا حالانکہ تم قرآن مجید میں وصیت کو قرض سے پہلے پڑھتے ہو۔

امام ترمذی نے کہا عام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ وصیت پوری کرنے سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا۔ (۱)

قرض کو وصیت پر مقدم کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید میں وصیت کے ذکر کو قرض پر مقدم کیا گیا ہے اس لیے کہ قرض کا مطالبہ کرنے والے قرض خواہ ہوتے ہیں اور وصیت کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا' اس لیے یہ خدشہ ہے کہ ورثاء وصیت کو چھپا لیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے وصیت کا ذکر پہلے فرمایا' دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص موت تک قرض ادا نہ کرے اس لیے یہ نادر الوجود ہے اور وصیت عام طور پر کی جاتی ہے اس لیے وصیت کو پہلے اور قرض کو بعد میں ذکر فرمایا لیکن ذکر میں تقدم واقع میں تقدم کو مستلزم نہیں ہوتا جیسا کہ (آیت) "واسجدی وارکعی"۔(ال عمران:۴۳) میں سجدہ کا پہلے اور رکوع کا بعد میں ذکر ہے۔

﴿ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ج فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ج فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلٰلَةً

۱۔(سنن ترمذی، رقم الحدیث:۲۱۲۹، ۲۱۰۱، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۲۷۱۵)

اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ
فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ
وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ ۱۲

جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اور ان کی اولاد نہ ہو تو ترکہ میں تمہارا نصف حصہ ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے۔ یہ قرض کی ادائیگی اور اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو وہ وصیت کر گئی ہوں۔ اور جو تم چھوڑ جاؤ اس میں ان کے لیے چوتھائی ہے۔ اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انھیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ قرض کی ادائیگی اور اس وصیت کے بعد جو تم کرو اور اگر مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر بہن، بھائی اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں۔ یہ قرض کی ادائیگی اور وصیت کے بعد ہے جو کی گئی ہو جس میں دوسروں کا نقصان نہ کیا گیا

ہو۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جاننے والا اور بردبار ہے۔

شانِ نزول: آیت "ولکم نصف ماترک ازواجکم"

امام بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائی اور ابن ماجہؒ نے لکھا ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے فرمایا کہ میں بیمار تھا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت ابوبکرؓ میری بیمار پرسی کے لیے محلہ بنوسلمہ میں پیدل تشریف لائے۔ میں اس وقت بیہوش تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پانی منگوا کر وضو کے پانی کا چھینٹا دیا۔ مجھے فوراً ہوش آ گیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں اپنے مال کی تقسیم کس طرح کروں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

شوہر اور بیوی کے وراثت کے احوال

اولاد کی ماں باپ کے ساتھ اور ماں باپ کی اولاد کے ساتھ نسبی قرابت ہے' اور یہ بلاواسطہ قرابت ہے اور شوہر کی بیوی کے ساتھ اور بیوی کی شوہر کے ساتھ نکاح کے سبب سے قرابت ہے اور یہ بھی بلاواسطہ قرابت ہے' ان کے علاوہ جو قرابتیں ہیں مثلاً بھائی بہن وغیرہ وہ بالواسطہ قرابتیں ہیں کیونکہ بھائی' بہن وغیرہ کی قرابت ماں باپ کے واسطہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بلاواسطہ قرابت داروں کے احکام وراثت بیان فرمائے اور پھر بالواسطہ قرابت داروں کے احکام بیان فرمائے' اور بلاواسطہ قرابت میں نسبی قرابت سببی قرابت سے قوی ہے اس لیے پہلے نسبی قرابت داروں میں اولاد اور ماں باپ کے حصص

۱۔ (تفسیر ابن کثیر 457/1، تفسیر مظہری 678/2)

بیان فرمائے اس کے بعد سببی قرابت میں شوہر اور بیوی کے حصص بیان فرمائے اور یہ نہایت عمدہ ترتیب ہے۔

اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اگر بیوی کی اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ نصف (آدھا) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ چوتھائی ہے اور اگر شوہر کی اولاد نہ ہو تو بیوی کا حصہ ربع (چوتھائی) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے اس سے واضح ہوا کہ شوہر کا حصہ بیوی کے حصہ سے دگنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دگنا ہوتا ہے۔

اس آیت میں اولاد سے مراد عام ہے خواہ ایک ہو یا زیادہ' مذکر ہو یا مونث' نیز وہ اولاد دواسطہ ہو جیسے بیٹا یا بیٹی یا بالواسطہ ہو جیسے پوتا اور پوتی' اور جب بیوی شوہر کی وارث ہو تو شوہر کی اولاد عام ہے خواہ اسی بیوی سے ہو یا کسی اور بیوی سے۔ اسی طرح جب شوہر بیوی کا وارث ہو تب بھی اولاد عام ہے خواہ وہ اسی شوہر کی اولاد ہو یا اس کے پہلے شوہر کی اولاد ہو' اسی طرح بیوی ایک ہو یا کئی بیویاں ہوں سب کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے اور آٹھواں حصہ ان سب بیویوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کا نہ والد ہو اور نہ اولاد اور (اس کا ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا تہائی حصہ ہے اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد وصیت میں نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا' بہت حکمت والا ہے۔

کلالہ کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق

کلالہ کی کئی تفسیریں ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں جو میت کے نہ والد ہوں اور نہ اولاد۔ یہ تفسیر حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ کلالہ اس مورث میت (مرنے والے شخص) کو کہتے ہیں جس کا نہ والد ہو اور نہ اس کی اولاد ہو' یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور یہی تفسیر مختار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کلالہ میت کے ترکہ کو بھی کہتے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کلالہ کی تفسیر میں میری ایک رائے ہے اگر یہ درست ہے تو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف سے ہے اور اگر یہ خطاء ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اس سے بری ہے' کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو میت کا نہ والد ہو اور نہ اولاد' اور حضرت عمرؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے کہا میں اس بات سے اللہ سے حیاء کرتا ہوں کہ میں نے کلالہ کی تفسیر میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ (١)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں بیمار ہوا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میری عیادت کے لیے آئے مجھ پر بے ہوشی طاری تھی آپ نے وضو کیا اور وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں۔ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتی کہ میراث کی آیت نازل ہوئی:

آیت) "ویستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرؤا ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت لھا ولد فان کانتا

١۔ (جامع البیان ج ٤ ص ١٩٢' مطبوعہ دارالمعرفۃ' ١٤٠٩ھ)

اثنتین فلھما الثلثن مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالا ونسآء فللذکر مثل حظ الانثیین“۔(النسا:۱۷۶)

ترجمہ: آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ والد) اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے نصف ترکہ ہے‘ اور وہ شخص اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کا بیٹا نہ ہو‘ اور اگر دو بہنیں ہوں تو ان کو اس شخص کے ترکہ کا دو تہائی ۲۔۳، ملے گا اور اگر اس کے وارث بہن بھائی ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ [۱]

یہ سورہ النساء کی آخری آیت ہے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کلالہ کی تفسیر میں اسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

معدان ابوبکرؓ کا ذکر کیا اور کہا میں اپنے بعد کلالہ سے اہم اور کوئی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا اور میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جتنا کلالہ کے متعلق پوچھا ہے اور کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی سختی اس میں کی ہے اور کسی چیز میں نہیں فرمائی حتی کہ آپ نے میرے سینہ میں انگلی چبھوئی اور فرمایا اے عمرؓ کیا تم کو سورہ النساء کی آخری آیت کافی نہیں ہے؟۔ [۲]

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفیؒ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کلالہ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں جو والد (ماں باپ) اور اولاد (یا بیٹے کی اولاد) کے ماسوا ہوں‘ اس کے ثبوت میں حضرت براء بن عازبؓ سے

۱۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث:۱۶۱۶)

۲۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث:۱۶۱۷)

حدیث صحیح ہے' ایک قول یہ ہے کہ جو وارث بیٹے کے ماسوا ہوں' ایک قول یہ ہے کہ اخیافی بھائیوں کو کلالہ کہتے ہیں' ایک قول ہے، عم زاد بھائیوں کو کلالہ کہتے ہیں ایک قول ہے تمام عصبات کو' ایک قول ہے تمام وارثوں کو' ایک قول ہے میت کو' ایک قول ہے مال موروث کو' جوہری ؒ نے کہا کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد (ماں باپ) ہو' زمخشری نے کہا کلالہ کا اطلاق تین پر کیا جاتا ہے اس مرنے والے پر جس کی نہ اولاد ہے نہ والد (ماں باپ) اور اس وارث پر جو نہ والد (ماں باپ) ہے نہ اولاد' اور ان قرابت داروں پر جو والد (ماں باپ) اور اولاد کی جہت سے نہ ہوں۔ (۱)

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی ؒ متوفی ۸۲۸ ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے جس پر علماء کی ایک جماعت کا اتفاق ہے کہ کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو اور نہ اولاد۔ (۲)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی ؒ متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور نہ اس کا والد (ماں باپ) ہو اور نہ اس کی اولاد تو اس کے وارث کلالہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ حضرت عمر ؓ اور جمہور اہل علم کا قول ہے۔ (۳)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی ؒ متوفی ٦٠٦ لکھتے ہیں:

اکثر صحابہ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا قول یہ ہے کہ کلالہ وہ وارث ہیں جو والدین اور اولاد کے ماسوا

۱۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۷ھ)

۲۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ٥٦٥' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱٤۱۵ھ)

۳۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۷٦ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

ہوں یہی قول صحیح اور مختار ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کا نہ والد ہو اور نہ اولاد اور (اس کا ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا تہائی حصہ ہے۔

آیت مذکورہ میں بھائی بہن سے اخیافی بھائی بہن مراد ہونے پر دلائل:

علامہ سید محمود آلوسی حنفیؒ متوفی ۱۲۷۲ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں بھائی یا بہن سے مراد فقط اخیافی بھائی بہن (ماں کی طرف سے) عام مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے حتیٰ کہ بعض نے کہا اس پر اجماع ہے۔ متعدد مفسرین نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو یوں پڑھتے تھے۔ "ولہ اخ واخت من ام"۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اس کو پڑھتے تھے ولہ اخ او اخت من الام" ہر چند کہ یہ قرات شاذ ہے تاہم اکثر علماء کا یہ مختار ہے کہ جب قرات شاذہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہو تو وہ خبر واحد کے حکم میں ہے اور اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس میں بعض کا اختلاف بھی ہے۔ اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ عینی اور علاتی بھائی بہن (سگے اور باپ کی طرف سے) کا ذکر اس سورت کی آخری آیت میں ہے۔ نیز اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اگر اخیافی بھائی یا بہن ایک ہو تو اس کا حصہ سدس (چھٹا) ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہو تو ان کا حصہ ثلث (تہائی) ہے اور ماں کا بھی یہی حصہ ہے تو مناسب ہوا کہ ماں کی طرف بھائی یا بہن کا بھی یہی حصہ ہو نیز عینی بھائی اور بہن عصبہ ہوتے ہیں جیسا کہ اس سورت کے آخر میں فرمایا ہے اور آیت میں بھائی اور بہن

۱۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ)

کا حصہ سدس اور ثلث مقرر فرمایا ہے اب اگر اس آیت میں بھائی اور بہن سے علاتی بھائی اور بہن سے علاتی بھائی اور بہن مراد لیا جائے تو ان آیتوں میں تعارض لازم آئے گا۔

بیہقیؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے کسی کے بھی دادا کے موجود ہوتے ہوئے ماں کی طرف سے بھائیوں کو کوئی چیز عطا نہیں کی گئ۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے "ولہ اخ او اخت" کے بارے میں روایت کیا کہ ان سے ماں شریک بھائی مراد ہیں اور وہ سب ایک تہائی مال میں شریک ہوتے ہیں اور فرمایا کہ ان کے مرد اور ان کی عورتیں اس میں برابر کی شریک ہوں گی۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن شہابؒ سے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطابؓ نے فیصلہ فرمایا کہ ماں شریک بہن بھائیوں میں وراثت برابر تقسیم کی تلقین فرمائی۔ راوی نے کہا کہ میں دیکھتا اس کے بعد کیا ہوگا اور اسی لیے یہ آیت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "فان کانوا اکثر من ذلک فھم شرکاء فی الثلث"۔

حاکمؒ نے حضرت عمر و علی و ابن مسعود و زیدؓ سے ماں اور خاوند اور سگے بھائیوں اور ماں شریک بھائیوں کے بارے میں روایت کیا کہ حقیقی بھائی شریک ہوں گے ماں شریک بھائیوں سے ان کے ایک تہائی حصہ میں اس وجہ سے کہ یہ سب ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں اور ان کو ماں نے قرابت میں زیادہ کر دیا اور وہ سب شریک ہیں تہائی مال میں۔

حاکمؒ نے زید بن ثابتؓ سے مشرکوں کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بھاگ جاؤ ان کا باپ گدھا تھا باپ نے ان کی قرابت میں اضافہ کر دیا ہے اور ان سب کو ایک تہائی میں شریک کیا۔" ان احادیث کا ذکر جو فرائض کے بارے میں وارد ہوئیں"۔

حاکم اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ فرائض کو سیکھو اور اس کو لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ وہ آدھا علم ہے اور وہ بھلا دیا جائے گا اور وہ سب سے پہلے میری امت میں سے اٹھا لیا جائے گا۔

حاکم اور بیہقیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا فرائض کو سیکھو اور اس کو لوگوں کو سکھاؤ میں ایک آدمی ہوں جس کو اٹھا لیا جائے گا عنقریب یہ علم بھی اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ جب دو آدمیوں میں فرائض کے بارے میں اختلاف ہوگا تو ان کے درمیان کوئی فیصلہ کرنے والے کو نہیں پاؤ گے۔

سعید بن منصور و بیہقیؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ فرائض کو سیکھو اور لہجے کو (سنت طریقے) سے سیکھو جیسے تم قرآن کو سیکھتے ہو۔

سعید بن منصور و بیہقیؒ نے عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ فرائض کو سیکھو کیونکہ وہ تمہارے دین میں سے ہے۔

حاکم اور بیہقیؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص تم میں سے قرآن کو پڑھے تو اس کو چاہیے کہ فرائض کو سیکھے پس اگر دیہاتی اس سے ملے اور کہے اے مہاجر! کیا تو قرآن پڑھتا ہے پس وہ کہے ہاں! میں پڑھتا ہوں تو دیہاتی کہے گا میں بھی قرآن پڑھتا ہوں پس دیہاتی کہے کیا تو نے فرائض کو سیکھا ہے؟ اگر کہا ہاں تو دیہاتی کہے گا تم نے خیر زیادہ سیکھی، اور اگر کہا نہیں تو دیہاتی کہے گا تیری کیا فضیلت ہے مجھ پر اے مہاجر!۔

حاکم اور بیہقیؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری امت

میں سب سے زیادہ علم فرائض کے جاننے والے زید بن ثابت ؓ ہیں۔

دادی اور نانی کا چھٹا حصہ ہے

حاکم ؒ نے قبیصہ بن ذویبؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک دادی آئی حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس اور ان سے کہا کہ میرا حق ہے پوتے کے مال میں یا نواسے کے مال میں جو مر گیا ہے آپ ؓ نے فرمایا میں اللہ کی کتاب میں تیرے لیے کوئی حق نہیں جانتا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بھی اس بارے میں کوئی چیز نہیں سنی اور عنقریب میں (صحابہ کرامؓ سے سوال کروں گا (پھر) مغیرہ بن شعبہ ؓ نے گواہی دی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو چھٹا حصہ دیا تھا ابوبکر ؓ نے پوچھا تیرے ساتھ اس بات پر کون گواہ ہے تو محمد بن سلمہ ؓ نے اس بات پر گواہی دی تو حضرت ابوبکر ؓ نے ان کو چھٹا حصہ دے دیا۔

حاکم ؒ نے زید بن ثابت ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر ؓ نے جب ان سے دادا اور بھائیوں کی میراث کے بارے میں مشورہ لیا تو حضرت زید ؓ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ بھائی زیادہ حق دار ہیں میراث کے اور حضرت عمر ؓ کی اس وقت کہ دادا کو زیادہ حق دار سمجھتے تھے بھائیوں سے پھر میں نے آپ سے اس بارے میں بحث کی اور اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور حضرت علی ؓ اور حضرت ابن عباس ؓ نے بھی مثالیں بیان کیں یہ دونوں حضرات زید ؓ کی طرح مثالیں پیش کر رہے تھے سیلاب کی طرح (یعنی سیلاب کی تیزی کی طرح مثالیں پیش کر رہے تھے)۔

حاکم ؒ نے عبادہ بن ثابت ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فیصلہ فرمایا کہ دو دادیوں کو میراث میں سے چھٹا حصہ عطا فرمایا ان کے درمیان برابری کرتے ہوئے۔

حاکم اور بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ کو علم فرائض کی ضرورت پڑی آپ پر مسائل کی بھیڑ ہوگئی اور حصے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا میں تمہارے ساتھ کیسے کروں اللہ کی قسم میں نہیں پاتا جو اس سے بہتر ہو کہ میں تم میں تقسیم کردوں حصوں کے مطابق پھر ان سے حضرت عباسؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر آگے کردو جس کو اللہ تعالیٰ نے آگے کیا ہے اور پیچھے کردو جس کو اللہ تعالیٰ نے پیچھے کیا تو اس کے فریضہ میں کوئی فرق نہ آتا اللہ کی قسم! اگر آگے کردو جس کو اللہ تعالیٰ نے آگے کیا ہے اور پیچھے کردو جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے حصہ کی طرف بھی کم کیا تو یہ وہ حصہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آگے کیا اور ہر وہ حصہ جب وہ حصہ کم ہوا اور اس کے لیے باقی ماندہ بچا تو وہ حصہ جس کو اللہ تعالیٰ نے موخر کردیا پس جن کو مقدم کیا وہ زوجین اور ام ہے اور جن کو موخر کیا گیا وہ بہنیں اور بیٹیاں ہیں جب وہ وارث جمع ہوجائیں جن کو مقدم کیا گیا اور جن کو موخر کیا گیا تو وارثت تقسیم کرنا شروع کی جائے جن کو مقدم کیا گیا اور اس کو مکمل حق دیا جائے اور اگر کوئی چیز بچ جائے تو دوسرے کو مل جائے گی اور اگر کچھ بھی نہ بچے تو ان کے لیے کوئی چیز نہ ہوگی۔

سعید بن منصورؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کیا تم یہ رائے رکھتے ہو جو ذات عالج کے پہاڑ کے ریت کے ذرات کو جانتی ہے تو وہ مال میں نصف ثلث اور ربع بنائے گی بلکہ یہاں نصف کی صورت میں کل مال کو دو حصوں میں ثلث کی صورت میں کل مال کو تین حصوں میں ربع کی صورت میں چار حصوں میں تقسیم کریں گے۔

سعید بن منصورؒ نے عطاءؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ بلاشبہ لوگ نہ میرے قول کو لیتے ہیں اور نہ آپ کے قول کو اگر میں اور آپ مرجائیں تو یہ لوگ میراث کو تقسیم نہیں کریں گے جس

طرح آپ کہتے ہیں (اس پر) انھوں نے فرمایا چاہیے کہ وہ سب لوگ جمع ہوں اور ہم اپنا ہاتھ رکن (یعنی حجر اسود) پر رکھیں پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت کریں اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں فرمایا جو وہ کہتے ہیں۔

میراث میں عول کا قاعدہ

سعید بن منصور اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں زید بن ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ پہلے آدمی ہیں جس نے فرائض میں عول کا قاعدہ جاری کیا اور اکثر جو چیز کے عول کو پہنچتی ہے وہ ہوتی ہے جب دو ثلث راس الفریضہ ہو۔

سعید بن منصورؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے جو شخص چاہے میں مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں حجر اسود کے پاس بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دادے اور دادی کو ذکر نہیں فرمایا مگر وہ (ہمارے) آباء ہیں پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "واتبعت ملۃ اباءی ابراھیم واسحق و یعقوب" (یوسف آیت ۳۸)۔

سعید بن منصورؒ نے سعید بن مسیبؒ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمہاری جرات کرنا دادا کے حصہ کے بارے میں (گویا) تمہاری جرات کرنا آگ پر ہے۔

عبدالرزاقؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ تمہاری جرات کرنا دادا کے بارے میں (گویا کہ) تمہاری جرات کرنا ہے جہنم کے جراثیم پر ہے۔

عبدالرزاق وسعید بن منصورؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ دوزخ کے جراثیم میں گھسے اس کو چاہیے کہ فیصلہ کردے دادا اور بھائیوں کے درمیان۔

مالک و بخاری و مسلم ؒ نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ مسلمان کسی کافر کا وارث ہوسکتا ہے۔

سعید بن منصورؒ نے عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت کیا ہے کہ کسی فیصلہ نے مجھے تعجب میں نہیں ڈالا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کے فیصلہ کے بعد مگر حضرت معاویہؓ کے فیصلہ نے ہم لوگ ان کے وارث ہوتے ہیں اور وہ ہمارے وارث نہیں ہوتے جیسے کہ ان میں نکاح کرنا ہمارے لیے حلال ہے اور ان کے لیے ہم میں نکاح کرنا حرام ہے۔

ابوداؤد اور البیہقی ؒ نے ابن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قاتل کے لیے میراث میں سے کوئی چیز نہیں ملے گی۔ قولہ تعالیٰ: غیر مضار:

ابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیرؒ سے لفظ آیت "من بعد وصیة یوصی بھا او دین غیر مضار" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ نہ اقرار کرے کسی کے حق کا جو اس پر لازم نہ ہو اور ثلث سے زیادہ کی وصیت نہ کرے کہ وارثوں کو تکلیف پہنچائے۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ "غیر مضار" سے مراد ہے کہ اپنے اہل و عیال کی میراث میں تکلیف دینے والا نہ ہو۔

النسائی و عبد بن حمید و ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و بیہقی ؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وصیت میں (کسی وارث کو) نقصان پہنچانا بڑے گناہوں میں سے ہے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے و بیہقی ؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) نے فرمایا وصیت میں (کسی وارث کو) نقصان پہنچانا بڑے گناہوں میں سے ہے۔

وصیت ایک تہائی مال تک ہو سکتی ہے

مالک وطیالسی وابن ابی شیبہ واحمد و بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن خزیمہ وابن الجارود وابن حبانؒ نے سعد بن وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ بیمار ہوئے جس میں ان کو شفا ہو گئی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پاس عیادت کے لیے تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس مال بہت ہے اور میرا کوئی وارث نہیں مگر ایک بیٹی کیا میں دو تہائی مال صدقہ نہ کردوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا آدھا مال صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا تہائی اور یہ بھی زیادہ ہے بلاشبہ تیرا بچوں کو مالداری کی حالت میں چھوڑ جانا یہ اس سے بہتر ہے کہ تو ان کو محتاجی کی حالت میں چھوڑے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں۔

ابن ابی شیبہؒ نے معاذ بن جبلؓ روایت کیا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایک تہائی کے مال صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے تمہاری زندگی میں اضافہ کے لیے۔

ابن ابی شیبہ و بخاری ومسلمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ لوگ تہائی حصہ کی بجائے چوتھائی حصہ صدقہ کیا کریں کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تہائی زیادہ ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس وصیت میں ایک تہائی مال کا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا ایک تہائی (درمیانہ) ہے کم ہے نہ زیادہ ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے کہ میں پانچویں حصہ کی وصیت کروں یہ

مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں تہائی حصہ کی وصیت کروں اور جس نے چوتھائی کی وصیت کی تو گویا اس نے (ورثاء کے لیے) نہیں چھوڑا۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیمؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ لوگ کہتے تھے جو آدمی پانچویں حصہ کی وصیت کرتا ہے یہ افضل ہے اس آدمی سے جو چوتھے حصہ کی وصیت کرتا ہے اور جو آدمی چوتھے حصہ کی وصیت کرتا ہے یہ افضل ہے اس آدمی سے جو ایک تہائی کی وصیت کرتا ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیمؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ کہا جاتا تھا چھٹا حصہ بہتر ہے تہائی سے وصیت کرنے میں۔

ابن ابی شیبہؒ نے عامر شعبیؒ سے روایت کیا کہ جس شخص نے وصیت کی نہ اس میں ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کو نقصان پہنچاتا ہے تو اس کے لیے ایسا اجر ہوگا گویا اس نے اپنی زندگی اور صحت کے زمانہ میں صدقہ کیا ہو۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیمؒ سے روایت کیا ہے کہ میراث کی آیت نازل ہونے سے پہلے لوگ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی آدمی وصیت کرنے سے پہلے مرجائے۔

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْھَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٣﴾ ﴾

یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں، اور جو شخص اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول

کی اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

ربط آیت: گزشتہ آیات میں یتیموں اور میراث کے متعلق جو احکام بیان کیے گئے ہیں یہ اللہ کی حدود ہیں یعنی اللہ کے دیئے ہوئے شرعی احکام ہیں اور اس کی اطاعت کی تفصیلات اور شرائط ہیں' ان پر حدود کا اطلاق اس وجہ سے کیا گیا کہ مکلف کے لیے ان احکام سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ان احکام پر عمل کرے گا اللہ اس کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ومن یطع اللہ ورسولہ" یعنی جو میراث کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " تلک حدود اللہ" سے مراد ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ حدود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے مقرر کیں اور میراث اور تقسیم کرنے میں حصے مقرر فرمائے ان کے مطابق عمل کرو اور اس کے علاوہ (کسی اور طرف) تجاوز نہ کرو۔

یعنی یہ وہ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے وارثوں کے لیے ان کی میت سے قرابت اور ان کی ضروریات و حاجات کے مطابق مقرر فرما دیے ہیں، تو یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو شخص وراثت کی تقسیم اور دیگر امور میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہاں نہ انھیں موت لاحق ہوگی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے اور جو اللہ کی ان حدود سے تجاوز کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ﴾

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے آگے نکل جائے وہ اسے آگ میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے علی ؓ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " تلک حدود اللہ " یعنی اللہ کی اطاعت یعنی میراث کے حصہ جو مقرر کئے گئے یہ اللہ کی حدود ہیں (اور) " ویتعد حدود اللہ " یعنی جو شخص اللہ کی تقسیم پر راضی نہیں اور (اللہ تعالیٰ کے حکم کی) زیادتی کرے اس کے لیے یہ سزا ہے۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے سدی ؒ سے روایت کیا ہے کہ " تلک حدود اللہ " یعنی سنۃ اللہ " اللہ تعالیٰ کا طریقہ اور اس کا حکم ہے میراث کی تقسیم میں (پھر فرمایا) لفظ آیت " ومن یطع اللہ ورسولہ " یعنی میراث کو تقسیم کرے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا (پھر فرمایا) " ومن یعص اللہ ورسولہ " یعنی میراث کی تقسیم میں اس کی مخالفت کی لفظ آیت " یدخلہ نارا خالدا فیھا " یعنی جو شخص (اللہ تعالیٰ) کے حکم کا انکار کرے گا میراث کے بانٹنے میں تو وہ منافق ہیں کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کے لیے میراث میں حصہ کو شمار نہیں کرتے تھے۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " ومن یطع اللہ ورسولہ " سے

مراد ہے کہ جو شخص ان فرائض پر ایمان رکھتا ہے اور لفظ آیت "ومن یعص اللہ ورسولہ" سے مراد ہے کہ جو شخص ان فرائض پر ایمان نہیں رکھتا۔

احمد وعبد بن حمید وابوداؤد وترمذی ؒ (نے اس کو حسن کہا) وابن ماجہؒ اور لفظ اسی کے ہیں اور بیہقی ؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ایک آدمی ستر سال تک نیک لوگوں جیسے عمل کرتا ہے اور جب وہ وصیت کرتا ہے تو اپنی وصیت میں ناانصافی کرتا ہے اور اس برے عمل پر اس کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور وہ آگ میں داخل ہوجاتا ہے (اس کے برعکس) ایک آدمی ستر سال تک برے لوگوں جیسے عمل کرتا ہے اور جب وہ وصیت کرتا ہے تو اپنی وصیت میں انصاف کرتا ہے (کسی کو حق سے محروم نہیں کرتا) اور اس اچھے عمل پر اس کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے پھر ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو اس آیت "تلک حدود اللہ" سے لے کر "عذاب مھین" تک کو پڑھ لو۔

ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں وسعید بن منصورؒ نے سلیمان بن موسیٰؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جس شخص نے (کسی وارث کی) میراث کو کاٹ دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی میراث کو جنت میں سے کاٹ دیں گے۔

حق میراث دبانے والا جنت سے محروم ہوگا

ابن ماجہؒ نے (وجہ آخرت سے) انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے اپنے وارث کی میراث کو کاٹ دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت میں اس کی میراث کو کاٹ دیں گے۔

بیہقیؒ نے (البعث میں وجہ ثالث میں) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے میراث کو کاٹ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے جنت میں سے اس کی میراث کو کاٹ دیں گے۔

حاکمؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میراث کو تقسیم نہیں کیا جائے گا اور نہ دشمن غنیمت (کے مال سے خوش ہوں گے)۔

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ایک شخص ستر سال تک نیک لوگوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے، لیکن آخر میں جب وہ وصیت کرتا ہے تو وصیت میں ظلم سے کام لیتا ہے، چنانچہ اس کے اس برے کام پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے یہ جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ستر سال تک برے لوگوں جیسے عمل کرتا ہے لیکن آخر میں اپنی وصیت میں عدل سے کام لیتا ہے تو اس کے اس نیک عمل پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور یہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔" یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابوہریرہؓ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو یہ فرمان باری تعالیٰ پڑھ لو: (تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ)۔ [۱]

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ایک مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری کے کام کرتے رہتے ہیں اور جب انھیں موت آتی ہے تو یہ

۱۔ [مسند احمد: ۲/۲۷۸، ح: ۷۷۶۰]

وصیت میں کمی بیشی کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے لیے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔" راوی کا بیان ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ ؓ ان آیات کی تلاوت فرمانے لگے: (مِنۡ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ) یہاں تک کہ آپ (وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ) [النساء ۱۲،۱۳:] تک پہنچ گئے۔ ①

﴿وَالّٰتِىۡ يَاۡتِيۡنَ الۡفَاحِشَةَ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ فَاسۡتَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِنَّ اَرۡبَعَةً مِّنۡكُمۡ ۚ فَاِنۡ شَهِدُوۡا فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ فِى الۡبُيُوۡتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰٮهُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ يَجۡعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيۡلًا ۱۵ وَالَّذٰنِ يَاۡتِيٰنِهَا مِنۡكُمۡ فَاٰذُوۡهُمَا ۚ فَاِنۡ تَابَا وَاَصۡلَحَا فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ۱۶﴾

اور تمہاری عورتوں میں سے جو کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر اپنے میں سے چار گواہ لاؤ پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو یہاں تک کہ ان کی موت واقع ہو جائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے۔

(۱۵) اور جو دونوں تم میں سے اس بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان کو ایذا دو پھر اگر وہ

دونوں توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان کا خیال چھوڑ دو، بیشک اللہ توبہ کرنے والا اور مہربان ہے۔(۱۶)

ربط آیت:

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا تھا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی بدکاری پر انھیں سزا دینے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی درحقیقت ان کے ساتھ حسن سلوک ہے کیونکہ سزا ملنے کے بعد جب وہ بدکاری سے باز آجائیں گی تو آخرت کی سزا سے بچ جائیں گی' دوسری وجہ یہ بتلانا ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا معنی یہ نہیں ہے کہ انھیں بے حیائی کے لیے بے لگام چھوڑ دیا جائے اور تیسری وجہ یہ بتانا ہے کہ احکام شرعی اعتدال پر مبنی ہیں' ان میں افراط اور تفریط نہیں ہے نہ یہ کہ عورت کو بالکل دبا کر رکھا جائے اور اس کے حقوق سلب کرلیے جائے اور نہ یہ کہ اسے بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے اور اس کی بے راہ روی پر بھی اس سے محاسبہ اور مواخذہ نہ کیا جائے۔

جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں بدکاری سے مراد زنا ہے کیونکہ جب عورت کی طرف زنا کی نسبت کی جائے تو اس کا ثبوت اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے خلاف چار مسلمان مرد گواہی دیں۔ اسلام میں ابتداء اس کی یہ سزا تھی کہ ایسی عورت کو تاحیات گھر میں قید کردیا جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راہ پیدا کردے' اور وہ راہ یہ ہے کہ کنواری عورت کو سو کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ کو رجم کردیا جائے اور اس راہ کا بیان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس حدیث میں فرمایا ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھ سے لو' مجھ

سے لو! اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے راہ پیدا کر دی' اگر کنوارہ مرد کنواری عورت کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے لگاؤ اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کرے تو ان کو سو کوڑے لگاؤ اور ان کو سنگسار کر دو۔ [۱]

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت اس وقت منسوخ ہو گئی جب زنا کی حد کے احکام نازل ہو گئے اور ابو مسلم اصفہانی ؒ کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی ان کے نزدیک عورتوں کی بدکاری یا بے حیائی کے کام سے مراد زنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد عورتوں کا اپنی جنس کے ساتھ لذت حاصل کرنا ہے' لیکن ابو مسلم اصفہانی ؒ کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی نے یہ تفسیر نہیں کی اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے کہ اللہ نے عورتوں کے لیے راہ پیدا کر دی۔ [۲]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان آزاد) گواہ طلب کرو۔ حدود میں عورتوں کی گواہی نامعتبر ہونے کے دلائل: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ؒ متوفی ۲۳۵ ھ' روایت کرتے ہیں: زہری ؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے بعد دونوں خلیفوں کے زمانہ میں یہ سنت تھی کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔

حسن بصری ؒ بیان کرتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔ عامر ؒ بیان کرتے ہیں کہ حدود میں

۱۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۹۰' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۹' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۵۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲۲۲' صحیح ابن حبان ج ۱۰' ص ۴۴۲۵)

۲۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

عورتوں کی شہادت جائز نہیں۔

سفیانؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حمادؒ سے سنا ہے کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں۔ شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ حدود میں عورت کی گواہی جائز ہے نہ غلام کی۔ [۱]

علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ زنا کے ثبوت کے لیے چار مسلمان آزاد مردوں کی گواہی ضروری قرار دی ہے تاکہ زنا کے ثبوت کے لیے بارِ ثبوت سخت ہو زنا کے ثبوت کے لیے یہ کڑی شرط اس لیے عائد کی گئی ہے تاکہ لوگوں کی عزتیں محفوظ رہیں اور کوئی شخص دو جھوٹے گواہ پیش کر کے کسی کو بلاوجہ متہم نہ کر سکے، اگر کوئی شخص چار مسلمان گواہ پیش نہ کر سکا تو اس پر حد قذف لگے گی جو اسی (۸۰) کوڑے ہیں اور جس نے کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اور اس پر چار گواہ نہ ہوں تو بندوں کا پردہ رہے گا، یا اس لیے کہ زنا کا ارتکاب مرد اور عورت کرتے ہیں اور ہر دو کو سزا ملتی ہے اس لیے اس میں چار گواہ مقرر کئے گئے۔ تاکہ ہر ایک کے حق میں دو دو گواہ ہوں اور نصاب شہادت مکمل ہو جائے لیکن یہ کوئی قوی وجہ نہیں ہے۔

حد زنا میں چار مردوں کی گواہی پر اعتراض کا جواب:

چار مرد گواہوں کی شرط پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مثلاً لڑکیوں کے ہوسٹل میں ایک لڑکی کی جبراً اور ظلماً عصمت دری کی گئی اور موقع پر صرف لڑکیاں ہیں یا کسی صورت میں کوئی بھی نہیں ہے وہ لڑکی کیسے انصاف حاصل کرے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ سزا اس وقت دی جاتی ہے جب قانونی تقاضے پورے ہوں مثلاً اگر جنگل میں جہاں کوئی نہ ہو وہاں کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو گواہ نہ ہونے کی وجہ سے قاتل کو

۱۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۶۰۔۵۹، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۳۰۔۳۲۹)

سزا نہیں ملے گی ایسی صورتوں میں مجرم دنیاوی سزا سے تو بچ جائے گا لیکن اخروی سزا کا مستحق ہوگا۔ کیا زانی کے خلاف استغاثہ کرنے والی لڑکی پر حد قذف لگے گی؟ ایک وحشت زدہ کنواری لڑکی جس کا لباس تارتار اور خون آلود ہے روتی اور آنسو بہاتی ہوئی پولیس کے پاس پہنچتی ہے اور کہتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے۔ اس شخص کو فوراً موقع واردات پر گرفتار کرلیا جاتا ہے اور میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اس لڑکی سے دخول کیا گیا ہے اور اس شخص کی منی اس لڑکی کے اندام نہانی میں موجود ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اس قرینہ کی وجہ سے اس شخص پر زنا کی حد لازم ہوگی یا بغیر چار مرد گواہوں کے اس شخص کی طرف زنا کی نسبت کرنے کی وجہ سے اس لڑکی پر حد قذف لگائی جائے گی؟ اس کا حل یہ ہے کہ ثبوت زنا کے لیے یقیناً یہ قوی قرینہ ہے لیکن اس شخص پر حد لگانے کے بجائے اس کو تعزیراً سزا دی جائے جیسا کہ فقہاء شراب کی بو کی بناء پر شراب کی حد تو جاری نہیں کرتے لیکن تعزیراً سزا دیتے ہیں' باقی رہا یہ سوال کہ بغیر چار مرد گواہوں کے کسی شخص کی طرف زنا کی نسبت کرنا قذف ہے اور اس کو تہمت لگانا ہے اس لیے اس لڑکی پر حد قذف لگنی چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قذف اس وقت ہوگا جب کوئی شخص کسی کو متہم اور بدنام کرنے کی حیثیت سے مسلمانوں میں ایک فحش بات کو پھیلانے کی غرض سے اس پر زنا کی تہمت لگائے' اس کے علاوہ اگر کسی غرض صحیح کی وجہ سے کوئی شخص کسی کی طرف زنا کی نسبت کرے تو یہ قذف نہیں ہے مثلاً ایک شخص حاکم کے سامنے اعتراف جرم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس لیے مجھ پر حد جاری کی جائے۔ اب اس کے اعتراف سے اس پر تو زنا کی حد لازم ہوجائے گی لیکن اس کے اعتراف سے اس عورت پر اس وقت تک حد لازم نہیں ہوگی جب تک کہ وہ عورت خود اعتراف نہ کرے اور اس شخص نے جو اعتراف جرم کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ

اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور اس عورت کی طرف زنا کی نسبت کی ہے یہ قذف نہیں ہے' اور نہ ان کلمات سے اس شخص پر حد قذف لازم ہوگی کیونکہ ان کلمات سے اس شخص کا مقصود اپنے جرم کا اعتراف کرنا ہے نہ کہ کسی کو بدنام اور متہم کرنا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں سے جو دو شخص بے حیائی کا ارتکاب کریں تو تم ان کو اذیت پہنچاؤ پس اگر وہ توبہ کرلیں تو ان سے درگزر کرو۔" دو شخصوں کی بے حیائی" کی تفسیر میں متعدد اقوال: اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد کنوارہ مرد اور کنواری عورت ہے اور اس سے پہلی آیت میں شادی شدہ عورتیں مراد تھیں اس کی دلیل یہ ہے:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

سدی ؒ نے کہا اس آیت میں کنواری لڑکیاں اور کنوارے لڑکے مراد ہیں جن کا نکاح نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان کو (مار پیٹ سے) ایذا پہنچاؤ۔ ابن زید ؒ کا بھی یہی قول ہے۔ بعض نے کہا پہلی آیت میں زنا کار عورتیں مراد تھیں اور ان کو مار پیٹ سے ایذا پہنچاؤ' اس کی دلیل یہ ہے کہ مجاہد ؒ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے اس آیت سے زنا کرنے والے مرد مراد ہیں' اور بعض نے کہا اس آیت میں مرد اور عورت دونوں مراد ہیں خواہ وہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو مار پیٹ کر ایذا پہنچائی جائے یہ عطا اور حسن بصری ؒ کا قول ہے۔ [۱]

ایذاء پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اس بے حیائی پر ملامت کی جائے اور ڈانٹ ڈپٹ کی جائے اور مار پیٹ کی جائے۔ حسن بصری ؒ کا قول یہ ہے کہ عورتوں کو پہلے ملامت کی جائے اور مارا جائے اور پھر

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ۲۰۰' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱٤۰۹ھ)

گھروں میں قید کر دیا جائے اور اس آیت کا حکم مقدم ہے اور اس سے پہلی والی آیت کا حکم موخر ہے' بہر حال جمہور مفسرین کے نزدیک ان دونوں آیتوں کا حکم سورہ نور سے منسوخ ہو گیا جس میں کنواروں کے لیے زنا کی حد سو کوڑے بیان کی گئی ہے اور احادیث متواترہ سے جن میں شادی شدہ زانیوں کی حد رجم (سنگسار کرنا) بیان کی گئی ہے البتہ ابو مسلم ؒ کے نزدیک پہلی آیت سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنی جنس کے ساتھ شہوانی لذت حاصل کرتی ہیں اور دوسری آیت سے مراد وہ مرد ہیں جو ایک دوسرے سے عمل قوم لوط (اغلام) کر کے لذت حاصل کرتے ہیں۔ ابو مسلم ؒ کے نزدیک یہ دونوں آیتیں منسوخ نہیں ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین ؒ نے عمل قوم لوط کی حرمت پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا تاہم چونکہ یہاں اغلام کی بحث آ گئی ہے اس لیے ہم اغلام کی حرمت پر قرآن مجید اور احادیث سے دلائل کا ذکر کریں گے۔ اغلام کی حرمت پر قرآن مجید کی آیات: (آیت) "ولوطا اذ قال لقومہ اتاتون الفاحشۃ ماسبقکم بہا من احد من العلمین، انکم لتاتون الرجال شھوۃ من دون النسآء بل انتم قوم مسرفون"۔ (الاعراف: ۸۱۔ ۸۰) ترجمہ: ہم نے لوط کو بھیجا جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کی، بیشک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرتے ہو بلکہ تم (انسانیت کی) حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔" (آیت) "ولوطا اذ قال لقومہ اتاتون الفاحشۃ وانتم تبصرون، ائنکم لتاتون الرجال شھوۃ من دون النساء بل انتم قوم تجھلون"۔ (النمل: ۵۵۔ ۵۴) ترجمہ: اور لوط کو (یاد کیجئے) جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تم (آپس میں) دیکھتے ہوئے بے حیائی کرتے ہو، بیشک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔" (آیت) "وامطرنا علیھم مطرا فسآء مطر المنذرین"۔ (النمل: ۵۸)

ترجمہ: اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی سو جو لوگ ڈرائے ہوئے تھے ان پر کیسی بری بارش ہوئی۔
(آیت) " فلما جآء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھا حجارۃ من سجیل منضود، مسومۃ عند ربک وما ھی من الظالمین ببعید "۔ (ھود: ۸۳۔ ۸۲) ترجمہ: اور جب ہمارا عذاب آپہنچا تو ہم نے (قوم لوط کی) بستی کے اوپر کے حصہ کو نچلا حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر لگا تار کنکر پتھر برسائے جو آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے، اور پتھر برسانے کی یہ سزا ظالموں کے لیے مستبعد نہیں ہے۔

اغلام کی حرمت پر احادیث اور آثار

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس چیز کا مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ہے وہ قوم لوط کا عمل (اغلام، مرد کا اپنی جنس کے ساتھ بدفعلی کرنا) ہے۔ (یہ حدیث حسن ہے)۔ [۱]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ [۲]

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو لوگ عہد شکنی کرتے ہیں ان میں قتل

۱۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۵۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۵۶۳، المستدرک صحیح الاسناد: ج ۴ ص ۳۵۷)

۲۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۴۶۲، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۵۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۵۶۱، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۵۳۸۶)

(عام) ہوجاتا ہے اور جن لوگوں میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان میں موت کو مسلط کر دیتا ہے اور جو لوگ زکوۃ نہیں دیتے ان سے بارش کو روک لیا جاتا ہے۔ یہ حدیث امام مسلم کی شرح کے مطابق صحیح ہے۔ (۱)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی ؒ متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے سات آدمیوں پر سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت کرتا ہے' اور ان میں سے ایک شخص پر تین بار لعنت کرتا ہے اور ہر ایک پر ایسی لعنت کرتا ہے جو اس کو کافی ہوگی۔ فرمایا: جو قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے' جو قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے جو قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے'۔ جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے وہ ملعون ہے' جو کسی جانور سے بدفعلی کرے وہ ملعون ہے' جو شخص ماں باپ کی نافرمانی کرے وہ ملعون ہے' جو شخص ایک عورت اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرے وہ ملعون ہے' جو شخص زمین کی حدود میں تبدیلی کرے وہ ملعون ہے' جو شخص اپنے مولا کے غیر کی طرف منسوب ہو وہ ملعون ہے۔ (۲)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ؒ متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادات میں مذکور ہے اس کے فاعل کی سزا امام کی رائے پر موقوف ہے جب کہ فاعل عادی ہو خواہ اس کو قتل کر دے خواہ اس کو مارے اور قید کر دے' الاشباہ میں مذکور ہے جب تک وہ بار بار یہ فعل نہ کرے امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ علامہ بیری ؒ نے کہا ہے کہ دو بار اس فعل کے کرنے پر اس کو

۱۔ (المستدرک ج ۲ ص ۱۲۶' امام ذہبی نے بھی اس حدیث کی موافقت کی ہے)

۲۔ (محرز بن عارون کے سوا اس حدیث کی سند صحیح ہے جمہور کے نزدیک وہ ضعیف ہے' لیکن امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے' حاکم نے اس حدیث کو کہا یہ صحیح الاسناد ہے) (المعجم الاوسط' رقم الحدیث: ۸۴۹۲)

قتل کر دیا جائے گا فتح القدیر میں ہے کہ اس کو بلندی سے گرانے کی سزا اس لیے ہے تا کہ قوم لوط کی سزا سے مشابہت ہو کیونکہ ان کی زمین کو الٹ پلٹ کر دیا گیا تھا۔اس کے ثبوت کے لیے دو گواہ کافی ہیں نہ کہ چار اور اس میں صاحبین کا اختلاف ہے۔[۱]

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی ؒ متوفی ٤٥٠ لکھتے ہیں: عمل قوم لوط سب سے بڑی بے حیائی کا کام ہے اس لیے اس پر سب سے بڑی حد ہے اس میں دو قول ہیں: (۱) امام شافعی نے کہا ہے کہ شادی شدہ ہو یا کنوارہ اس کو پتھر مار مار کر قتل کر دیا جائے۔[۲] حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، سعید بن مسیب ؒ، امام مالک ؒ امام احمد اور اسحاق ؒ کا بھی یہی قول ہے۔قتل کرنے کے دو طریقے ہیں یا تو رجم کر دیا جائے یہ فقہائے بغداد کا قول ہے یا تلوار سے قتل کر دیا جائے یہ فقہائے بصرہ کا قول ہے۔(۲) شادی شدہ کو رجم کر دیا جائے اور کنوارے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے۔اس کی حد میں فاعل اور مفعول بہ برابر ہیں البتہ اگر مفعول نابالغ ہو تو اس پر تعزیر ہے۔[۳]

امام عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی ؒ متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل ؒ کے نزدیک عمل قوم لوط کرنے والے کی حد یہ ہے کہ اس کو رجم کر دیا جائے خواہ وہ شادی شدہ ہو خواہ کنوارہ۔امام احمد ؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ کنوارے کو کوڑے لگائے جائیں گے اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا۔[۴]

۱۔(رد المختار ج ۳ ص ۱۵۶، ۱۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱٤٠٧ھ)

۲۔(کتاب الام ج ۷ ص ۸۳)

۳۔(الحاوی الکبیر ج ۱۷ ص ٦۲ ملخصا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱٤۱٤ھ)

۴۔(المغنی ج ۹ ص ٥٨، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱٤٠٥ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی الخرشی المالکی قرطبیؒ متوفی ۱۱۰۱ھ لکھتے ہیں: جس شخص نے قوم لوط کا عمل کیا ہو تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو رجم کر دیا جائے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ' فاعل کی اس بات میں تصدیق نہیں کی جائے گی کہ اس نے خوشی سے یہ فعل کیا تھا یا مجبوراً اگر مفعول بہ کے ساتھ جبراً یہ فعل کیا گیا یا بچہ کے ساتھ اس کی خوشی سے کیا گیا ہو تو اس کو رجم نہیں کیا جائے گا' اور صرف فاعل کو رجم کیا جائے گا اس کے ثبوت کے لیے بھی چار گواہ ضروری ہیں جس طرح زنا میں چار مرد گواہوں کی شرط ہے۔۔۔ (۱)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس عمل پر حد ہے اور بظاہر اس کا ثبوت بھی چار گواہوں سے ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر تعزیر ہے کیونکہ اس کی سزا حد زنا کی طرف معین اور قطعی نہیں ہے نیز امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حد کا نہ ہونا تخفیف کے لیے نہیں بلکہ تغلیظ کے لیے ہے۔

اس آیت میں زانی مرد اور زنا کار عورت کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کو اذیت دی جائے اور ذلیل کیا جائے حتیٰ کہ تائب ہو جائیں، یہ سزا پہلی سزا کے ساتھ ہی ہے۔ بعد میں یہ دونوں سزائیں منسوخ ہو گئیں۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ" والذن یاتینھا منکم" سے مراد ہے کہ ایک آدمی جب زنا کرتا تھا تو اس کو شرمندہ کیا جاتا اور جوتے مارے جاتے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت" الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما ماءۃ جلدۃ" اگر دونوں شادی شدہ ہوں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے طریقے کے مطابق ان

۱۔(الخرشی علی مختصر سید خلیل ج ۸ ص ۸۲ 'مطبوعہ دار صادر بیروت)

کو رجم کر دیا جائے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” والذن یاتینھا منکم “ یعنی دو آدمی برا کام کرنے والے۔

ابتدائے اسلام میں زنا کی سزا

آدم اور بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں مجاہدؒ سے لفظ آیت ” فاذوھما “ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان دونوں کو قید کر لیا جائے۔

ابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ ” والذن “ یعنی کنوارے جنھوں نے شادی نہیں کی ” یاتینھا “ یعنی انھوں نے جو برا کام کیا اور وہ زنا ہے۔ ”منکم “ یعنی مسلمانوں میں سے ” فاذوھما “ یعنی زبان سے شرمندہ کر کے اور سخت الفاظ کہہ کر اذیت دو لیکن ان دونوں کو قید نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ دونوں کنوارے ہیں لیکن ان کو شرمندہ کیا جائے گا تا کہ وہ توبہ کریں اور نادم ہوں ” فان تابا “ یعنی اگر وہ برے کام سے توبہ کر لیں ” واصلحا “ اور اس برے عمل کی اصلاح کر لیں ” فاعرضوا عنھما “ یعنی پھر توبہ کے بعد ان کو تکلیف نہ دو لفظ آیت ” ان اللہ کان توابا رحیما “ شروع اسلام میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے ساتھ ایسا کیا جاتا تھا پھر زنا کی حد نازل ہوگئی تو قید کرنا اور تکلیف دینا منسوخ ہو گیا۔ اس کو منسوخ کر دیا اس آیت نے جو سورہ نور میں ہے۔ یعنی ” الزانیۃ والزانی “ (الآیہ)۔

ابن جریرؒ نے عطاءؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” والذن یاتینھا منکم “ سے مرد اور عورت مراد ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں اور مردوں کا ذکر کیا جنھوں نے نکاح نہیں کیا تو فرمایا لفظ آیت ” والذن یاتینھا منکم “ یعنی جب کنواری لڑکی اور لڑکا زنا کر لیں

توان دونوں پر سختی کی جائے اور عار دلائی جائے یہاں تک کہ وہ اس (برے کام) کو چھوڑ دیں۔

ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واصلحا فاعرضوا عنہما" یعنی (توبہ کے بعد) ان کو عار دلانے سے اعراض کرو۔

﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۸﴾ ﴾

اللہ پر توبہ قبول کرنے کی ذمہ داری توانھیں کے لیے ہے جو نادانی میں کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ وہی ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔(۱۷) اور توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی

کی موت کا وقت آجاتا ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کی اور اسی طرح توبہ ان کے لیے بھی نہیں ہے جو مرتے دم تک کافر رہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے تو ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔(۱۸)

ربط آیت: اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب دو شخص بے حیائی کا کام کریں تو ان کو ایذا پہنچاؤ اور جب وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے درگزر کرو، اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول ہونے کی یہ شرط بیان فرمائی ہے جو جہالت سے کوئی گناہ کریں تو ان کی توبہ قبول ہوگی، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جہالت سے کوئی گناہ کرنا تو مواخذہ اور گرفت کا مستحق ہی نہیں تو اس پر توبہ کرنے یا صرف اسی کی توبہ قبول ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذر غفاریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ نے میری امت کی خطاء نسیان اور جس کام پر اس کو مجبور کیا جائے اس سے درگزر فرما لیا ہے۔ [۱]

نیز قرآن اور حدیث کی دیگر تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمداً گناہ کرنے پر بھی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابو العالیہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "انما التوبۃ علی اللہ" یہ ایمان والوں کے لیے ہے (اور) "ولیست التوبۃ للذین یعملون السیات" یہ منافق لوگوں کے لیے ہے (اور) لفظ آیت "ولا الذین یموتون وھم کفار" یہ شرک والوں کے لیے ہے۔

ابن جریرؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ پہلی آیت ایمان والوں کے بارے میں نازل ہوئی اور درمیانی آیت منافقین کے لیے نازل ہوئی اور آخری آیت کافروں کے لیے نازل ہوئی۔

۱۔(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۲۰۴۳)

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے ابو العالیہؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحابؓ فرمایا کرتے تھے ہر گناہ جو بندہ کرتا ہے وہ جہالت ہے۔

عبد الرزاق وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ اس بات پر اکٹھے ہیں کہ وہ امر جس میں نافرمانی ہو وہ جہالت ہے جان بوجھ کر ہو یا اس کے بغیر ہو۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقیؒ نے شعب میں مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "بجھالۃ" سے مراد ہے ہر وہ شخص جو اپنے رب کی نافرمانی کرے وہ جاہل ہے یہاں تک کہ وہ اس گناہ کو چھوڑ دے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایتہے کہ لفظ آیت "انما التوبۃ علی اللہ" سے مراد ہے کہ جو شخص برا عمل کرے وہ جاہل ہے۔ اپنی جہالت سے برے عمل کی وجہ سے لفظ آیت "ثم یتوبون من قریب" پھر وہ توبہ کرے زندگی میں اور صحت میں بھی۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ثم یتوبون من قریب" میں القریب سے مراد ہے اس وقت سے لے کر ملک الموت کے دیکھنے تک۔

ابو مجلزؒ سے روایت کیا ہے کہ آدمی توبہ کر سکتا ہے یہاں تک کہ فرشتوں کا معائنہ کرے۔

محمد بن قیسؒ سے روایت کیا ہے کہ "القریب" سے مراد ہے جب تک اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی یا موت نازل ہو جائے۔

موت کا فرشتہ نظر آنے تک توبہ ہو سکتی ہے

ضحاکؒ نے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہر چیز موت سے پہلے قریب ہے اسے توبہ

کرنے کا حق ہے یا اس وقت کے اور موت کے فرشتے دیکھنے کے درمیان یہاں تک کہ ملک الموت کی طرف دیکھ لے تو اب اس کے لیے توبہ نہیں۔

عکرمہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ دنیا ساری قریب ہے اور سب گناہ جہالت ہیں۔

حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ثم یتوبون من قریب" سے مراد ہے جب تک غرغرنہ ہو (یعنی سانس اکھڑ نہ جائے)۔

ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مشرک اگر اسلام لاتا ہے سانس اکھڑنے کے وقت تک تب بھی خیر کثیر کی امید رکھتا ہوں۔

حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ابلیس نے جب آدم (علیہ السلام) کو اندر سے خالی دیکھا تو کہنے لگا آپ کی عزت کی قسم! میں اس پیٹ سے نہیں نکلوں گا جب تک اس میں روح ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میری عزت کی قسم! میں اس کے اور توبہ کے درمیان حائل نہیں ہوں گا جب تک اس میں روح ہے۔

قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم انس بن مالکؓ کے پاس بیٹھے تھے وہاں ابو قلابہ بھی تھے۔ اور انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس پر لعنت بھیجی تو اس نے مہلت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک مہلت دے دی۔ اور شیطان نے کہا آپ کی عزت کی قسم میں آدم کے دل سے نہیں نکلوں گا جب تک اس میں روح ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا میری عزت کی قسم! میں اس سے توبہ کو نہیں روکوں گا (یعنی توبہ کو قبول کرلوں گا) جب تک اس میں روح ہے۔

ننانوے قتل کا گناہ توبہ سے معاف ہوگیا

ابن ابی شیبہ واحمد و مسلم وابویعلی وابن حبان ؒ نے ابو سعید خدری ؓ سے روایت کیا ہے کہ میں تم کو کسی بات کی خبر نہیں دوں گا مگر جو میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنی ہے میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا کہ ایک آدمی نے ننانوے قتل کئے پھر توبہ کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اس نے زمین میں سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک آدمی کے بارے میں اس کو بتایا گیا وہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ننانوے قتل کئے کیا میرے لیے توبہ ہے؟ اس نے کہا ننانوے قتل کرنے کے بعد (توبہ کرتا ہے) اس آدمی نے اپنی تلوار کو نکالا اور اس کو بھی قتل کر دیا سو پورے ہو گئے۔ پھر توبہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے زمین پر موجود سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا ایک آدمی کے بارے میں اس کو بتایا گیا وہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا کون رکاوٹ بن سکتا ہے تیرے اور توبہ کے درمیان اس گندی بستی سے نکل کر نیک بستی کی طرف نکل جا۔ وہ بستی فلاں فلاں ہے اور اس میں اپنے رب کی عبادت کر۔ وہ اس نیک بستی کا ارادہ کرتے ہوئے نکلا راستہ ہی میں موت آگئی۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں نے آپس میں جھگڑا کیا ابلیس نے کہا میں اس کے زیادہ حقدار ہوں اس نے میری کبھی بھی نافرمانی نہیں کی رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرنے کے لیے نکلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو بھیجا۔ انھوں نے اس کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا تو فرشتہ نے کہا دونوں بستیوں کی طرف دیکھو جو بستی اس سے زیادہ قریب ہو تو اسی کے ساتھ اس کو ملا دو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نیک بستی والوں کے قریب کر دیا اور گندی بستی والوں سے دور کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے نیک بستی والوں کے ساتھ ملا دیا۔

احمد اور ترمذی ؒ (نے اس کو حسن کہا) وابن ماجہ اور حاکم ؒ نے (اس کو صحیح کہا) شعب میں ابن جریر ؒ سے

روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ نہ ہونے لگے (یعنی سانس نہ اکھڑ جائے)۔

بیہقیؒ نے شعب میں صحابہؓ میں سے ایک صحابیؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہے سانس اکھڑنے سے پہلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔

عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ توبہ پھیلی ہوئی ہوتی ہے بندہ کے لیے جب تک کہ جان کنی کی حالت نہ ہو۔ پھر (یہ آیت) پڑھی لفظ آیت " ولیست التوبۃ للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الئن" پھر فرمایا قوت کا وقت آنا ہی سوء ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الئن" یعنی جب موت کا وقت قریب آئے تو اس سے (توبہ) قبول نہیں ہوتی۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک کہ موت کے وقت روح حلق تک نہ پہنچ جائے۔۔۔" [۱]

وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا: سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: " بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا

۱۔[مسند أحمد: ۲/۱۳۲، ح: ۶۱۶۰۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب أن اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر: ۳۵۳۷]

ہے۔" یا آپ نے فرمایا: "اپنے بندے کو معاف فرما دیتا ہے جب تک حجاب واقع نہ ہو۔" عرض کی گئی کہ وقوع حجاب سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ کہ جب جان نکلے تو وہ مشرک ہو۔" (١)

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿١٩﴾ ﴾

اے ایمان والو! تمھارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ، اور انھیں اس لیے نہ روک رکھو، تاکہ تم نے انھیں جو دیا تھا اس میں سے کچھ تمھیں واپس مل جائے، مگر اس صورت میں کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں، اور ان کے ساتھ معاشرت اور بود و باش میں اچھا برتاؤ کرو، اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں، تو ہوسکتا ہے کہ تمھیں ایک چیز ناپسند ہو، اور اللہ نے اس میں تمھارے لیے بہت سی بھلائیاں رکھی ہوں۔

١۔ [مسند أحمد: ٥/١٧٤، ح: ٢١٥٧٨۔ ابن حبان: ٦٢٧۔ مستدرک حاکم: ٤/٢٥٧، ح: ٧٦٦٠]

ربط آیات

گزشتہ آیا تمیں مردوں اور عورتوں کی اخلاقی بے حیائی کا ذکر تھا، اور اس کی سزا کا تعین بھی تھا پھر درمیان میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کی قبولیت کا وقت اور رحیم کا تذکرہ فرمایا۔توبہ کی شرائط کا بیان آیا نیز یہ بھی کہ توبہ کی قبولیت کا وقت نزع کی حالت شروع ہونے سے پہلے پہلے ہے۔جب دوسرے جہان کی چیزیں نظر آنے لگیں۔انسان قریب المرگ ہوجائے تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں، اسی طرح جو لوگ کفر کی حالت پر ہی مرجائیں ان کی توبہ بھی قبول نہیں۔البتہ ان حالات سے پہلے پہلے جو شخص سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہا تھا کہ اے پروردگار! میں انسانوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا، جب تک ان کے جسموں میں جان باقی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا جب تک میرے بندے مجھ سے بخشش طلب کرتے رہیں گے۔میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو بندے کے لیے آخری وقت تک ذریعہ نجات بنا دیا ہے۔

اب اگلی آیات میں پھر عورتوں کے مسائل آرہے ہیں۔زمانہ جاہلیت میں عورتوں کے ساتھ جو بدسلوکی اور ناانصافی ہوتی تھی، اس کا دوبارہ تذکرہ آرہا ہے یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کے وقت مروجہ رسم ورواج کی تردید فرمائی ہے اور صحیح راستے کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔اس کے بعد نکاح کے ضمن میں ان عورتوں کا ذکر ہے جو محرمات نکاح میں شمار ہوتی ہیں اور جن کے ساتھ کسی شخص کا نکاح جائز نہیں ہوتا۔

شان نزول: (آیت) ”یایھا الذین امنوالا یحل“

امام بخاریؒ، ابوداؤدؒ اور نسائی ؒ نے ابن عباس ؓ سے نقل کیا ہے کہ جس وقت کوئی مرجاتا تھا تو اس کے اولیاء اس کی عورت کے زیادہ حق دار ہوتے تھے اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو خود شادی کرلیتا اور اگر چاہتے تو کہیں اور شادی کرادیتے غرض یہ کہ اس کے گھر والوں سے زیادہ وہ اس کے حق دار بن جاتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے سند حسن کے ساتھ ابوامامۃ بن سہل بن حنیف ؓ سے نقل کیا ہے کہ جب ابو قیس کا انتقال ہوگیا تو ان کے لڑکے نے ان کی عورت سے شادی کرنا چاہی اور یہ چیز زمانہ جاہلیت میں جائز تھی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ایمان والو تمہارے لیے یہ حلال نہیں الخ اور ابن جریرؒ نے عکرمہ ؓ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے اور ابن ابی حاتمؒ، فریابی اور طبرانی ؒ نے بواسطہ عدی بن ثابت ؓ ایک انصاری شخص سے روایت نقل کی ہے کہ ابوقیس بن اسلت کا انتقال ہوا اور وہ انصار کے شرفا میں سے تھے، تو ان کے لڑکے قیس نے ان کی بیوی کو نکاح کا پیغام دیا وہ بولیں میں تم کو اپنا بیٹا سمجھتی ہوں اور تم اپنی قوم کے شرفا میں سے ہو، اس کے بعد وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا اپنے گھر چلی جاؤ، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

زمانہ جاہلیت کے مظالم سے عورتوں کو نجات دلانا

حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص فوت ہوجاتا تو اس کے اولیاء (ورثاء) اس کی بیوی کے حق دار ہوتے تھے' اگر وہ چاہتے تو اس کا کہیں نکاح کردیتے اور اگر چاہتے تو خود اس سے نکاح کرلیتے اور اگر چاہتے تو اس کا کہیں نکاح نہ کرتے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۱۔ (تفسیر مجاہد ص ۱۵۰، تفسیر سفیان ثوری ص ۹۲، تفسیر الزجاج ج ۲ ص ۲۹)

اس آیت میں یہ بتا دیا کہ کسی شخص کا زبردستی عورت کا وارث بن جانا ناجائز اور حرام ہے' نیز فرمایا: اور نہ تم ان کو جاہلیت میں بیوہ عورت کے وارث اس کو اپنی مرضی سے کسی جگہ نکاح نہیں کرنے دیتے تھے تاکہ ان کی گرفت سے آزاد ہو کر وہ اپنے مہر کا مطالبہ نہ کرے یا وہ اس عورت کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک کہ وہ اپنے مہر کی رقم ورثاء کو دے کر اپنی خلاصی نہ کرائے۔ یا پھر وہ عورت ورثاء کی قید میں مرجاتی اور وہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مہر کی رقم پر قبضہ کر لیتے تھے۔ [۱]

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں علی الاعلان بے حیائی سے کیا مراد ہے؟ عطا خراسانیؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد زنا ہے یعنی اگر کوئی عورت زنا کرے تو اس کا شوہر اس کو مہر میں دی ہوئی رقم واپس لے لے پہلے یہی حکم تھا بعد میں جب حدود کے احکام نازل ہوئے کہ کنواری کو سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ کو رجم کر دیا جائے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ علی الاعلان بے حیائی سے مراد شوہر سے بغض رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنا ہے اگر عورت ایسا کرے تو شوہر اس کو مہر میں دی ہوئی رقم واپس لے سکتا ہے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو تم نے ان عورتوں کو اپنے عقد میں اللہ کی امانت سے لیا ہے' اور اللہ کی اجازت سے تم نے ان کے جسموں کو اپنے اوپر حلال کیا ہے اور تمہارے ان پر حقوق ہیں' اور تم پر ان کے حقوق ہیں' تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی اور کو نہ آنے دیں' اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں' جب وہ یہ کر لیں تو دستور کے مطابق ان کا طعام اور پوشاک تم پر لازم ہے۔

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ۲۰۸)، (تفسیر الزجاج ج ۲ ص ۳۰)

حضرت عمرؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (۱)

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ متوفی ۳۷۵ھ نے لکھا ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرے تو وہ اس سے دی ہوئی چیزیں واپس لے سکتا ہے۔ (۲)

بیوہ عورت کو زبردستی روکنا جائز نہیں

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اہل مدینہ کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی کا قریبی رشتہ دار فوت ہوجاتا تو وہ اس کی بیوی پر کپڑا ڈال کر اس کے نکاح کا وارث بن جاتا اور اپنے علاوہ کسی اور سے اس کا نکانہ کرتا اور اس کو اپنے پاس قید کرلیتا تا کہ وہ مہر اسے دے دے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "یایھا الذین امنوالا یحل لکم ان ترثواالنساء کرھا"۔

عبد بن حمید و ابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب عورت کا خاوند مرجاتا تو اس کا ولی آکر اس پر کپڑا ڈال دیتا اگر اس کے ساتھ چھوٹا بچہ یا بھائی ہوتا تو اس پر اس عورت کو روک لیتا یہاں تک کہ جب وہ جوان ہوجاتی یا مرجاتی تو یہ اس کے مال کا وارث بن جاتا اور اگر وہ (کسی طرح) چھوٹ جاتی اور وہ اپنے اہل و عیال میں آجاتی اور اس پر کوئی کپڑا نہ ڈالتا تو وہ نجات پاجاتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) "لا یحل لکم ان ترثواالنساء کرھا" نازل فرمائی۔

عبدالرزاق و ابن سعد و ابن جریرؒ نے زہریؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت انصار کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جب کوئی آدمی ان میں سے مرجاتا تو لوگ اس کی بیوی پر

۱۔(جامع البیان ج ۴ ص ۲۱۲۔۲۱۱، مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

۲۔(تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۲۴۲۔۲۴۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

اس کے ولی کو وارث بنا دیتے۔ اور وہ اس کو روک لیتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مرجاتی اور پھر وہ (اس کے مال کا) وارث بن جاتا تھا ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتمؒ نے زید بن اسلمؒ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یثرب والوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی آدمی مرجاتا تھا تو لوگ اس کی بیوی پر اس کے ولی کو وارث بنا دیتے۔ اور وہ اس کو روک لیتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مرجاتی اور پھر وہ (اس کے مال کا) وارث بن جاتا تھا ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتمؒ نے زید بن اسلمؒ سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں یثرب والوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی آدمی مرجاتا تھا تو اس کی عورت کا وہی وارث بن جاتا تھا جو اس مرنے والے کے مال کا وارث بنتا تھا اور اس عورت کو نکاح سے روک دیتا تھا یہاں تک کہ اس سے خود شادی کر لیتا تھا یا جس کا ارادہ کرتا اس سے شادی کر دیتا تھا اور تہامہ والے عورت کے ساتھ برا سلوک کرتے یہاں تک کہ اس کو طلاق دے دیتا تھا اور اس پر شرط لگاتا تھا کہ وہ اس مرد سے شادی کرے گی جس کے ساتھ وہ چاہے گی یہاں تک کہ وہ اس کا کچھ مہر اسے واپس کر دے تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس سے منع فرما دیا۔

عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذرؒ نے عبدالرحمن بن سلمانیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ولا تعضلوھن" یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں ایک ان میں سے ایک زمانہ جاہلیت کے بارے میں ہے اور دوسری زمانہ اسلام کے بارے میں ہے۔ ابن مبارکؒ نے فرمایا لفظ آیت "ان ترثوا النساء کرھا" زمانہ جاہلیت کے بارے میں ہے اور" ولا تعضلوھن" زمانہ اسلام کے بارے میں ہے۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے ابو مالک رحمۃ اللہ سے روایت کیا کہ" ولا تعضلوھن" سے مراد ہے کہ تو اپنی بیوی کو تکلیف نہ دے کہ تو اس سے مہر واپس لے لے۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت" ولا تعضلوھن" یعنی (ان کو نہ روکو) کہ وہ اپنے خاوندوں سے (دوبارہ) نکاح کر لیں سورہ بقرہ میں گزر گیا ہے۔

طلاق کے بعد دوسرے خاوند سے روکنا گناہ ہے

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ نکاح سے روک دینا مکہ کے قریش میں تھا ایک آدمی کسی شریف عورت سے نکاح کرتا تھا۔ اور اس سے موافقت نہ ہوتی تھی تو اس کو اس شرط پر چھوڑ دیتا تھا کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر کسی سے نکاح نہ کرے گی وہ گواہ لاتا اس کے خلاف تحریر لکھی جاتی اور گواہ بنائے جاتے جب کوئی نکاح کا پیغام بھیجتا اگر وہ عورت پہلے خاوند کو مال دیتی اور اسے راضی کر لیتی تو وہ اس کو اجازت دے دیتا ورنہ اسے روک دیتا۔

ابن جریرؒ نے علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت" ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ" سے مراد ہے بغض اور ناچاقی اگر یہ عمل عورت کی جانب سے ہو تو عورت کے لیے جائز ہے کہ اس سے فدیہ لے لے۔

ابن جریرؒ نے مقسمؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت" ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ" ابن مسعودؓ کی قرات میں سے اور فرمایا اگر وہ عورت تجھے اذیت دے تو پھر تیرے لیے حلال ہے اس (مال) کا لینا جو اس نے تجھ سے لیا تھا۔

عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت" الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ" سے مراد نافرمانی اور ناچاقی ہے۔ ابن

مسعودؓ اور ابن بن کعبؓ کی روایت میں ہے لفظ آیت ”الا ان یفحش“ ہے۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ ”الفاحشۃ“ سے یہاں نافرمانی مراد ہے۔

عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذرؒ نے عطا خراسانیؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ اس آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جب اس کی عورت بدکاری کرتی تو مرد نے جو کچھ اس کو دیا تھا واپس لے لیتا اور اس کو نکال دیتا تو یہ حکم حدود سے منسوخ ہو گیا۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے لفظ آیت ”الا ان یاتین بفاحشۃ“ کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے زنا مراد ہے اگر وہ عورت ایسا کر لے تو اس کے خاوند کے لیے حلال ہے کہ وہ اس سے خلع کا سوال کرے۔

ابن المنذرؒ نے ابوقلابہ اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہما سے دونوں حضرات سے روایت کیا کہ خلع حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی آدمی کو دیکھ لے اپنی عورت کے پیٹ پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ”الا ان یاتین بفاحشۃ“۔

ابن جریرؒ نے جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور ان کی شرم گاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کے ساتھ حلال کیا ہے۔ اور ان پر یہ لازم ہے کہ اپنے بستروں پر کسی کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو کہ اس کا اثر اس پر ظاہر نہ ہو۔ اور تم پر لازم ہے ان کا کھلانا ان کا پہنانا اچھے طریقے سے۔

خاوند و بیوی کے حقوق

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے لوگو!

جو عورتیں تمہارے پاس ہیں (یعنی تمہارے گھروں میں ہیں) وہ (تمہاری) مددگار ہیں تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور تم نے ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمہ کے ساتھ حلال کیا ہے تمہارے ان پر حقوق ہیں اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی کو نہ آنے دیں اور وہ نیک کام میں تمہاری نافرمانی نہ کریں اور جب انھوں نے ایسا کرلیا (یعنی نافرمانی نہیں کی) تو ان کو کھلانا اور ان کو کپڑے پہنانا تمہارے ذمہ ہے اچھے طریقہ سے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وعاشروہن" سے مراد ہے "خالطہن" یعنی ان سے میل جول رکھو ابن جریرؒ نے کہا بعض راویوں نے اس میں نصیحت کی انھوں نے کہا لفظ آیت "خالقوہن" بجائے "خالطوہن" کے۔

ابن المنذرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ تم پر عورت کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور ان کا پہنانا اور کھلانا بھی اچھے طریقے سے ہو۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وعاشروہن بالمعروف" یعنی ان سے اچھا برتاؤ کرو (پھر فرمایا) "فان کرھتموہن فعسی ان تکرھوا شیئا" (اگر تم ناپسند کرو ان کو تو ممکن ہے تم کوئی چیز ناپسند کرو) تو طلاق کے بعد وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس عورت سے نئے خاوند کا بچہ پیدا فرمادے اور اللہ تعالیٰ نے اس عورت سے نکاح کرنے میں خیر کثیر رکھ دیا ہے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا" میں خیر کثیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت پر مہربانی فرمائیں گے اور آدمی کو اس عورت سے بچہ عطا فرمادے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس بچے میں بہت خیر رکھ دیں گے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کراہت میں خیر کثیر کو رکھ دیں گے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا" سے مراد بچہ ہے۔

ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ جب مرد اور عورت کے درمیان کوئی بات واقع ہو جائے تو اس کو طلاق دینے میں جلدی نہ کرے اور آہستگی اختیار کرے اور صبر کرے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس میں ایسی چیز دکھا دیں جو وہ پسند کرے گا۔

عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ بھی ممکن ہے اس (عورت) کو روک لو اگرچہ اس کا روکنا تمہیں ناگوار ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس میں خیر کثیر کر دیں گے اور حسنؒ فرمایا کرتے تھے قریب ہے کہ وہ اس کو طلاق دے پھر وہ کسی اور عورت سے شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو بہت خیر رکھ دے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ (اپنے لیے) حلال کیا ہے۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر (یعنی گھر میں) کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں، جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم انھیں مارو۔ لیکن اس طرح مارو کہ چوٹ نہ آئے۔ ان کا تم پر یہ حق ہے کہ انھیں معروف کے مطابق

کھانا کھلاؤ اور کپڑے پہناؤ۔“[1]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”عورت پسلی کی طرح (ٹیڑھی) ہے، اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر تم اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہو تو اس سے اسی حالت میں فائدہ حاصل کر لو کہ اس میں کجی ہو۔“[2]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”مومنوں میں ایمان کے لحاظ سے سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے جو اخلاق میں ان میں سے سب سے زیادہ اچھا ہے اور تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر ہیں۔“[3]

سیدنا عمرو بن احوص جشمیؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و تذکیر فرمائی، اس کے بعد فرمایا: ”سنو! عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، اس لیے کہ وہ تمھارے پاس قیدی ہیں، تم ان سے اس (ہم بستری اور اپنی عصمت اور تمھارے مال کی حفاظت وغیرہ) کے علاوہ اور کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ (اور جب وہ اپنا یہ فرض ادا کر رہی ہوں تو پھر ان کے ساتھ بدسلوکی کا کیا جواز ہے؟) ہاں اگر وہ کسی بڑی کوتاہی اور بدزبانی (یا کھلی بے حیائی) کا ارتکاب کریں (تو پھر تمھیں انھیں سزا دینے کا حق ہے) پس اگر وہ ایسا کریں تو انھیں بستروں سے علیحدہ چھوڑ دو اور انھیں مارو، لیکن اذیت ناک مار نہ مارو۔ پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری اختیار کر لیں تو ان کے لیے کوئی اور راستہ مت ڈھونڈو۔ یاد رکھو، جس طرح تمھارا

۱۔[مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۱۲۱۸]

۲۔[مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء: ۱۴۷۰]

۳۔[ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا: ۱۱۶۲]

حق تمہاری بیویوں پر ہے (اسی طرح) تمہاری بیویوں کا حق تم پر ہے، پس تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر (یعنی گھر میں) ایسے لوگوں کو نہ آنے دیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو اور ایسے لوگوں کو گھر کے اندر آنے کی اجازت نہ دیں جنھیں تم اچھا نہیں سمجھتے۔ سنو! اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کی پوشاک اور خوراک میں اچھا سلوک کرو (یعنی طاقت کے مطابق مہیا کرو)۔" [1]

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا: یہ بھی ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہنے کی بات کی تکمیل ہے، یعنی اگر کسی اخلاقی کمزوری یا بدصورت ہونے کی وجہ سے تمھیں ان سے نفرت ہو جائے اور ان کو طلاق دینا چاہو تو بھی فوراً طلاق نہ دو، بلکہ بہتر طریقے سے ان کو اپنے پاس رکھو۔ ہوسکتا ہے کہ ناپسندیدگی کے باوجود تمہارا انھیں اپنے پاس رکھنا اور صبر کا مظاہرہ کرنا دنیا و آخرت میں خیر کثیر کا سبب بن جائے۔

ارشاد فرمایا: (وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ)[البقرۃ: ۲۱۶] "اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھے، ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی ایک بات ناراضی کا سبب ہو تو دوسری بات خوشی کا باعث بن جائے۔" [2]

۱۔ [ترمذی، أبواب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا: ۱۱۶۳]

۲۔ [مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء: ۱٤٦٧]

﴿ وَاِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ ۙ وَّاٰتَيۡتُمۡ
اِحۡدٰٮهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـــًٔا ؕ اَتَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا
وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ وَقَدۡ اَفۡضٰى بَعۡضُكُمۡ اِلٰى
بَعۡضٍ وَّاَخَذۡنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۲۱﴾ ﴾

اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو اور تم نے ایک کو ڈھیروں مال دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے لو گے۔ (۲۰) اور آخر تم اسے کس طرح واپس لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔ (۲۱)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

کہ اگر تم کو کوئی عورت ناپسند ہو اور اس کے علاوہ دوسری عورت پسند ہو اور تم یہ ارادہ کرو کہ تم اپنی عورت کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کر لو تو تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مطلقہ عورت کو جو مہر دیا تھا اس کو واپس لے لو' خواہ وہ ڈھیروں مال کیوں نہ ہو' کیا تم اس عورت پر کوئی تہمت یا بہتان باندھ کر اس مال کو واپس لو گے؟ اور تمہارے لیے اس عورت سے مال لینا کس طرح جائز ہو گا حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ عمل ازدواج کر کے جسمانی قرب حاصل کر چکے ہو' اور تم اس عورت سے مہر پر عقد نکاح کر چکے

ہو۔جس پر مسلمان گواہ ہو چکے ہیں اور اللہ بھی ہر چیز پر گواہ ہے۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کا زیادہ سے زیادہ مہر رکھنے کی کوئی حد نہیں ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان اردتم استبدال زوج مکان زوج" سے مراد ہے اگر تو ناپسند کرے اپنی عورت کو اور اس کے علاوہ دوسری عورت کو پسند کرے تو اس کو طلاق دے دے اور اس سے شادی کر لے۔اور اس کو مہر دے دے اگر چہ بڑا مال ہو۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان اردتم استبدال زوج مکان زوج" سے مراد ہے کہ ایک عورت کو طلاق اور دوسری سے نکاح پھر مطلقہ کے مال میں سے وہ مرد کے لیے کوئی چیز حلال نہیں اگر چہ بہت مال ہو۔

ابن جریرؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لفظ آیت "او تیتم احدھن قنطارا" سے مراد ہے دو ہزار۔

عبدالرزاق و ابن المنذرؒ نے ابو عبدالرحمن سلمیؒ سے روایت کیا کہ عمر بن خطابؓ نے فرمایا نہ غلو کرو عورتوں کے مہروں میں ایک عورت نے کہا اے عمرؓ تجھے یہ حق حاصل نہیں ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔لفظ آیت "واتیتم احدھن قنطارا" کہ تم عورتوں کو سونے کا خزانہ دو۔اور اسی طرح وہ ابن مسعودؓ کی قرات میں ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک عورت نے عمرؓ سے جھگڑا کیا اور وہ عمرؓ پر غالب آ گئی۔

قنطار کا معنی

اس آیت میں عورت کو دی ہوئی رقم کے لیے قنطار کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کی مقدار میں حسب ذیل

۱۔(الوسیط ج۱ص۲۸۔۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،۱۴۱۵ھ)

آثار ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا قنطار بارہ ہزار ہیں' ابونضرہ العبدیؒ نے کہا بیل کی کھال میں جتنا سونا بھرا جاسکے' حسن بصریؒ نے کہا اس سے مراد بارہ ہزار ہیں' مجاہدؒ نے کہا اس سے مراد ستر ہزار دینار ہیں' حضرت معاذؓ نے کہا اس مراد بارہ سو اوقیہ ہیں (ایک اوقیہ' چالیس درہم کے برابر ہے) مجاہد سے ایک اور روایت ہے کہ اس سے مراد ستر ہزار مثقال ہیں۔ [۱]

تاہم اس آیت میں قنطار سے مراد ڈھیروں روپیہ ہے۔

امام ابوجعفر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ نے کہا اس سے مراد مال کثیر ہے۔ [۲]

اسی طرح علامہ آلوسی حنفیؒ متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی لکھا ہے اس سے مراد مال کثیر ہے۔ [۳]

حضرت عمرؓ کا زیادہ مہر رکھنے سے منع فرمانا: امام سعید بن منصورؒ متوفی ۲۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ انھوں نے اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا سنو! عورتوں کے مہر بہت زیادہ نہ رکھا کرو۔ اگر مجھے کسی کے متعلق معلوم ہوا کہ کسی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے باندھے ہوئے مہر سے زیادہ مہر باندھا ہے تو میں آپ کے مقرر کردہ مہر سے زائد رقم کو بیت المال میں داخل کردوں گا۔ اس وقت قریش کی ایک عورت نے کہا اے امیر المومنین آیا اللہ کی کتاب پر عمل کرنا زیادہ حقدار ہے یا آپ کے حکم پر عمل کرنا۔

حضرت عمرؓ نے کہا بلکہ اللہ کی کتاب پر عمل کرنا' اس عورت نے کہا آپ نے ابھی عورتوں کا زیادہ مہر رکھنے

۱۔(سنن دارمی رقم الحدیث: ۳۴۶۴۔۳۴۷۰' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

۲۔(جامع البیان: ج ۴ ص ۲۱۴)

۳۔(روح المعانی ج ۴ ص ۲۴۳)

سے منع کیا ہے حالانکہ اللہ عزوجل اپنی کتاب میں فرماتا ہے: اگر تم نے کسی عورت کو قنطار (ڈھیروں مال) بھی دیا ہو تو اس سے واپس نہ لو' حضرت عمرؓ نے فرمایا ہر شخص عمر سے زیادہ فقیہہ ہے آپ دو یا تین بار یہ فرما کر منبر سے نیچے اتر آئے اور فرمایا میں نے تم کو زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا تھا سنو اب جو شخص جتنا چاہے مہر رکھ سکتا ہے۔ ۱

حافظ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

کہ امام ابو یعلیؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ کوئی شخص چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ رکھے اور جب اس عورت نے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی تو آپ نے فرمایا اے اللہ مجھے معاف فرما ہر شخص کو عمر سے زیادہ قرآن کی سمجھ ہے' اور زبیر بن بکارؒ نے عبداللہ بن مصعبؒ سے روایت کیا ہے کہ اس عورت کے اعتراض کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا مرد نے خطا کی اور عورت نے درست کیا۔ ۲

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ "بھتانا" کا معنی ہے "واثما" یعنی گناہ۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ "مبینا" کا معنی ہے واضح۔

وَ کَیۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ وَقَدۡ اَفۡضٰی بَعۡضُكُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ: اس سے معلوم ہوا کہ جماع کے بعد دیا ہوا مہر واپس نہیں ہوسکتا، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ دولعان کرنے والوں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تم دونوں کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، تم میں سے ایک جھوٹا

۱۔(سنن سعید بن منصور' رقم الحدیث: ۵۹۸' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۱۰۴۲۰' سنن کبری للبیہقی ج ۷ ص ۲۳۳' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۴)

۲۔(الدر المنثور ج ۲ ص ۱۳۳) دوسری روایت کو حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے بھی عبداللہ بن مصعب سے روایت کیا ہے (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۳۱)

ہے، اب تمہیں تمہاری بیوی پر کوئی اختیار نہیں۔" اس شخص نے کہا، میرا مال؟ (یعنی وہ مال جو اس نے بطور مہر دیا تھا) آپ نے فرمایا: "تمہارے لیے کوئی مال نہیں، اگر تم اس کی بابت سچ کہہ رہے ہو تو مال اس کا معاوضہ ہے جو تم نے اس کی شرمگاہ کو حلال کیا اور اگر تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو پھر وہ مال عورت کی نسبت تم سے بہت دور ہے۔" پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے کے لیے تیار ہے؟" آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ [۱]

وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا: "پختہ عہد" سے مراد عقدہ نکاح ہے۔

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: "عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔" [۲]

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ نے فرمایا "افضی" سے مراد ہے جماع لیکن اللہ تعالیٰ نے کنایہ فرمایا۔

عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وقد افضی بعضکم الی بعض" سے مراد ہے عورتوں سے جماع کرنا ہے۔

ابن ابی شیبہ و ابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واخذن منکم میثاقا غلیظا" سے مراد ہے "فامساک بمعروف او تسریح باحسان" (اچھی طریقے سے روکنا یا اچھے طریقے سے آزاد

۱۔[بخاری، کتاب الطلاق، باب قول الامام للمتلاعنین ان احدکما کاذب فھل منکما تائب؟: ۵۳۱۲۔ مسلم، کتاب اللعان: ۱۴۹۳/۵]

۲۔[مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۱۲۱۸]

کر دینا ہے)۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” میثاقا غلیظا “ سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے مردوں سے لیا یعنی روک لینا اچھی طرح سے یا چھوڑ دینا اچھی طرح سے اور فرمایا کہ یہ عہد لیا جاتا تھا نکاح کے وقت لفظ آیت ” اللہ علیک لتمسکن بمعروف اولتسرحن باحسان “ یعنی اللہ کی قسم تم پر لازم ہے کہ تم کو چاہیے کہ روک لو (عورتوں) کو اچھی طرح سے یا چاہیے کہ تم ان کو چھوڑ دو (یعنی طلاق دے دو) اچھی طرح سے۔

ابن ابی شیبہ وابن المنذرؒ نے ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمرؓ جب کوئی نکاح پڑھاتے تھے تو یوں فرماتے تھے میں تیرا نکاح کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے ساتھ کہ لفظ آیت ” فامساک بمعروف اوتسریح باحسان “۔

ابن ابی شیبہؒ نے عوفؒ سے روایت کیا کہ انس بن مالکؓ جب اپنی بیٹی یا بعض گھر والوں کی عورتوں کا نکاح کرتے تھے تو اس کے شوہر سے یوں فرماتے ہیں تجھ سے نکاح کرتا ہوں۔ اس بات پر کہ تو اس کو اپنے پاس رکھے گا اچھے طریقے سے یا اس کو چھوڑ دے گا اچھی طریقے سے۔

ابن ابی شیبہؒ نے حبیب بن ابی ثابتؒ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ جب کوئی نکاح پڑھاتے تو یوں فرماتے میں شرط لگاتا ہوں اس بات کی کہ لفظ آیت ” فامساک بمعروف اوتسریح باحسان “۔

ابن ابی شیبہؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ” واخذن منکم میثاقا غلیظا “ سے مراد ہے ” فامساک بمعروف اوتسریح باحسان “ کہ روکو تو اچھے طریقے سے یا چھوڑ دو تو اچھے طریقے سے۔

ابن ابی شیبہؒ نے یحییٰ بن المنذرؒ سے اسی طرح روایت کیا۔

ابن ابی شیبہؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”واخذن منکم میثا قاغلیظا“ سے مراد ہے عقد نکاح لیا اور فرمایا تحقیق میں نے تیرا نکاح کر دیا۔

ابن ابی شیبہؒ نے عکرمہ اور مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”واخذن منکم میثا قاغلیظا“ سے مراد ہے کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور تم نے ان کی شرم گاہوں کو اور اللہ کے کلام کے ساتھ حلال کیا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”واخذن منکم میثا قاغلیظا“ سے مراد ہے کہ یہ آدمی کا قول ہے کہ میں نے تیری ملک میں دیا۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”میثا قاغلیظا“ سے مراد ہے نکاح کا کلمہ (نکاح کے الفاظ) کہ ذریعہ ان کی شرم گاہیں مردوں پر حلال ہوتی ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے روایت کیا کہ ”میثا قاغلیظا“ سے مراد ہے سخت وعدہ ہے۔

ابن جریرؒ نے بکیرؒ سے روایت کیا کہ ان سے خلع کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ہم اس سے کوئی چیز لے سکتے ہیں فرمایا نہیں پھر یہ الفاظ پڑھے۔ لفظ آیت ”واخذن منکم میثا قاغلیظا“ (کہ تم سے سخت وعدہ لیا گیا تھا)۔

ابن زیدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ پھر اس کے بعد رخصت دے دی گئی اور فرمایا لفظ آیت ”فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ“ (البقرہ آیت ۲۲۹) کہ اس آیت نے اس سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا۔

﴿ وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقۡتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ﴿۲۲﴾ ﴾

اوران عورتوں سے نکاح مت کروجن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو پہلے گزر چکا، بیشک یہ بڑی بے حیائی اور سخت غصے کی بات ہے اور برا راستہ ہے۔

شان نزول: (آیت) ”ولاتنکحوا“

ابن سعدؒ نے محمد بن کعب قرظیؒ سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر مرجاتا تھا تو اس کا لڑکا اگر وہ اس کی ماں نہ ہوتی تھی اگر وہ چاہتا اس سے خود شادی کرنے یا جس سے چاہے شادی کرانے کا زیادہ حق دار ہوتا جب ابوقیس بن اسلت انتقال کر گئے تو ان کے بعض لڑکے ان کی عورت سے شادی کرنے کے دعویدار ہوئے اور ان کو مال میں سے کچھ نہیں ملا تھا چنانچہ وہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا جاؤ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کوئی حکم نازل فرمائے چنانچہ (آیت) ”ولاتنکحوا“۔ اور ”۔ ولایحل لکم“۔ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ نیز ابن سعدؒ ہی نے زہریؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت کچھ انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ان میں جب کوئی مرجاتا تو اس کا ولی اس کی عورت کا زیادہ حق دار ہوتا تھا تو وہ اس کی عورت کو اس کے مرنے تک اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ [1]

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

باپ کی منکوحہ سے بیٹے کے نکاح کے متعلق مذاہب فقہاء

عکرمہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں لوگ محرمات کو حرام قرار دیتے تھے لیکن اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) سے نکاح کو جائز سمجھتے تھے' اسی طرح دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی جائز سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کاموں کو حرام قرار دیدیا۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جس عورت سے باپ نے مباشرت کی ہو وہ اس کے بیٹے پر حرام ہے' خواہ وہ عورت اس کے باپ کی بیوی ہو یا باندی ہو یا اجنبی عورت ہو جس سے اس نے زنا کیا ہو۔ اور یہ فقہاء احناف کا مذہب ہے' اور اکثر مفسرین کا مختار ہے' اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ جس عورت سے باپ نے زنا کیا ہو وہ اس کے بیٹے پر حرام نہیں ہے کیونکہ زنا قبیح بنفسہ ہے اس لیے وہ کسی امر مشروع کے لیے سبب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ امر مشروع سے مراد تحریم مصاہرت (سسرالی رشتوں کی تحریم) ہے کیونکہ یہ ایک نعمت ہے اور نعمت کسی حرام چیز کو شامل نہیں ہوتی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبیؒ متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

باپ کی منکوحہ سے ہر حال میں نکاح حرام ہے کیونکہ نکاح' جماع اور تزوج (شادی) دونوں کو کہتے ہیں پس اگر باپ نے کسی عورت سے شادی کی ہو یا بغیر نکاح کے کسی عورت سے وطی کی ہو تو وہ عورت اس کے بیٹے پر حرام ہے۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کر لیتے تھے۔ عمرو بن امیہ نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا اور اس سے مسافر اور ابو معیط دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ابو قیس ایک صالح انصاری تھے وہ فوت ہو گئے تو ان کے بیٹے قیس نے اپنے باپ کی بیوی کو نکاح کا پیغام دیا اس نے کہا میں تو تم کو اپنا بیٹا سمجھتی ہوں لیکن میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سے یہ مسئلہ دریافت کروں گی۔ اس نے آکر آپ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

علامہ ابوالفرج علی بن محمد جوزی حنبلیؒ متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

نکاح وطی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے' کیونکہ نکاح کا معنی جمع کرنا ہے اور جمع صرف وطی میں ہے اور عقد اس کا سبب ہے اس لیے عقد کو بھی نکاح کہتے ہیں۔ (۲)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ' امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک باپ کی مدخولہ سے بیٹے کا نکاح کرنا مطلقا حرام ہے خواہ دخول نکاح سے ہو خواہ زنا سے' اور امام شافعیؒ کے نزدیک باپ کی منکوحہ سے بیٹے کا نکاح حرام ہے اور باپ کی مزنیہ سے بیٹے کا نکاح حرام نہیں ہے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن حاتم وبیہقیؒ نے اپنی سنن میں علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء" کے بارے میں روایت کیا کہ ہر وہ عورت جس سے تیرے باپ نے نکاح کیا ہو یا تیرے بیٹے نے، چاہے اس سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو تو وہ تیرے اوپر حرام ہے۔

عبدالرزاق وابن جریرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عطا بن ابی رباحؒ سے کہا کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرتا ہے پھر اس کو دیکھتا بھی نہیں یہاں تک کہ اس کو طلاق دے دیتا ہے تو کیا یہ عورت اس کے بیٹے کے لیے حلال ہوگی؟ فرمایا نہیں یہ روایت مرسل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء" میں نے عطا سے پوچھا "الا ما قد سلف" کا کیا مطلب ہے تو انھوں نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں بیٹے اپنے باپ کی عورتوں سے نکاح کر لیتے تھے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے لفظ آیت "ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء" کے بارے میں روایت کیا کہ اس

۱۔(الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۱۰۴۔۱۰۳ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

۲۔(زادالمیسر ج ۲ ص ۴۴' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

سے مراد ہے اس نے عقد نکاح کیا ہو اور ابھی دخول نہ کیا ہو۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابوبکر بن ابو مریمؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے مشیخہ سے روایت کیا کہ کوئی آدمی اپنے دادا کی بیوی جو اس کے پاس کی ماں ہے نکاح نہ کرے اس لیے کہ وہ آباء میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء"۔

ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت" الا ما قد سلف" یعنی مگر جو کچھ جاہلیت میں تھا۔

ابن ابی حاتمؒ نے عطا بن ابی رباحؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت" انہ کان فاحشۃ ومقتا" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں (اور فرمایا)" وساء سبیلا" یعنی یہ راستہ برا ہے جو اس پر عمل کرتا ہے۔

باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے کی سزا

باپ کی منکوحہ بیٹے کی ماں ہے اور جو شخص اپنی ماں یا کسی اور محرم کے ساتھ نکاح کرے اس کی سزا اسلام میں یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے۔ امام ابوداؤدؒ، براءؓ کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میرے چچا نے مجھے اس شخص کو قتل کرنے اور اس کا مال ضبط کرنے کے لیے بھیجا جس نے اپنی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ [1]

عبدالرزاق وابن ابی شیبہ واحمد اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں براءؓ سے روایت کیا کہ میں اپنے خالو سے ملا، ان کے پاس ایک جھنڈا تھا میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا مجھ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک ایسے آدمی کے پاس بھیجا ہے جس نے اپنے

۱۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٤٥٧)

باپ کی بیوی (یعنی اپنی ماں) سے نکاح کرلیا ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ کو حکم فرمایا
ہے کہ میں اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال لے لوں۔

﴿ حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ أُمَّهَٰتُكُمۡ وَبَنَاتُكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُمۡ وَعَمَّٰتُكُمۡ
وَخَٰلَٰتُكُمۡ وَبَنَاتُ ٱلۡأَخِ وَبَنَاتُ ٱلۡأُخۡتِ وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِيٓ
أَرۡضَعۡنَكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ وَأُمَّهَٰتُ نِسَآئِكُمۡ
وَرَبَٰٓئِبُكُمُ ٱلَّٰتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّٰتِي دَخَلۡتُم
بِهِنَّ فَإِن لَّمۡ تَكُونُواْ دَخَلۡتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ
وَحَلَٰٓئِلُ أَبۡنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنۡ أَصۡلَٰبِكُمۡ وَأَن تَجۡمَعُواْ بَيۡنَ
ٱلۡأُخۡتَيۡنِ إِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورٗا رَّحِيمٗا ﴿٢٣﴾ ﴾

حرام کردی گئیں تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں،
بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ
شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو
تمہاری پرورش میں ہوں، تمہاری ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کرچکے ہو، پس

اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو (ان کے بارے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری پشت سے ہوں، اور یہ کہ تم جمع کرو (نکاح میں) دو بہنوں کو، مگر جو ہو چکا (کہ وہ بہر حال ہو چکا) بلاشبہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت ہی مہربان ہے۔

شان نزول: (آیت) "وحلآئل ابنآئکم"

ابن جریرؒ نے ابن جریجؒ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اس آیت کے بارے میں عطاؒ سے دریافت کیا وہ بولے ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ یہ آیت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس وقت آپ نے زید بن حارثہؓ کی بیوی سے شادی کی اور مشرکین میں اس پر چہ مگوئیاں ہوئیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

نسبی محرمات کی تفصیل

محرمات نسبیہ میں مائیں' بیٹیاں' بہنیں' پھوپھیاں' خالائیں' بھتیجیاں اور بھانجیاں ہیں۔ ان سے نکاح کرنا' صحبت کرنا' اور کسی قسم کا کوئی بھی شہوانی عمل کرنا دائما حرام ہے۔ ماؤں میں دادی' پردادی' نانی اور پرنانی اور ان سے بھی اوپر کی دادیاں اور نانیاں داخل ہیں اور بیٹیوں میں اس کی اپنی بیٹی' اس کی پوتی پر پوتی اور اس سے نچلے درجہ کی بیٹیاں سب داخل ہیں' اور بہنوں میں عینی (سگی) علاتی (باپ کی طرف

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

سے سوتیلی) اخیافی (ماں کی طرف سے سوتیلی) بہنیں داخل ہیں اسی طرح بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ان سے نچلے درجہ کی بھی داخل ہیں' اور پھوپھیوں میں اس کے باپ کی عینی بہن' علاتی بہن اور اخیافی بہن داخل ہیں۔ اسی طرح اس کے باپ اور دادا کی پھوپھیاں اور اس کی ماں اور اس کی نانی کی پھوپھیاں بھی داخل ہیں اور ان سے اوپر کے درجہ کی بھی' اور عینی اور علاتی پھوپھی کی پھوپھی بھی حرام ہے اور اخیافی پھوپھی کی پھوپھی حرام نہیں ہے یعنی باپ کی اخیافی بہن کی پھوپھی' اور خالاؤں میں ماں کی سگی بہن' ماں کی علاتی بہن اور ماں کی اخیافی بہن سب حرام ہیں اور عینی خالہ کی خالہ اور اخیافی خالہ کی خالہ بھی حرام ہیں البتہ علاتی خالہ کی خالہ حرام نہیں ہے۔

رضاعی محرمات کی تفصیل

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ نے جن رشتوں کو ولادت کی وجہ سے حرام کیا ہے ان کو رضاعت کی وجہ سے بھی حرام کر دیا۔ [۱]

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو رشتہ نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔ [۲]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۱۲۸۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۴۴' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۱۵۰)

۲۔(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۱۴۹' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۳۰۶)

حضرت ابوہریرہ (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کسی عورت کا اس کی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جائے' اور نہ پھوپھی کا اس کی بھتیجی پر نکاح کیا جائے اور نہ کسی عورت کا اس کی خالہ پر نکاح کیا جائے اور نہ خالہ کا اس کی بھانجی پر نکاح کیا جائے اور نہ (رشتہ میں) بڑی کا چھوٹی پر اور نہ (رشتہ میں) چھوٹی کا بڑی پر۔ [۱]

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔" [۲]

قرآن مجید نے دودھ پینے کو حرمت کا سبب قرار دیا ہے، یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ کم از کم کتنی مرتبہ دودھ پیا ہو، مگر سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید میں پہلے دس متعین رضعات (دودھ پینا) کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا، جو حرام قرار دیتے تھے، پھر ان میں سے پانچ رضعات کو منسوخ کر دیا گیا۔ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات ہوئی تو انھیں قرآن مجید میں پڑھا جاتا تھا۔ [۳]

یاد رہے کہ یہ دودھ پلانا اسی وقت معتبر ہوگا جب دودھ پلانے کی مدت یعنی دو سال کے اندر ہو۔

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ: یعنی بیوی کی دوسرے خاوند سے جو لڑکی ہو وہ بھی حرام ہے، بشرطیکہ اپنی بیوی (یعنی اس لڑکی کی ماں) سے جماع کر لیا ہو۔ اگر قبل از جماع طلاق دے دے تو عورت کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

سیدہ ام حبیبہؓ نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ میری بہن، ابوسفیان کی بیٹی عزہ سے نکاح کر لیں، آپ

۱۔ (یہ پہلے جملوں کی تاکید ہے) (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۰۶۵، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۲۹)

۲۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب (أمھتکم التی أرضعنکم): ۵۰۹۹۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ: ۱۴۴۴]

۳۔ [مسلم، کتاب الرضاع، باب التحریم بخمس رضعات: ۱۴۵۲]

نے فرمایا: ”کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟“ انھوں نے عرض کی، جی ہاں، مگر میں (پہلے بھی) اکیلی نہیں (بلکہ آپ کی اور بیویاں بھی تو ہیں) دراصل میں اس بات کو پسند کرتی ہوں کہ خیر و بھلائی میں میرے ساتھ جو شریک ہو وہ میری بہن ہو۔ آپ نے فرمایا: ”مگر یہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔“ انھوں نے کہا کہ یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ ہم نے سنا تھا کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی (دُرہ) سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”ام سلمہ کی بیٹی (درہ) سے؟“ عرض کی، جی ہاں! فرمایا: ”اگر وہ میری زیر پرورش ربیبہ نہ ہوتی تو پھر بھی میرے لیے حلال نہ تھی، کیونکہ یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، لہٰذا اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو میرے نکاح کے لیے پیش نہ کیا کرو۔“[1]

وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ: یعنی دو بہنوں کو صلبی ہوں یا رضاعی ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، قرآن میں صرف دو بہنوں کو جمع کرنا منع ہے۔ مگر سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”پھوپھی اور بھتیجی، اور خالہ اور بھانجی کو (ایک نکاح میں) جمع نہ کیا جائے۔“[2]

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منع فرمایا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر نکاح کیا جائے یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر نکاح کیا جائے، یا کسی عورت سے اس کی خالہ پر نکاح کیا جائے، یا خالہ سے اس کی بھانجی پر نکاح کیا جائے (یعنی) نہ بڑی پر چھوٹی سے نکاح کیا

۱۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب (وأمھتکم التی أرضعنکم): ۵۱۰۱۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الربیبة وأخت المرأة: ۱٤٤۹]

۲۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأة علی عمتھا: ۵۱۰۹۔ مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتھا: ۱٤۰۸]

جائے، نہ چھوٹی پر بڑی سے نکاح کیا جائے۔ [1]

سیدنا فیروز دیلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میری دو بیویاں تھیں اور وہ آپس میں بہنیں تھیں۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے حکم دیا: ”ان میں سے کسی ایک کو، جس کو تم چاہو، طلاق دے دو۔“ [2]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کے علاوہ سنت بھی شریعت کا مستقل ماخذ ہے۔ قرآن میں صرف دو بہنوں کو جمع کرنا منع آیا ہے، حدیث میں پھوپھی، بھتیجی یا خالہ، بھانجی کو جمع کرنا بھی منع وارد ہوا ہے۔ یہ بھی ماننا پڑے گا۔

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

---

[1]۔[ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء لا تنکح المرأة علی عمتھا ولا علی خالتھا: ۱۱۲۶۔ أبوداؤد، کتاب النکاح، باب ما یکرہ أن یجمع بینھن من النساء: ۲۰۶۵

[2]۔[مسند أحمد: ۴/۲۳۲، ح: ۱۸۰۶۳۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ أختان: ۱۱۲۹]